عجائب القرآن



حضرت علامہ عبد المصطفٰے اعظمی

شبیر برادرز ۴۰-بی اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ

بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا جو بھلائی کی راہ دکھاتا ہے "القرآن"

عجائب القرآن

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ صاحب اعظمی

شبیر برادرز
۴۰۔ بی اردو بازار
لاہور فون ۷۲۴۶۰۰۶

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب	——	عجائب القرآن
مصنف	——	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی مدظلہ
تاریخ اشاعت	——	دسمبر 2001ء
کمپوزنگ	——	words maker Lhr.
صفحات	——	۲۰۰
تعداد	——	۱۱۰۰
ناشر	——	شبیر برادرز اُردو بازار لاہور
قیمت	——	60 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

۴۰ - بی اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۴۶۰۰۶

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

مُسۡلِمًا وَ مُحَمِّدَہٗ وَ مُصَلِّیًا

کیوں لکھا؟ اور کیا لکھا؟

ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ میں چند مقتدر علماء اہل سنت نے اپنی خواہش بصورت فرمائش ظاہر فرمائی کہ میں قرآن مجید کا ایک ترجمہ سلیس اور عام فہم زبان میں لکھ دوں اس وقت پہلی بار مجھ پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا میں نے جواب میں ان حضرات سے اپنی ضعیفی اور بیماری کا عذر کر کے اس کام سے معافی طلب کر لی اور عرض کر دیا کہ اگر چند سال قبل آپ لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی ہوتی تو میں ضرور یہ کام شروع کر دیتا۔ مگر اب جب کہ ضعیفی کے ساتھ مرض فالج نے میری توانائیوں کو بالکل مضمحل کر دیا ہے۔ اتنا بڑا کام میرے بس کی بات نہیں! پھر بعض عزیزوں نے کہا کہ اگر پورے قرآن مجید کا ترجمہ آپ نہیں لکھتے تو ''نوادر الحدیث'' کی طرح قرآن مجید کی چند آیتوں ہی کا ترجمہ اور تفسیر لکھ کر آیتوں کی مناسب تشریح کر دیتے تو بہت اچھا اور بے حد مفید علمی کام ہو جاتا۔

یہ کام میرے نزدیک بہت سہل تھا چنانچہ میں نے توکل علی اللہ اس کام کو شروع کر دیا۔ مگر ابھی تقریباً ایک سو صفحات کا مسودہ لکھنے پایا تھا کہ ناگہاں ۱۳/ دسمبر ۱۹۸۱ء کو رات میں سوتے ہوئے فالج کا دوسری مرتبہ حملہ ہوا اور بایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں اس طرح مفلوج ہو گیا کہ اس میں حس و حرکت ہی باقی نہ رہی۔ فوراً ہی بذریعہ جیپ براؤں شریف سے دو طالب علموں کی مدد سے اپنے مکان پر گھوسی آ گیا اور دو ماہ پلنگ پر پڑا رہا مگر الحمد للہ! کہ بہت جلد خداوند کریم کا فضل عظیم ہو گیا کہ ہاتھ پاؤں میں حس و حرکت پیدا ہو گئی اور تین ماہ کے بعد میں کھڑا ہونے لگا اور رفتہ رفتہ بحمدہ تعالیٰ اس قابل ہو گیا کہ جمعہ و جماعت کے

لئے مسجد تک جانے لگا چنانچہ وہ مسودہ جو نا تمام رہ گیا تھا۔ اب بحالت مرض اس کو مکمل کر کے ''عجائب القرآن'' کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس مجموعہ میں قرآن مجید کی مختلف صورتوں سے چن کر پینسٹھ ان عجیب چیزوں' اور تعجب خیز و حیرت انگیز واقعات کو جن کا قرآن مجید میں مختصر تذکرہ ہے نقل کر کے ان کی مناسب تفصیل و توضیح تحریر کر دی ہے اور ان واقعات کے دامنوں میں جو عبرتیں اور نصیحتیں چھپی ہوئی ہیں ان کو بھی ''درسِ ہدایت کے عنوان سے پیش کر دیا ہے''۔

دعا ہے کہ خداوند کریم میری دوسری تصنیفات کی طرح اس انیسویں کتاب کو بھی مقبولیت دارین کی کرامتوں سے سرفراز فرما کر نافع الخلائق بنائے اور اس خدمت کو میرے اور میرے والدین نیز میرے اساتذہ و تلامذہ و مریدین و احباب کے لئے زاد آخرت و ذریعہ مغفرت بنائے اور میرے نواسہ مولوی فیض الحق صاحب سلمہ المولیٰ تعالیٰ کو عالم باعمل بنائے اور ان کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ وہ اس کتاب کی تدوین و تبییض اور طباعت وغیرہ میں میرے دست و بازو بنے رہے۔ آمین

یہ کتاب اس حال میں تحریر کر رہا ہوں کہ کمزوری و نقاہت سے چلنا پھرنا دشوار ہو رہا ہے۔ مگر الحمد للہ کہ داہنا ہاتھ کام کر رہا ہے اور دل و دماغ بالکل درست ہے۔ علاج کا سلسلہ جاری ہے۔ ناظرین کرام دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے جلد شفایاب فرمائے تاکہ میں آخری حیات تک درس حدیث و دینی تصانیف و مواعظ کا سلسلہ جاری رکھ سکوں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز ۝ وھو حسبی ونعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین ۝ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

(۱) جنتی لاٹھی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ مقدس لاٹھی ہے۔ جس کو ''عصاء موسیٰ'' کہتے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے بہت سے ان معجزات کا ظہور ہوا جن کو قرآن مجید نے مختلف عنوانوں کے ساتھ بار بار بیان فرمایا ہے۔

اس مقدس لاٹھی کی تاریخ بہت قدیم ہے جو اپنے دامن میں سینکڑوں ان تاریخی واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ جن میں عبرتوں اور نصیحتوں کے ہزاروں نشانات ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں جن سے اہل نظر کو بصیرت کی روشنی اور ہدایت کا نور ملتا ہے۔

یہ لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد برابر دس ہاتھ لمبی تھی اور اس کے سر پر دو شاخیں تھیں جو رات میں مشعل کی طرح روشن ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ جنت کے درخت پیلو کی لکڑی سے بنائی گئی تھی، اور اس کو حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدی علی اجہوزی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ۔

وَاٰدَمُ مَعَهٗ اُنْزِلَ الْعُوْدُ وَالْعَصَا　　لِمُوْسٰی مِنَ الْاٰسِ النَّبَاتِ الْمُکَرَّمِ

وَاَوْرَاقُ تِیْنٍ وَّالْیَمِیْنُ بِمَکَّةَ　　وَخَتْمُ سُلَیْمَانُ النَّبِیِّ الْمُعَظَّمِ

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ عود (خوشبو دار لکڑی) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جو عزت والی پیلو کی لکڑی کا تھا اور انجیر کی پتیاں اور حجر اسود جو مکہ معظّمہ میں ہے اور نبی معظم حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی۔ یہ پانچوں چیزیں جنت سے اتاری گئیں۔ (صاوی ج ۱ ص ۳۲)

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ مقدس عصا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یکے بعد دیگرے بطور میراث کے ملتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ملا جو ''قوم مدین'' کے نبی تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت فرما کر مدین تشریف لے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفوراء رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح فرما دیا اور آپ دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہ کر آپ کی بکریاں چراتے رہے۔ اس وقت حضرت شعیب علیہ السلام نے حکم خداوندی کے مطابق آپ کو یہ مقدس عصا عطا فرمایا۔

پھر جب آپ اپنی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے کر مدین سے مصر اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے اور وادی مقدس مقام ''طویٰ'' میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی سے آپ کو سرفراز فرما کر منصب رسالت کے شرف سے سربلند فرمایا۔ اس وقت حضرت حق جل مجدہ نے آپ سے جس طرح کلام فرمایا قرآن مجید نے اس کو اس طرح بیان فرمایا کہ

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى. قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ○

اور اے موسیٰ! آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے دوسرے کام بھی نکلتے ہیں۔ (سورۂ طٰہٰ رکوع ۱)

مَاٰرِبُ اُخْرٰى (دوسرے کاموں) کی تفسیر میں حضرت علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ مثلاً (۱) اس کو ہاتھ میں لے کر اس کے سہارے چلنا (۲) اس سے بات چیت کر کے دل بہلانا (۳) دن میں اس کا درخت بن کر آپ پر سایہ کرنا (۴) رات میں اس کی دونوں شاخوں کا روشن ہو کر آپ کو روشنی دینا۔ (۵) اس سے دشمنوں، درندوں اور سانپوں بچھوؤں کو مارنا (۶) کنوئیں سے پانی بھرنے کے وقت اس کا رسی بن جانا اور اس کی دونوں شاخوں کا ڈول بن جانا (۷) بوقت ضرورت اس کا درخت بن کر حسب خواہش پھل دینا (۸) اس کو زمین میں گاڑ دینے سے پانی نکل پڑنا وغیرہ۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۵۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مقدس لاٹھی سے مذکورہ بالا کام نکالتے رہے۔ مگر جب

آپ فرعون کے دربار میں ہدایت فرمانے کی غرض سے تشریف لے گئے اور اس نے آپ کو جادوگر کہہ کر جھٹلایا تو آپ اس عصا کے ذریعہ بڑے بڑے معجزات کا ظہور شروع ہو گیا۔ جن میں سے تین معجزات کا تذکرہ قرآن مجید نے بار بار فرمایا' جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) عصا اژدہا بن گیا

اس کا واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے ایک میلہ لگوایا اور اپنی پوری سلطنت کے جادوگروں کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کے لئے مقابلہ پر لگا دیا اور اس میلہ کے اژدحام میں جہاں لاکھوں انسانوں کا مجمع تھا ایک طرف جادوگروں کا ہجوم اپنی جادوگری کا سامان لے کر جمع ہو گیا اور ان جادوگروں کی فوج کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا ڈٹ گئے۔ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھا کر اپنے جادوں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو پھینکا۔ تو ایک دم وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر پورے میدان میں ہر طرف پھنکار مار کر دوڑنے لگیں اور پورا مجمع خوف و ہراس میں بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگا اور فرعون اور اس کے تمام جادوگر اس کرتب کو دکھا کر اپنی فتح کے گھمنڈ اور غرور کے نشہ میں بدمست ہو گئے اور جوش شادمانی میں تالیاں بجا بجا کر اپنی مسرت کا اظہار کرنے لگے کہ اتنے میں ناگہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنی مقدس لاٹھی کو ان سانپوں کے ہجوم میں ڈال دیا تو یہ لاٹھی ایک بہت بڑا اور نہایت ہیبت ناک اژدہا بن کر جادو کے تمام سانپوں کو نگل گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور بہ آواز بلند یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى یعنی ہم سب حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا

جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ آپ اپنا عصا پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں تو آپ نے فرمایا کہ بلکہ تمہیں ڈالو تو یکایک انکی رسیاں اور لاٹھیاں انکی نظر بندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم

تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ٥ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ٥ فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ٥ (طٰہٰ رکوع ۳)

ہونے لگیں جیسے سانپ دوڑ رہے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دل میں تھوڑا خوف سا ہوا تو ہم نے فرمایا کہ تم ڈرو نہیں۔ تم ہی غالب رہو گے اور تمہارے ہاتھ میں جو عصا ہے اسکو ڈال دو تو ان لوگوں نے جو سوانگ بنایا ہے یہ عصا ان سب کو نگل جائے گا اور جادوگر معجزات کے مقابلہ میں جہاں بھی وہ آئے کامیاب نہیں ہوتا۔ تو تمام جادوگر سجدہ میں گر کر کہنے لگے کہ ہم حضرت ہارون و حضرت موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

(۲) عصا مارنے سے چشمے جاری ہو گئے

نبی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے دور حکومت میں یہ لوگ مصر میں آ کر آباد ہو گئے اور ملک شام پر قوم عمالقہ کا تسلط اور قبضہ ہو گیا جو بدترین قسم کے کفار تھے جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خطرات سے اطمینان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قوم عمالقہ سے جہاد کر کے ملک شام کو ان کے قبضہ و تسلط سے آزاد کرائیں۔ چنانچہ آپ چھ لاکھ بنی اسرائیل کی فوج لے کر جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ مگر ملک شام کی حدود میں پہنچ کر بنی اسرائیل پر قوم عمالقہ کا ایسا خوف سوار ہو گیا کہ بنی اسرائیل ہمت ہار گئے اور جہاد سے منہ پھیر لیا۔ اس نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ سزا دی کہ یہ لوگ چالیس برس تک ''میدان تیہ'' میں بھٹکتے اور گھومتے پھرے اور اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان لوگوں کے ساتھ میدان تیہ میں تشریف فرماتھے۔ جب بنی اسرائیل اس بے آب و گیاہ میدان میں بھوک و پیاس کی شدت سے بے قرار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان لوگوں کے کھانے کے لئے ''من و سلویٰ'' آسمان سے اتارا۔ من شہد کی طرح ایک قسم کا حلوہ تھا اور سلویٰ بھنی ہوئی بٹیریں تھیں۔ کھانے کے بعد جب یہ لوگ پیاس سے بے تاب ہونے لگے اور پانی مانگنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مار دیا تو اس پتھر میں بارہ چشموں کی ٹونٹیاں پھوٹ کے بہنے لگیں اور بنی اسرائیل کے بارہ خاندان

اپنی ایک ایک ٹونٹی سے پانی لے کر خود بھی پینے لگے اور اپنے جانوروں کو بھی پلانے لگے اور پورے چالیس برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا جو عصا اور پتھر کے ذریعے ظہور میں آیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ اور معجزہ کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ
(بقرہ رکوع ۷)

اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمادیا کہ تم اپنی لاٹھی سے پتھر کو ماردو تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ کر بہنے لگے اور ہر آدمی کو اپنے پینے کے چشمے کا علم ہوگیا۔

(۳) عصا کی مار سے دریا پھٹ گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت دراز تک فرعون کو ہدایت فرماتے رہے اور آیات ومعجزات دکھاتے رہے۔ مگر اس نے حق کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اور زیادہ اس کی شرارت وسرکشی بڑھتی رہی اور بنی اسرائیل نے چونکہ اس کی خدائی کو تسلیم نہیں کیا اس لئے اس نے ان مومنین کو بہت زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ اس دوران میں ایک دم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ وحی اتری کہ آپ اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات میں مصر سے ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات میں مصر سے روانہ ہوگئے۔ جب فرعون کو پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لشکروں کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی گرفتاری کے لئے چل پڑا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوگئے تو بنی اسرائیل فرعون کے خوف سے چیخ پڑے کہ اب تو ہم فرعون کے ہاتھوں میں گرفتار ہوجائیں گے اور بنی اسرائیل کی پوزیشن بہت نازک ہوگئی کیونکہ ان کے پیچھے فرعون کا خونخوار لشکر تھا اور آگے موجیں مارتا ہوا دریا تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کو تسلی دے رہے تھے جب دریا کے پاس پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم اپنی لاٹھی دریا پر ماردو۔ چنانچہ جوں ہی آپ نے دریا پر لاٹھی ماری تو فوراً ہی دریا میں بارہ سڑکیاں بن گئیں اور بنی اسرائیل نے ان سڑکوں پر چل کر سلامتی کے

ساتھ دریا سے پار نکل گئے۔ فرعون جب دریا کے قریب پہنچا اور اس نے دریا کی سڑکوں کو دیکھا تو وہ بھی اپنے لشکروں کے ساتھ ان سڑکوں پر چل پڑا۔ مگر جب فرعون اور اس کا لشکر دریا کے بیچ میں پہنچا تو اچانک دریا موجیں مارنے لگا اور سب سڑکیں ختم ہوگئیں اور فرعون مع اپنے لشکروں کے دریا میں غرق ہوگیا اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا کہ۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ۝

جب دونوں جماعتیں (لشکر فرعون و اصحاب موسیٰ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو اصحاب موسیٰ نے کہا کہ ہم بالیقین گرفتار ہو جائیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب مجھے اس سے نکلنے کا راستہ بتادے گا۔

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ۝ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (شعراء رکوع ۴ پ ۱۰)

پھر ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو (چنانچہ انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے دریا پھٹ گیا) اور دونوں حصہ اس کا اتنا اونچا تھا جیسے بڑا پہاڑ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس جگہ کے قریب پہنچا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے سب ساتھیوں کو بچا لیا پھر دوسروں کو غرق کردیا۔ یقیناً اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور باوجود اسکے ان کفار میں سے اکثر ایمان نہیں لائے۔

یہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس لاٹھی کے ذریعہ ظاہر ہونے والے وہ تینوں عظیم الشان معجزات جن کو قرآن کریم نے مختلف الفاظ اور متعدد عنوانوں کے ساتھ بار بار بیان فرما کر لوگوں کے لئے عبرت اور ہدایت کا سامان بنا دیا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) دوڑنے والا پتھر

یہ ایک ہاتھ لمبا ایک ہاتھ چوڑا چوکور پتھر تھا جو ہمیشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

جھولے میں رہتا تھا۔ اس مبارک پتھر کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات کا ظہور ہوا جن کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

پہلا معجزہ

اس پتھر کا پہلا عجیب کارنامہ جو درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا وہ اس پتھر کی دانشمندانہ لمبی دوڑ ہے اور یہی معجزہ اس پتھر کے ملنے کی تاریخ ہے۔

اس کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ عام دستور تھا کہ وہ بالکل ننگا بدن ہو کر مجمع عام میں غسل کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام گو کہ اسی قوم کے ایک فرد تھے اور اسی ماحول میں پلے بڑے تھے۔ لیکن خداوند قدوس نے اس کو نبوت و رسالت کی عظمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس لئے آپ کی عصمت نبوت بھلا اس حیا سوز بے غیرتی کو کب گوارا کرسکتی تھی؟ آپ بنی اسرائیل کی اس بے حیائی پر سخت نالاں اور انتہائی بیزار تھے۔ اس لئے آپ ہمیشہ یا تو تنہائی میں یا تہبند پہن کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا کہ آپ کبھی بھی ننگے ہو کر غسل نہیں فرماتے تو ظالموں نے آپ پر بہتان لگا دیا کہ آپ کے بدن کے اندرونی حصہ میں یا تو برص کا سفید داغ' یا کوئی ایسا عیب ضرور ہے جس کو چھپانے کے لئے یہ کبھی برہنہ نہیں ہوتے اور ظالموں نے اس تہمت کا اس قدر اعلان اور چرچا کیا کہ ہر کوچہ و بازار میں اس کا پروپیگنڈہ پھیل گیا۔ اس مکروہ تہمت کی شورش کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب نازک پر بڑا صدمہ و رنج گزرا اور آپ بڑی کوفت اور اذیت میں پڑ گئے۔ تو خداوند قدوس اپنے کلیم کے رنج و غم کو بھلا کب گوارا فرماتا؟ اور اپنے ایک برگزیدہ رسول پر ایک عیب کی تہمت بھلا خلاق عالم کو کب اور کیونکر اور کس طرح پسند ہوسکتی تھی۔ ارحم الراحمین نے آپ کی برات اور بے عیبی ظاہر کر دینے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا کہ دم زدن میں بنی اسرائیل کے پروپیگنڈہ اور ان کے شکوک و شبہات کے بادل چھنٹ گئے اور آپ کی برأت اور بے عیبی کا سورج آفتاب عالم تاب سے روشن و آشکارا ہو گیا۔

اور وہ یوں ہوا کہ ایک دن آپ پہاڑوں کے دامنوں میں چھپے ہوئے ایک چشمہ پر غسل کے لئے تشریف لے گئے اور یہ دیکھ کر کہ یہاں دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان نہیں ہے اس لئے آپ اپنے تمام کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ کر اور بالکل برہنہ بدن ہو کر غسل

فرمانے لگے، غسل کے بعد جب آپ لباس پہننے کے لئے پتھر کے پاس پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ پتھر آپ کے کپڑوں کو لئے ہوئے سرپٹ بھاگا چلا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ ثوبی حجر' ثوبی حجر۔ یعنی اے پتھر میرا کپڑا' اے پتھر میرا کپڑا۔ مگر یہ پتھر برابر بھاگتا رہا یہاں تک کہ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں سے گزرتا ہوا گلی کوچوں میں پہنچ گیا اور آپ بھی برہنہ بدن ہونے کی حالت میں برابر پتھر کو دوڑاتے چلے گئے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے ہر چھوٹے بڑے نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سر سے پاؤں تک آپ کے مقدس بدن میں کہیں بھی کوئی عیب نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے جسم اقدس کا ہر حصہ حسن و جمال میں اس قدر نقطہ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ عام انسانوں میں ان کی مثال تقریباً محال ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے ہر فرد کی زبان پر یہی جملہ تھا کہ واللہ ما بموسیٰ من باس یعنی خدا کی قسم حضرت موسیٰ بالکل ہی بے عیب ہیں۔ جب یہ پتھر پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی براءت کا اعلان کر چکا تو خود بخود ٹھہر گیا۔ آپ نے جلدی سے اپنا لباس پہن لیا اور اس پتھر کو اٹھا کر اپنے جھولے میں رکھ لیا؟ (بخاری ج ۱ ص ۴۸۳ وصاوی ج ۱ ص ۳۲ و روح البیان ج ص ۱۴۶)

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْاؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًاؕ (احزاب رکوع ۹)	اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے (تہمت لگا کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھ دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان لوگوں کی بکواس سے بری فرما دیا تھا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک بہت آبرو والے ہیں!

دوسرا معجزہ

''میدان تیہ'' میں اسی پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تھا تو اس میں سے بارہ چشموں کی ٹوٹیاں جاری ہو گئی تھیں جس کے پانی کو چالیس برس تک بنی اسرائیل میدان تیہ میں استعمال کرتے رہے۔ جس کا پورا واقعہ پہلے گزر چکا ہے! قرآن مجید کی آیت فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ میں ''پتھر'' سے یہی پتھر مراد ہے!

ایک شبہہ کا ازالہ

معجزات کے منکرین جو ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کی عینک ہی سے دیکھا کرتے ہیں اس پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا محال قرار دے کر اس معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ اتنے چھوٹے سے پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ حالانکہ یہ منکرین اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ بعض پتھروں میں خداوند تعالیٰ نے یہ تاثیر پیدا فرمادی ہے کہ وہ بال مونڈ دیتے ہیں۔ بعض پتھروں کا یہ اثر ہے کہ وہ سرکہ کو تیز اور ترش بنادیتے ہیں۔ بعض پتھروں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ لوہے کو دور سے کھینچ لیتے ہیں۔ بعض پتھروں سے موذی جانور بھاگ جاتے ہیں۔ بعض پتھروں سے جانوروں کا زہر اُتر جاتا ہے۔ بعض پتھر دل کی دھڑکن کے لئے تریاق ہیں۔ بعض پتھروں کو نہ آگ جلا سکتی ہے نہ گرم کر سکتی ہے۔ بعض پتھروں سے آگ نکل پڑتی ہے۔ بعض پتھروں سے آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے۔ تو جب خداوند قدوس نے پتھروں میں قسم قسم کے اثرات پیدا فرمادیئے ہیں تو پھر اس میں کون سی خلاف عقل اور محال بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پتھر میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر بخش دیا اور اس میں یہ خاصیت عطا فرمادی ہے کہ وہ زمین کے اندر سے پانی جذب کر کے ٹونٹیوں کی شکل میں باہر نکالتا رہے۔ یا اس پتھر میں یہ تاثیر ہو کہ جو ہوا اس پتھر سے ٹکراتی ہو وہ پانی بن کر مسلسل بہتی رہے۔ یہ خداوند قادر و قدیر کی قدرت سے ہر گز ہر گز نہ کوئی بعید ہے نہ محال۔ نہ خلاف عقل' لہٰذا اس معجزہ پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار کفر ہے قرآن مجید میں ہے۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (بقرہ رکوع ۹)

اور بیشک پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

بہر حال پتھروں سے پانی نکلنا یہ روزانہ کا چشم دید مشاہدہ ہے۔ تو پھر بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا کیونکہ خلاف عقل اور محال قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۳) میدان تیہ

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور تمام بنی اسرائیل اور مسلمان ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطمینان نصیب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر ارض مقدس (بیت المقدس) میں داخل ہو جائیں اس وقت بیت المقدس پر عمالقہ کی قوم کا قبضہ تھا جو بدترین کفار تھے اور بہت طاقتور جنگجو اور نہایت ہی ظالم لوگ تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر قوم عمالقہ سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر جب بنی اسرائیل بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک دم بزدل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس شہر میں ''جبارین'' (عمالقہ) ہیں جو بہت ہی زور آور اور زبردست ہیں۔ لہٰذا جب تک یہ لوگ شہر میں رہیں گے ہم ہرگز ہرگز شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسیٰ! آپ اور آپ کا خدا جا کر اس زبردست قوم سے جنگ کریں۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ بنی اسرائیل کی زبان سے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا رنج و صدمہ ہوا اور آپ نے باری تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کیا کہ۔

رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (مائدہ رکوع ۴ پارہ ۶)

اے میرے پروردگار! مجھے اپنے اوپر اور میرے بھائی پر اختیار ہے۔ لہٰذا تو ہم کو ان نافرمانوں سے الگ رکھ۔

اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب و جلال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (مائدہ رکوع ۴ پارہ ۶)

وہ مقدس زمین ان لوگوں پر چالیس برس تک حرام ہے۔ یہ لوگ زمین میں بھٹکتے پھریں گے لہٰذا آپ ان نافرمانوں کا غم نہ کھائیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ چھ لاکھ بنی اسرائیل ایک میدان میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے۔ مگر اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔ اسی میدان کا نام ''میدان تیہ'' ہے۔ اس میدان میں بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے ''من و سلویٰ'' نازل ہوا اور پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تو پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اس واقعہ کو قرآن مجید نے

بار بار مختلف عنوانوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس میں سے سورۂ مائدہ میں یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے جو بلاشبہ ایک عجیب الشان واقعہ ہے۔ جو بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی تعجب خیز اور حیرت انگیز داستان ہے مگر اس کے باوجود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت وشفقت بنی اسرائیل پر ہمیشہ رہی کہ جب یہ لوگ میدان تیہ میں بھوکے پیاسے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگ کر ان لوگوں کے کھانے کے لئے من وسلویٰ نازل کرایا اور پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کرا دیئے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صبر اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) روشن ہاتھ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہدایت کے لئے اس کے دربار میں بھیجا تو دو معجزات آپ کو عطا فرما کر بھیجا۔ ایک ''عصا'' دوسرا ''ید بیضاء'' (روشن ہاتھ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تھے تو ایک دم آپ کا ہاتھ روشن ہو کر چمکنے لگتا تھا پھر جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال دیتے تو وہ اپنی اصلی حالت میں ہو جایا کرتا تھا۔ اس معجزہ کو قرآن عظیم نے مختلف صورتوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا کہ۔

وَاضۡمُمۡ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَۃً اُخۡرٰی لِنُرِیَکَ مِنۡ اٰیٰتِنَا الۡکُبۡرٰی ۝ (طٰہٰ رکوع ا پارہ ۱۶)	اور (اے موسیٰ) اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملاؤ تو خوب سپید نکلے گا بغیر کسی مرض کے۔ یہ ایک دوسرا معجزہ ہے تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

اسی معجزہ کا نام ''ید بیضاء'' ہے جو ایک عجیب اور عظیم معجزہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے رات اور دن میں آفتاب کی طرح نور نکلتا تھا۔ (خزائن العرفان ص ۴۵۲)

(۵) من وسلویٰ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کے افراد کے ساتھ میدان تیہ میں

مقیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کھانے کے لئے آسمان سے دو طرح کا کھانا اتارا تھا۔ ایک کا نام ''من'' اور دوسرے کا نام ''سلویٰ'' تھا۔ من بالکل سفید شہد کی طرح ایک حلوہ تھا۔ یا سفید رنگ کی شہد ہی تھی جو روزانہ آسمان سے بارش کی طرح برستی تھی اور سلویٰ پکی ہوئی بٹیریں تھیں جو دکھنی ہوا کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا شمار کراتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ (اے بنی اسرائیل) ہم نے میدان تیہ میں تم لوگوں پر من و سلویٰ اتارا۔

اس من و سلویٰ کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ حکم تھا کہ روزانہ تم لوگ اس کو کھالیا کرو اور کل کے لئے ہرگز ہرگز اس کا ذخیرہ مت جمع کرنا۔ مگر بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں کو یہ دغدغہ ہونے لگا کہ اگر کسی دن من و سلویٰ نہ اترا تو ہم لوگ اس بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں بھوکے مر جائیں گے چنانچہ ان لوگوں نے کچھ چھپا کر کل کے لئے رکھ لیا تو نبی کی نافرمانی سے ایسی نحوست پھیل گئی کہ جو کچھ لوگوں نے کل کے لئے جمع کیا تھا وہ سڑ گیا اور آئندہ کے لئے اترنا بند ہو گیا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نہ چھپاتے تو نہ کھانا کبھی خراب ہوتا اور نہ گوشت سڑتا۔ کھانے کا خراب ہونا اور گوشت کا سڑنا اسی تاریخ سے شروع ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے نہ کھانا بگڑتا تھا نہ گوشت سڑتا تھا۔ (تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۴۲ مصری)

(۶) بارہ ہزار یہودی بندر ہو گئے

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی ''عقبہ'' کے پاس سمندر کے کنارے ''ایلہ'' نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ سینچر کے دن مچھلی کا شکار ان لوگوں پر حرام فرما دیا اور ہفتہ کے باقی دنوں میں شکار حلال فرما دیا۔ مگر اس طرح ان لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرما دیا کہ سینچر کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں تو شیطان نے ان لوگوں کو یہ حیلہ بتا دیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنا لو اور جب سینچر کے دن ان نالیوں کے ذریعہ مچھلیاں حوض میں آ

جائیں تو نالیوں کا منہ بند کر دو اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ ان مچھلیوں کو پکڑ لو۔ ان لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آ گئی اور ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں اور حوض میں مقید ہو گئیں تو یہی ان کا شکار ہو گیا تو سنیچر ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو ان کے لئے حرام تھا۔

اس موقعہ پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہو گئے۔ (۱) کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلہ سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہو کر شکار سے باز رہے۔ (۲) اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے دوسرے کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔ (۳) اور کچھ وہ سرکش و نافرمان لوگ تھے جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کر لیا اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا بھی لیا۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کر لیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار بنالی اور آمد و رفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنا لیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر شکار کرنے والوں پر لعنت فرما دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تو انہیں دیکھنے کے لئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے ہیں۔ اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آ کر ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ مگر لوگ ان بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھا پی نہ سکے۔ بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے بچا لیا۔ (صاوی ج ۱ ص ۳۵)

اس واقعہ کا اجمالی بیان تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَھُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ (البقرہ رکوع ۸)

اور بیشک تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو تم میں سے سنیچر کے بارے میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ تو ہم نے کہہ دیا کہ تم لوگ دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ!

اور مفصل واقعہ سورۂ اعراف میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

(اے رسول) ان (یہود) سے حال پوچھو اس بستی کا جو دریا کے کنارے تھی جب وہ سنیچر کے بارے میں حد سے بڑھے۔ جب سنیچر کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آئیں اور جو دن سنیچر کا نہ ہوتا تو نہ آئیں اسی طرح ہم ان کو آزمائش میں ڈالتے تھے ان کی نافرمانی کے سبب سے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے تو وہ لوگ بولے کہ تمہارے رب کے حضور عذر کرنے کے ئے اور اس لئے بھی کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو بڑے عذاب میں گرفتار کرلیا۔ ان کی نافرمانیوں کا بدلہ دینے کے لئے پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے فرمادیا کہ تم لوگ دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔ (الاعراف رکوع ۲۱)

درسِ ہدایت

معلوم ہوا کہ شیطانی حیلہ بازیوں میں پڑکر اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانیوں کا انجام کتنا برا اور کس قدر خطرناک ہوتا ہے؟ اور خدا کے نبی جن بدنصیبوں پر لعنت فرمادیں وہ کیسے ہولناک عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر دنیا سے نیست و نابود ہو کر عذاب نار میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ (توبہ نعوذ باللہ منہ)

اصحاب ایلہ کے اس دل ہلا دینے والے واقعہ میں ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کا سامان ہے۔ کاش اس واقعہ سے مسلمانوں کے قلوب میں خوف خداوندی کی لہر پیدا ہو جائے اور وہ اللہ و رسول کی نافرمانیوں کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے سے منہ موڑ کر صراط مستقیم کی شاہراہ پر چل پڑیں اور دونوں جہان کی سربلندیوں سے سرفراز ہو کر

اعزاز واکرام کی سلطنت کے تاجدار بن جائیں۔

(۷) دنیا کی سب سے قیمتی گائے

یہ بہت ہی اہم اور نہایت ہی شاندار قرآنی واقعہ ہے اور اسی واقعہ کی وجہ سے قرآن مجید کی اس سورۃ کا نام ''سورۃ البقرہ'' (گائے والی سورہ) رکھا گیا ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت ہی نیک اور صالح بزرگ تھے اور ان کا ہی بچہ تھا جو نابالغ تھا اور اس کے پاس فقط ایک گائے کی بچھیا تھی۔ ان بزرگ نے اپنی وفات کے قریب اس بچھیا کو جنگل میں لے جا کر ایک جھاڑی کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یااللہ! میں اس بچھیا کو اس وقت تک تیری امانت میں دیتا ہوں کہ میرا بچہ بالغ ہو جائے۔ اس کے بعد ان بزرگ کی وفات ہو گئی اور بچھیا چند دنوں میں بڑی ہو کر درمیانی عمر کی ہو گئی اور بچہ جوان ہو کر اپنی ماں کا بہت ہی فرماں بردار اور انتہائی نیکوکار رہا۔ اس نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ میں سوتا تھا اور ایک حصہ میں عبادت کرتا تھا اور ایک حصہ میں اپنی ماں کی خدمت کرتا تھا اور روزانہ صبح کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور ان کو فروخت کر کے ایک تہائی رقم صدقہ کر دیتا اور ایک تہائی اپنی ذات پر خرچ کرتا اور ایک تہائی رقم اپنی والدہ کو دے دیتا۔

ایک دن لڑکے کی ماں نے کہا کہ میرے پیارے بیٹے! تمہارے باپ نے میراث میں ایک بچھیا چھوڑی تھی جس کو انہوں نے فلاں جھاڑی کے پاس جنگل میں خدا کی امانت میں سونپ دیا تھا۔ اب تم اس جھاڑی کے پاس جا کر یوں دعا مانگو کہ اے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق کے خدا! تو میرے باپ کی سونپی ہوئی امانت مجھے واپس دے دے اور اس بچھیا کی نشانی یہ ہے کہ وہ پیلے رنگ کی ہے اور اس کی کھال اس طرح چمک رہی ہوگی کہ گویا سورج کی کرنیں اس میں سے نکل رہی ہیں۔ یہ سن کر لڑکا جنگل میں اس جھاڑی کے پاس گیا اور دعا مانگی تو فوراً ہی وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پاس کھڑی ہو گئی اور یہ اس کو پکڑ کر گھر لایا تو اس کی ماں نے کہا کہ بیٹا! تم اس گائے کو لے جا کر بازار میں تین دینار میں فروخت کر ڈالو لیکن کسی گاہک کو بغیر میرے مشورہ کے مت دینا۔ ان دنوں بازار میں گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ بازار میں ایک گاہک آیا جو درحقیقت فرشتہ

تھا۔ اس نے کہا کہ میں گائے کی قیمت تین دینار سے زیادہ دوں گا مگر تم ماں سے مشورہ کیے بغیر گائے میرے ہاتھ فروخت کر ڈالو۔ لڑکے نے کہا کہ تم خواہ کتنی بھی زیادہ قیمت دو مگر میں اپنی ماں سے مشورہ کیے بغیر ہرگز اس گائے کو نہیں بیچوں گا۔ لڑکے نے سارا ماجرا بیان کیا تو ماں نے کہا کہ یہ گاہک شاید کوئی فرشتہ ہو تو اے بیٹا! تم اس سے مشورہ کرو کہ ہم اس گائے کو ابھی فروخت کریں یا نہ کریں۔ چنانچہ لڑکے نے بازار میں جب اس گاہک سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ ابھی تم اس گائے کو فروخت نہ کرو۔ آئندہ اس گائے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لوگ خریدیں گے تو تم اس گائے کے چمڑے میں بھر کو سونا اس کی قیمت طلب کرنا تو وہ لوگ اتنی ہی قیمت دے کر خریدیں گے۔

چنانچہ چند ہی دنوں کے بعد بنی اسرائیل کے ایک بہت مالدار آدمی کو جس کا نام عامیل تھا اس کے چچا کے دونوں لڑکوں نے قتل کر دیا اور اس کی لاش کو ایک ویرانے میں ڈال دیا۔ صبح کو قاتل کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر جب کوئی سراغ نہ ملا تو کچھ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاتل کا پتہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک گائے ذبح کرو اور اس کی زبان یا دم کی ہڈی سے لاش کو مارو تو وہ زندہ ہو کر خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دے گا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل نے گائے کے رنگ اس کی عمر وغیرہ کے بارے میں بحث و کرید شروع کر دی اور بالآخر جب وہ اچھی طرح سمجھ گئے کہ فلاں قسم کی گائے چاہیے تو ایسی گائے کی تلاش شروع کر دی یہاں تک کہ جب یہ لوگ اس لڑکے کی گائے کے پاس پہنچے تو ہو بہو یہ ایسی ہی گائے تھی جس کی ان لوگوں کو ضرورت تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے گائے کو اس کے چمڑے میں بھر کر سونا اس کی قیمت دے کر خریدا اور ذبح کر کے اس کی زبان یا دم کی ہڈی سے مقتول کی لاش کو مارا تو وہ زندہ ہو کر بول اٹھا کہ میرے قاتل میرے چچا کے دونوں لڑکے ہیں۔ جنہوں نے میرے مال کی لالچ میں مجھ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ بتا کر پھر وہ مر گیا چنانچہ ان دونوں قاتلوں کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اور مرد صالح کا لڑکا جو اپنی ماں کا فرماں بردار تھا کثیر دولت سے مالا مال ہو گیا۔ (جلالین۔ صاوی وغیرہ)

اس پورے مضمون کو قرآن مجید کی مقدس آیتوں میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے!

''اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ تو وہ لوگ بولے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ پناہ

بخدا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ کیسی گائے ہونی چاہیے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو بوڑھی ہو نہ بچھیا۔ بلکہ ان دونوں عمروں کے درمیان ہو۔ تو تم کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے وہ لوگ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہو جس کی رنگت ڈہڈہاتی ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کر دے وہ بولے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں صاف صاف بیان کر دے کہ وہ کیسی گائے ہو؟ کیونکہ گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی گائے ہو جس سے زمین جوتنے کی خدمت نہ لی جاتی ہو اور نہ وہ کھیت میں پانی بھرتی ہو بے عیب ہو اور اس میں کوئی داغ بھی نہ ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ بولے کہ اب آپ ٹھیک بات لائے پھر ان لوگوں نے اس گائے کو ذبح کیا اور وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے اور اے (بنی اسرائیل) جب تم لوگوں نے ایک خون کیا اور ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کر دینا تھا جس کو تم چھپاتے تھے۔ پھر ہم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مقتول کو اس گائے کے ایک ٹکڑے سے مارو۔ (تو وہ زندہ ہو گیا) اور اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ فرمائے گا اور وہ اپنی نشانیاں تم لوگوں کو دکھاتا ہے تاکہ تم لوگ اس بات کو سمجھ لو"۔ (سورۃ البقرۃ ع ۸)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے بہت سی حیرت انگیز اور نصیحت خیز باتیں اور احکام معلوم ہوئے ان میں سے چند یہ ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں!

۱- خدا کے نیک بندوں کے چھوڑے ہوئے مال میں بڑی خیر و برکت ہوتی ہے۔ دیکھ لو کہ اس مرد صالح نے صرف ایک بچھیا چھوڑ کر وفات پائی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ان کے وارثوں کو ایک بچھیا کے ذریعے بے شمار دولت مل گئی!

۲- اس مرد صالح نے اولاد پر شفقت کرتے ہوئے بچھیا کو اللہ کی امانت میں سونپا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد پر شفقت رکھنا' اور اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑ جانا یہ اللہ والوں کا طریقہ ہے!

۳- ماں باپ کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کرنے والوں کو خداوند کریم غیب سے بے شمار رزق کا سامان عطا فرما دیتا ہے۔ دیکھ لو کہ اس یتیم لڑکے کو ماں کی خدمت اور فرماں برداری کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کس قدر صاحب مال اور خوش حال بنا دیا۔

۴- خداوند قدوس کے احکام میں بحث و کرید کرنا مصیبتوں کا سبب ہوا کرتا ہے۔ دیکھ لو بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ کوئی سی بھی ایک گائے ذبح کر دیتے تو فرض ادا ہو جاتا۔ مگر ان لوگوں نے جب بحث اور کرید شروع کر دی کہ کیسی گائے ہو؟ کیسا رنگ ہو؟ کتنی عمر ہو؟ تو مصیبت میں پڑ گئے کہ انہیں ایک ایسی گائے ذبح کرنی پڑی جو بالکل نایاب تھی۔ اسی لئے اس کی قیمت اتنی زیادہ ادا کرنی پڑی کہ دنیا میں کسی گائے کی اتنی قیمت نہ ہوئی۔ نہ آئندہ ہونے کی امید ہے!

۵- جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی امانت میں سونپ دے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اس میں بے حساب خیر و برکت عطا فرما دیتا ہے۔

۶- جو اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دے اللہ تعالیٰ اس کے اہل و عیال کی ایسی پرورش فرماتا ہے کہ جس کو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا!

۷- امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو پیلے رنگ کے چمڑے کا جوتا پہنے گا وہ ہمیشہ خوش رہے گا اور اس کو غم بہت کم ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیلی گائے کے لئے یہ فرمایا کہ "تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ" کہ وہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے!

۸- اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور جس قدر بھی زیادہ بے عیب اور خوبصورت اور قیمتی ہو اسی قدر زیادہ بہتر ہے! (واللہ تعالیٰ اعلم)

ستر ہزار مردے زندہ ہو گئے

یہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی قوم کا ایک بڑا ہی عبرت خیز اور انتہائی نصیحت آمیز واقعہ ہے جس کو خداوند قدوس نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں بیان فرمایا ہے!

حضرت حزقیل کون تھے؟

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ ہیں جو منصب نبوت پر سرفراز کئے گئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اقدس کے بعد آپ کے خلیفہ اوّل حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ ان کے بعد حضرت کالب بن یوحنا علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت سے سرفراز ہو کر مرتبہ نبوت پر فائز ہوئے۔ پھر ان کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین اور نبی ہوئے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کا لقب ابن العجوز (بڑھیا کے بیٹے) ہے اور آپ ذوالکفل بھی کہلاتے تھے۔ "ابن العجوز" کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کی والدہ ماجدہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی اور آپ کا لقب ذوالکفل اس لئے ہوا کہ آپ نے اپنی کفالت میں لے کر ستر انبیاء کرام کو قتل سے بچا لیا تھا۔ جن کے قتل پر یہودی قوم آمادہ ہو گئی تھی۔ پھر یہ خود بھی خدا کے فضل و کرم سے یہودیوں کی تلوار سے بچ گئے اور برسوں زندہ رہ کر اپنی قوم کو ہدایت فرماتے رہے!

مردوں کے زندہ ہونے کا واقعہ

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت جو حضرت حزقیل علیہ السلام کے شہر میں رہتی تھی شہر میں طاعون کی وبا پھیل جانے سے ان لوگوں پر موت کا خوف سوار ہو گیا اور یہ لوگ موت کے ڈر سے سب کے سب شہر چھوڑ کر ایک جنگل میں بھاگ گئے اور وہیں رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی یہ حرکت بہت زیادہ ناپسند ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتہ کو اس جنگل میں بھیج دیا جس نے ایک پہاڑ کی آڑ میں چھپ کر اور چیخ مار کر بلند آواز سے یہ کہہ دیا کہ "موتوا" یعنی تم سب مر جاؤ اور اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر بغیر کسی بیماری کے اچانک یہ سب کے سب مر گئے جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔ ان مردوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ان کے کفن و دفن کا کوئی انتظام نہیں کر سکے اور ان مردوں کی لاشیں کھلے میدان میں بے گور و کفن آٹھ دن تک پڑی پڑی سڑنے لگیں اور بے انتہا تعفن اور بدبو سے پورے جنگل بلکہ اس کے اطراف میں بدبو پیدا ہو گئی کچھ لوگوں نے ان کی لاشوں پر رحم کھا کر چاروں طرف سے دیوار اٹھا دی تا کہ یہ لاشیں درندوں سے محفوظ رہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جنگل میں ان لاشوں کے پاس سے گزر ہوا۔ تو اپنی قوم کے ستر ہزار انسانوں کو اس موت ناگہانی اور بے گور و کفن لاشوں کی فراوانی

دیکھ کر رنج وغم سے ان کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہو گئے اور باری تعالیٰ کے دربار میں دکھ بھرے دل سے گڑگڑا کر دعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے یہ غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آ گئے۔ یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں ان لوگوں سے مجھے انس حاصل تھا اور یہ لوگ میرے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ افسوس کہ میری قوم ہلاک ہو گئی اور میں بالکل اکیلا رہ گیا۔ اے میرے رب! یہ وہ قوم تھی جو تیری حمد کرتی تھی اور تیری توحید کا اعلان کرتی تھی اور تیری کبریائی کا خطبہ پڑھتی تھی۔ آپ بڑے سوز دل کے ساتھ دعا میں مشغول تھے کہ اچانک آپ پر یہ وحی اتر پڑی کہ اے حزقیل! (علیہ السلام) آپ ان بکھری ہوئی ہڈیوں سے فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم اکٹھا ہو جاؤ۔ یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ہر آدمی کی ہڈیاں جمع ہو کر ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے پھر یہ وحی آئی کہ اے حزقیل! آپ یہ فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! تم کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم گوشت پہن لو۔ یہ کلام سنتے ہی فوراً ہڈیوں کے ڈھانچوں پر گوشت پوست چڑھ گئے۔ پھر تیسری بار یہ وحی نازل ہوئی اے حزقیل! اب یہ کہہ دو کہ اے مردو! خدا کے حکم سے تم سب اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ فرما دیا تو آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی ستر ہزار لاشیں دم زدن میں ناگہاں یہ پڑھتے ہوئے کھڑی ہو گئیں کہ سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ پھر یہ سب لوگ جنگل سے روانہ ہو کر اپنے شہر میں آ کر دوبارہ آباد ہو گئے اور اپنی عمروں کی مدت بھر زندہ رہے۔ لیکن ان لوگوں پر اس موت کا اتنا نشان باقی رہ گیا کہ ان کے اور ان کی اولاد کے جسموں سے سڑی ہوئی لاش کی بدبو برابر آتی رہی اور یہ لوگ جو کپڑا بھی پہنتے تھے وہ کفن کی صورت میں ہو جاتا تھا اور قبر میں جس طرح کفن میلا ہو جاتا ہے ایسا ہی میلا پن ان کے کپڑوں پر نمودار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ یہ اثرات آج تک ان یہودیوں میں پائے جاتے ہیں جو ان لوگوں کی نسل سے باقی رہ گئے ہیں۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۰۱ اور روح البیان ج ۲ ص ۳۷۷)

یہ عجیب وغریب واقعہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں خداوند قدوس نے اس طرح بیان فرمایا کہ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ○	اے محبوب! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے نکل بھاگے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ فرما دیا کہ ''تم سب مر جاؤ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

درسِ ہدایت

بنی اسرائیل کے اس محیر العقول واقعہ سے مندرج ذیل ہدایات ملتی ہیں۔

۱- آدمی موت کے ڈر سے بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا موت سے بھاگنا بالکل ہی بے کار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو موت مقدر فرما دی ہے وہ اپنے وقت پر ضرور آئے گی نہ ایک سیکنڈ اپنے وقت سے پہلے آسکتی ہے نہ ایک سیکنڈ بعد آئے گی۔ لہٰذا بندوں کو لازم ہے کہ رضا الٰہی پر راضی رہ کر صابر و شاکر رہیں اور خواہ کتنی ہی وبا پھیلے یا گھمسان کا رن پڑے اطمینان و سکون کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور یہ یقین رکھیں کہ جب تک میری موت نہ آئے گی نہ مجھے کوئی مار سکتا ہے نہ ہرگز ہرگز میں مر سکتا ہوں اور جب میری موت آجائے گی تو میں کچھ بھی کروں کہیں بھی چلا جاؤں بھاگ جاؤں یا ڈٹ کر کھڑا رہوں میں کسی حال میں نہیں بچ سکتا!

۲- اس آیت میں خاص طور پر مجاہدین کو ہدایت کی گئی ہے کہ جہاد سے بیٹھ رہنا' یا میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جانا ہرگز ہرگز موت کو دفع نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجاہدین کو میدان جنگ میں دل مضبوط کر کے ڈٹے رہنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ میں ہرگز ہرگز موت کے وقت سے پہلے نہ مر سکتا ہوں۔ نہ کوئی مجھے مار سکتا ہے یہ عقیدہ رکھنے والا اس قدر بہادر اور شیر دل ہو جاتا ہے کہ خوف اور بزدلی کبھی اس کے قریب نہیں آسکتی اور اس کے پائے استقلال میں کبھی بال برابر بھی کوئی لغزش نہیں آسکتی۔ اسلام کا بخشا ہوا یہی وہ مقدس عقیدہ ہے کہ جس کی بدولت مجاہدین اسلام ہزاروں کفار کے مقابلہ میں تنہا پہاڑ کی طرح جم کر جنگ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فتح مبین ان کے قدموں کا

بوسہ لیتی تھی اور وہ ہر جنگ میں مظفر و منصور ہو کر اجر عظیم اور مال غنیمت کی دولتوں سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں میں اس حال میں واپس آتے تھے کہ ان کے جسموں پر زخموں کی کوئی خراش بھی نہیں ہوا کرتی تھی اور وہ کفار کے دل بادل شکروں کا صفایا کر دیتے تھے۔ شاعر مشرق نے اس منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے کسی مجاہد اسلام کی زبان سے یہ ترانہ سنایا ہے کہ

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

حق سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

لطیفہ

منقول ہے کہ بنو امیہ کا بادشاہ عبدالملک بن مروان جب ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو موت کے ڈر سے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے شہر سے بھاگ نکلا اور ساتھ میں اپنے خاص غلام اور کچھ فوج کو بھی لے لیا اور وہ طاعون کے ڈر سے اس قدر خائف اور ہراساں تھا کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ گھوڑے کی پشت پر سویا کرتا تھا دوران سفر میں ایک رات اس کو نیند نہیں آئی۔ تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم مجھے کوئی قصہ سناؤ۔ تو ہوشیار غلام نے بادشاہ کو نصیحت کرنے کا موقع پا کر یہ قصہ سنایا کہ ایک لومڑی اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایک شیر کی خدمت گزاری کیا کرتی تھی۔ تو کوئی درندہ شیر کی ہیبت کی وجہ سے لومڑی کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا اور لومڑی نہایت ہی بے خوفی اور اطمینان کے ساتھ ساتھ خدمت میں زندگی بسر کرتی تھی۔ اچانک ایک دن ایک عقاب لومڑی پر جھپٹا تو لومڑی بھاگ کر شیر کے پاس چلی گئی اور شیر نے اس کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ عقاب دوبارہ جھپٹا اور لومڑی کو شیر کی پیٹھ پر سے اپنے چنگل میں دبا کر اڑ گیا۔ لومڑی چلا چلا کر شیر سے فریاد کرنے لگی۔ تو شیر نے کہا کہ اے لومڑی! میں زمین پر رہنے والے درندوں سے تیری حفاظت کر سکتا ہوں،

لیکن آسمان کی طرف سے حملہ کرنے والوں سے میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ یہ قصہ سن کر عبدالملک بادشاہ کو بڑی عبرت حاصل ہوئی اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ میری فوج ان دشمنوں سے تو میری حفاظت کرسکتی ہے جو زمین پر رہتے ہیں مگر جو بلائیں اور وبائیں آسمان کی طرف سے مجھ پر حملہ آور ہوں ان سے مجھ کو نہ میری بادشاہی بچاسکتی ہے نہ میرا خزانہ اور نہ میرا لشکر میری حفاظت کرسکتا ہے۔ آسمانی بلاؤں سے بچانے والا تو بجز خدا کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ سوچ کر عبدالملک بادشاہ کے دل سے طاعون کا خوف جاتا رہا اور وہ رضاالٰہی پر راضی رہ کر سکون واطمینان کے ساتھ شاہی محل میں رہنے لگا۔

(روح البیان ج ۲ ص ۳۷۸)

(۹) سو برس تک مردہ رہے پھر زندہ ہو گئے

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ واقعہ حضرت عزیر بن شرخیا علیہ السلام کا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک نبی ہیں۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر خدا کی طرف سے یہ عذاب آیا کہ بخت نصر بابلی ایک کافر بادشاہ نے بہت بڑی فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور شہر کے ایک لاکھ باشندوں کو قتل کر دیا اور ایک لاکھ کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر کر آباد کر دیا اور ایک لاکھ کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنالیا حضرت عزیر علیہ السلام بھی انہیں قیدیوں میں تھے۔ اس کے بعد اس کافر بادشاہ نے پورے شہر بیت المقدس کو توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیا اور بالکل ویرانہ بنا ڈالا۔

بخت نصر کون تھا؟

قوم عمالقہ کا ایک لڑکا ان کے بت ''نصر'' کے پاس لاوارث پڑا ہوا ملا۔ چونکہ اس کے باپ کا نام کسی کو نہیں معلوم تھا اس لئے لوگوں نے اس کا نام بخت نصر (نصر کا بیٹا) رکھ دیا۔ خدا کی شان یہ لڑکا بڑا ہو کر کہراسف بادشاہ کی طرف سے سلطنت بابل پر گورنر مقرر ہو گیا۔ پھر یہ خود دنیا کا بہت بڑا بادشاہ ہو گیا۔ (جمل علی الجلالین ج ۱ ص ۲۱۲)

کچھ دنوں کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام جب کسی طرح ''بخت نصر'' کی قید سے رہا ہوئے تو ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ اپنے شہر کی ویرانی اور بربادی دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ چاروں طرف چکر لگایا مگر انہیں کسی

انسان کی شکل نظر نہیں آئی۔ ہاں یہ دیکھا کہ وہاں کے درختوں پر خوب زیادہ پھل آئے ہیں جو پک کر تیار ہو چکے ہیں۔ مگر کوئی ان پھلوں کو توڑنے والا نہیں ہے۔ یہ منظر دیکھ کر نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل پڑا اَنّٰی یُحْیِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اس شہر کی ایسی بربادی اور ویرانی کے بعد بھلا کس طرح اللہ تعالیٰ پھر اس کو آباد کرے گا؟ پھر آپ نے کچھ پھلوں کو توڑ کر تناول فرمایا اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا۔ پھر بچے ہوئے پھلوں کو اپنے جھولے میں ڈال لیا اور بچے ہوئے انگور کے شیرہ کو اپنی مشک میں بھر لیا اور اپنے گدھے کو ایک مضبوط رسی میں باندھ دیا اور پھر آپ ایک درخت کے نیچے لیٹ کر سو گئے اور اسی نیند کی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے درندوں، پرندوں، چرندوں اور جن و انسان سب کی آنکھوں سے آپ کو اوجھل کر دیا کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا۔ یہاں تک کہ ستر برس کا زمانہ گزر گیا تو ملک فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ بیت المقدس کے اس ویرانے میں داخل ہوا اور بہت سے لوگوں کو یہاں لا کر بسایا اور شہر کو پھر دوبارہ آباد کر دیا اور بچے کھچے بنی اسرائیل کو جو اطراف و جوانب میں بکھرے ہوئے تھے سب کو بلا بلا کر اس شہر میں آباد کر دیا اور ان لوگوں نے نئی نئی عمارتیں بنا بنا کر اور قسم قسم کے باغات لگا کر اس شہر کو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور بارونق بنا دیا۔ جب حضرت عزیر علیہ السلام کو پورے ایک سو برس وفات کی حالت میں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ گدھا مر کر سڑ کر اس کی سفید سفید گلی سڑی ہڈیاں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور مشک میں رکھا ہوا انگور کا شیرہ بالکل ہی خراب نہیں ہوا ہے۔ نہ پھلوں میں کوئی تغیر نہ شیرے میں کوئی بو باس یا بدمزگی پیدا ہوئی ہے اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب بھی آپ کے سر اور داڑھی کے بال کالے ہی ہیں اور آپ کی عمر وہی چالیس برس کی اب بھی ہے۔ آپ حیران ہو کر سوچ بچار میں پڑے ہوئے تھے کہ آپ پر وحی اتری اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ اے عزیر! آپ کتنے دنوں تک یہاں رہے؟ تو آپ نے یہ خیال کر کے کہ میں صبح کے وقت سویا تھا اور اب عصر کا وقت ہو گیا ہے یہ جواب دیا کہ میں دن بھر یا دن بھر سے کم سوتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں! اے عزیر! تم پورے ایک سو برس یہاں ٹھہرے رہے اب تم ہماری قدرت کا نظارہ کرنے کے لئے ذرا اپنے گدھے کو دیکھو اس

کی ہڈیاں گل سڑ کر بکھر چکی ہیں اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر ڈالو کہ ان میں کوئی خرابی اور بگاڑ نہیں پیدا ہوا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے عزیر! اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ان ہڈیوں کو اٹھا کر اور ان پر گوشت پوست چڑھا کر اس گدھے کو زندہ کرتے ہیں چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ اچانک بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک دم تمام ہڈیاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوڑ سے مل کر گدھے کا ڈھانچہ بن گیا اور لمحہ بھر میں اس ڈھانچے پر گوشت پوست بھی چڑھ گیا اور گدھا زندہ ہو کر اپنی بولی بولنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام نے بلند آواز سے یہ کہا کہ اِعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ؏ یعنی میں یقین اور ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام شہر کا دورہ فرماتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سو برس پہلے آپ کا مکان تھا۔ تو نہ کسی نے آپ کو پہچانا نہ آپ نے کسی کو پہچانا۔ ہاں البتہ یہ دیکھا کہ ایک بہت ہی بوڑھی اور اپاہج عورت مکان کے پاس بیٹھی ہوئی ہے، جس نے اپنے بچپن میں حضرت عزیر علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہی عزیر کا مکان ہے؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں۔ پھر بڑھیا نے کہا کہ عزیر کا کیا ذکر ہے؟ ان کو تو سو برس ہو گئے کہ وہ بالکل ہی لاپتہ ہو چکے ہیں۔ یہ کہہ کر بڑھیا رونے لگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے بڑھیا! میں ہی عزیر ہوں تو بڑھیا! مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سو برس مردہ رکھا پھر مجھ کو زندہ فرما دیا ہے اور میں اپنے گھر آ گیا ہوں۔ تو بڑھیا نے کہا کہ حضرت عزیر تو ایسے باکمال تھے کہ ان کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی اگر آپ واقعی حضرت عزیر ہیں تو میرے لئے دعا کر دیجئے کہ میری آنکھوں میں روشنی آ جائے اور میرا فالج اچھا ہو جائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کر دی تو بڑھیا انکھیاری ہو گئی اور اس کا فالج بھی اچھا ہو گیا پھر اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو پہچان لیا اور بول اٹھی کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ آپ یقیناً حضرت عزیر علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر وہ بڑھیا آپ کو لے کر بنی اسرائیل کے محلہ میں گئی۔ اتفاق سے وہ سب لوگ ایک مجلس میں جمع تھے اور آپ کے چند پوتے بھی تھے جو سب بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں شہادت دی اور اعلان کیا کہ اے لوگو! بلاشبہ یہ حضرت عزیر ہی ہیں مگر کسی نے بھی بڑھیا کی بات کو صحیح نہیں مانا۔ اتنے میں ان کے لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا مسہ تھا جو چاند کی شکل کا تھا چنانچہ آپ نے اپنا کرتہ اتار کر دکھایا تو

وہ مسہ موجود تھا۔ پھر لوگوں نے کہا کہ حضرت عزیر کو تو تورات زبانی یاد تھی۔ اگر آپ عزیر ہیں تو زبانی تورات پڑھ کر سنایئے۔ آپ نے بغیر کسی جھجک کے فوراً پوری تورات پڑھ کر سنا دی بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو تباہ کرتے وقت چالیس ہزار تورات کے عالموں کو چن چن کر قتل کر دیا تھا اور تورات کی کوئی جلد بھی اس نے زمین پر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت عزیر نے تورات صحیح پڑھی ہے یا نہیں؟ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جس دن ہم لوگوں کو بخت نصر نے گرفتار کیا تھا اس دن ایک ویرانے میں ایک انگور کی بیل کی جڑ میں توریت کی ایک جلد دفن کر دی گئی تھی اگر تم لوگ میرے دادا کے انگور کی جگہ کی نشان دہی کر دو تو میں تورات کی ایک جلد برآمد کر دوں گا۔ اس وقت پتہ چل جائے گا کہ حضرت عزیر نے جو تورات پڑھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ چنانچہ لوگوں نے تلاش کر کے اور زمین کھود کر تورات کی جلد نکال لی تو وہ حرف بہ حرف حضرت عزیر کی زبانی یاد کی ہوئی تورات کے مطابق تھی۔ یہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز ماجرا دیکھ کر سب لوگوں نے ایک زبان ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بیشک حضرت عزیر علیہ السلام یہی ہیں اور یقیناً یہ خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے یہ غلط اور مشرکانہ عقیدہ یہودیوں میں پھیل گیا کہ معاذ اللہ۔ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ آج تک دنیا بھر کے یہودی اس باطل عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

(تفسیر جمل علی الجلالین ج ۱ ص ۲۱۲ تا ص ۲۱۵)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ

یا اس (حضرت عزیر) کی طرح جو ایک بستی (بیت المقدس) پر گزرے اور وہ اپنی چھتوں کے بل ڈھئی پڑی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ اس (بستی) کو اس کی موت کے بعد اللہ کیونکر جلائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر ان کو زندہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کتنے دن یہاں ٹھہرے؟ تو انہوں نے کہا کہ دن بھر ٹھہرا ہوں گا۔ یا

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ " قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " ٥
(البقرہ رکوع ۳۵)

کچھ کم تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں! آپ تو ایک سو برس یہاں ٹھہرے رہے ہیں اور آپ اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھ لیجئے کہ وہ سڑی نہیں ہے اور اپنے گدھے کو دیکھئے

(جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور اس لئے ہوا کہ ہم آپ کو لوگوں کے لئے اللہ کی نشانی بنا دیں۔ اور ان ہڈیوں کو دیکھو کہ کیونکہ ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں۔ پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ ان پر ظاہر ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

درسِ ہدایت

(۱) ان آیتوں میں صاف صاف موجود ہے کہ ایک ہی جگہ پر ایک ہی آب و ہوا میں حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا تو مر کر گل سڑ گیا اور اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئیں۔ مگر پھلوں اور شیرہ انگور' خود حضرت عزیر علیہ السلام کی ذات میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سو برس میں ان کے بال بھی سفید نہیں ہوئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی قبرستان کے اندر ایک ہی آب و ہوا میں اگر بعض مردوں کی لاشیں گل سڑ کر فنا ہو جائیں اور بعض بزرگوں کی لاشیں سلامت رہ جائیں اور ان کے کفن بھی میلے نہ ہوں ایسا ہو سکتا ہے۔ بلکہ بارہا ایسا ہوا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کا یہ قرآنی واقعہ اس کی بہترین دلیل ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) بیت المقدس کی تباہی اور ویرانی دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام غم میں ڈوب گئے اور فکر مند ہو کر یہ کہہ دیا کہ اس شہر کی بربادی اور ویرانی کے بعد کیونکر اللہ تعالیٰ اس شہر کو دوبارہ آباد فرمائے گا؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے وطن اور شہر سے محبت کرنا اور الفت رکھنا یہ صالحین اور اللہ والوں کا طریقہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۰) تابوت سکینہ

یہ شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ آپ

کی آخری زندگی تک آپ کے پاس ہی رہا۔ پھر بطور میراث کے یکے بعد دیگرے آپ کی اولاد کو ملتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا اور آپ کے بعد آپ کی اولاد بنی اسرائیل کے قبضے میں رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مل گیا تو آپ اس میں توارات شریف اور اپنا خاص خاص سامان رکھنے لگے۔

یہ بڑا ہی مقدس اور بابرکت صندوق تھا۔ بنی اسرائیل جب کفار سے جہاد کرتے تھے اور بنی اسرائیل جب کفار کے لشکروں کی کثرت اور ان کی شوکت دیکھ کر سہم جاتے اور ان کے سینوں میں دل دھڑکنے لگتے تو وہ اس صندوق کو اپنے آگے رکھ لیتے تھے تو اس صندوق سے ایسی رحمتوں اور برکتوں کا ظہور ہوتا تھا کہ مجاہدین کے دلوں میں سکون و اطمینان کا سامان پیدا ہو جاتا تھا اور مجاہدین کے سینوں میں لرزتے ہوئے دل پتھر کی چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہو جاتے تھے اور جس قدر صندوق آگے بڑھتا تھا آسمان سے نَصْرٌ" مِّنَ اللہِ وَفَتْحٌ" قَرِیْب" کی بشارت عظمیٰ نازل ہوا کرتی اور فتح مبین حاصل ہو جایا کرتی تھی اور جب بنی اسرائیل میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا تھا تو لوگ اسی صندوق سے فیصلہ کراتے تھے اور اس صندوق سے فیصلہ کی آواز اور فتح کی بشارت سنی جاتی تھی۔ بنی اسرائیل اس صندوق کو اپنے آگے رکھ کر اور اس کو وسیلہ بنا کر دعائیں مانگتے تھے تو ان کی دعائیں مقبول ہوتی تھیں اور بلاؤں کی مصیبتیں اور دباؤں کی آفتیں ٹل جایا کرتی تھیں۔ الغرض یہ صندوق بنی اسرائیل کے لئے تابوت سکینہ اور برکت و رحمت کا خزانہ تھا اور نصرت خداوندی کے نزول کا نہایت مقدس اور بہترین ذریعہ تھا۔ مگر جب بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں ملوث ہو گئے۔ اور ان لوگوں میں معاصی و طغیان اور سرکشی و عصیان کا دور دورہ ہو گیا تو ان کی بداعمالیوں کی نحوست سے ان پر خدا کا یہ غضب نازل ہو گیا کہ قوم عمالقہ کے کفار نے ایک لشکر جرار کے سات ان لوگوں پر حملہ کر دیا اور ان کافروں نے بنی اسرائیل کا قتل عام کر کے ان کی بستیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ عمارتوں کو توڑ پھوڑ کر سارے شہر کو تہس نہس کر ڈالا اور اس متبرک صندوق کو بھی اٹھا کر لے گئے اور اس مقدس تبرک کو نجاستوں کے کوڑے خانہ میں پھینک دیا لیکن اس بے ادبی کا قوم عمالقہ پر یہ وبال پڑا کہ یہ لوگ طرح طرح کی بیماریوں اور بلاؤں کے ہجوم میں جھنجھوڑ دیئے گئے۔ چنانچہ قوم عمالقہ کے پانچ شہر بالکل برباد اور ویران ہو گئے یہاں تک کہ ان کافروں کو یقین ہو گیا کہ یہ صندوق رحمت کی بے ادبی کا

عذاب ہم پر پڑ گیا ہے تو ان کافروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس مقدس صندوق کو ایک بیلی گاڑی پر لاد کر بیلوں کو بنی اسرائیل کی بستیوں کی طرف ہانک دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو مقرر فرما دیا جو اس مبارک صندوق کو بنی اسرائیل کے نبی حضرت شمویل علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ اس طرح پھر بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی نعمت دوبارہ ان کو مل گئی اور یہ صندوق ٹھیک اس وقت حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ جب کہ حضرت شمویل علیہ السلام نے طالوت کو بادشاہ بنا دیا تھا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے اور یہی شرط ٹھہری تھی کہ مقدس صندوق آ جائے تو ہم طالوت کی بادشاہی تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ صندوق آ گیا اور بنی اسرائیل طالوت کی بادشاہی پر رضامند ہو گئے۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۸۶ و صاوی ج ا ص ۲۰۱)

تابوت سکینہ میں کیا تھا؟

اس مقدس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی مقدس جوتیاں اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی تورات کی تختیوں کے چند ٹکڑے۔ کچھ من و سلویٰ۔ اس کے علاوہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صورتوں کے حلیے وغیرہ سب سامان تھے۔ (جلالین، روح البیان، صاوی وغیرہ)

قرآن مجید میں خداوند قدوس نے سورہ بقرہ میں اس مقدس صندوق کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرہ رکوع ۳۲)

اور ان کے نبی (حضرت شمویل) نے فرمایا کہ اس (طالوت) کی بادشاہی کا نشان یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے دلوں کا چین اور حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے کچھ تبرکات ہیں۔ فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر لائیں گے۔ یقیناً اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو!

درسِ ہدایت

بنی اسرائیل کی صندوق کے اس واقعہ سے چند مسائل وفوائد پر روشنی پڑتی ہے۔ جو یاد رکھنے کے قابل ہیں! (۱) معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی خداوند قدوس کے دربار میں بڑی عزت وعظمت ہے اور ان کے ذریعہ مخلوق خدا کو بڑے بڑے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں۔ دیکھ لو! اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوتیاں، آپ کا عصا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی تھی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ صندوق اس قدر مقبول اور مکرم ومعظم ہوگیا کہ فرشتوں نے اس کو اپنے نورانی کندھوں پر اٹھا کر حضرت شمویل علیہ السلام کے دربار نبوت میں پہنچایا اور خداوند قدوس نے قرآن مجید میں اس بات کی شہادت دی کہ فِیۡهِ سَكِیۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ.

یعنی اس صندوق میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ یعنی مومنوں کے قلوب کا اطمینان، اور ان کی روحوں کی تسکین کا سامان تھا۔ مطلب یہ کہ اس پر رحمت الٰہی کے انوار وبرکات کا نزول اور اس پر رحمتوں کی بارش ہوا کرتی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات جہاں اور جس جگہ بھی ہوں گے ضرور ان پر رحمت خداوندی کا نزول ہوگا۔ اور اس پر نازل ہونے والی رحمتوں اور برکتوں سے مومنین کو سکون قلب اور اطمینان روح کے فیوض وبرکات ملتے رہیں گے۔

(۲) جس صندوق میں اللہ والوں کے لباس وعصا اور جوتیاں ہوں جب اس صندوق پر اطمینان کا سکینہ اور انوار وبرکات کا خزینہ خدا کی طرف سے اترنا قرآن سے ثابت ہے۔ تو بھلا جس قبر میں ان بزرگوں کا پورا جسم رکھا ہوگا کیا ان قبروں پر رحمت وبرکت اور سکینہ و اطمینان نہیں اترے گا؟ ہر وہ عاقل انسان جس کو خداوند عالم نے بصارت کے ساتھ ساتھ ایمانی بصیرت بھی عطا فرمائی ہے وہ ضرور اس بات پر ایمان لائے کہ جب بزرگوں کے لباس اور ان کی جوتیوں پر سکینہ رحمت کا نزول ہوتا ہے تو ان بزرگوں کی قبروں پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔ تو جو مسلمان ان مقدس قبروں کے پاس حاضر ہوگا ضرور اس پر بھی بارش انوار ورحمت کے چند قطرات برس ہی جائیں گے۔ کیونکہ جو موسلا دھار بارش میں کھڑا ہوگا۔ ضرور اس کا کپڑا اور بدن بھیگے گا۔ جو دریا میں غوطہ لگائے گا ضرور اس کا بدن پانی سے تر

ہوگا۔ جو عطر کی دکان پر بیٹھے گا ضرور اس کو خوشبو نصیب ہوگی۔

تو ثابت ہو گیا کہ جو بزرگوں کی قبروں پر حاضری دیں گے ضرور وہ فیوض و برکات کی دولتوں سے مالا مال ہوں گے اور ضرور ان پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہوگا جس سے ان کے مصائب و آلام دفع ہوں گے اور دین و دنیا کے فوائد و منافع حاصل ہوں گے! (۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کے تبرکات یا ان کی قبروں کی اہانت و بے ادبی کریں گے وہ ضرور ضرور قہر قہار اور غضب جبار میں گرفتار ہوں گے قوم عمالقہ نے جنہوں نے اس صندوق کی بے ادبی کی تھی ان پر ایسا قہر الٰہی کا پہاڑ ٹوٹا کہ وہ بلاؤں ہجوم سے بلبلا اٹھے اور کافر ہوتے ہوئے انہوں نے اس بات کو مان لیا کہ ہم پر بلاؤں اور وباؤں کا حملہ اسی صندوق کی بے ادبی کی وجہ سے ہوا ہے۔ چنانچہ اسی لئے ان لوگوں نے اس مقدس صندوق کو بیل گاڑی پر لاد کر بنی اسرائیل کی بستی میں بھیج دیا تا کہ وہ لوگ غضب الٰہی کی بلاؤں کے پنجہ قہر سے نجات پا لیں۔

(۴) جب اس صندوق کی برکت سے بنی اسرائیل کو جہاں میں فتح مبین ملتی تھی۔ تو ضرور بزرگوں کی قبروں سے بھی مومنین کی مشکلات دفع ہوں گی اور مرادیں پوری ہوں گی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ بزرگوں کے لباس سے کہیں زیادہ اثر رحمت بزرگوں کے بدن میں ہوگا!

(۵) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قوم سرکشی اور عصیان کے طوفان میں پڑ کر اللہ و رسول کی نافرمان ہو جاتی ہے اس قوم کی نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے پڑھ لیا کہ جب بنی اسرائیل سرکش ہو کر خدا کے نافرمان ہو گئے اور قسم قسم کی بدکاریوں میں پڑ کر گناہوں کا بھوت ان کے سروں پر عفریت بن کر سوار ہو گیا۔ تو ان کے جرموں کی نحوستوں نے انہیں یہ برا دن دکھایا کہ صندوق سکینہ ان کے پاس سے قوم عمالقہ کے کفار اٹھا لے گئے اور بنی اسرائیل کئی برسوں تک اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) ذبح ہو کر زندہ ہو جانے والے پرندے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ خداوند قدوس کے دربار میں یہ عرض کیا کہ یا اللہ! تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟

میں اس پر ایمان تو رکھتا ہوں۔ لیکن میری تمنا یہ ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تا کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چار پرندوں کو پالو اور ان کو خوب کھلا پلا کر اچھی طرح ہلا ملا لو۔ پھر تم انہیں ذبح کر کے اور ان کا قیمہ بنا کر اپنے گرد و نواح کے چند پہاڑوں پر تھوڑا تھوڑا گوشت رکھ دو۔ پھر ان پرندوں کو پکارو۔ تو وہ پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آ جائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرغ۔ ایک کبوتر' ایک گدھ' ایک مور ان چار پرندوں کو پالا اور ایک مدت تک ان چاروں پرندوں کو کھلا پلا کر خوب ہلا ملا لیا۔ پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان چاروں کا قیمہ بنا کر تھوڑا تھوڑا گوشت اطراف و جوانب کے پہاڑوں پر رکھ دیا اور دور سے کھڑے ہو کر ان پرندوں کا نام لے کر پکارا کہ یَآ اَیُّهَا الدِّیْکُ (اے مرغ) یَآ اَیَّتُهَا الْحَمَامَةُ (اے کبوتر) یَآ اَیُّهَا النَّسْرُ (اے گدھ) یَآ اَیُّهَا الطَّاؤسُ (اے مور) آپ کی پکار پر ایک دم پہاڑوں سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہو گیا اور ہر پرند کا گوشت پوست' ہڈی پر الگ ہو کر چار پرند تیار ہو گئے اور وہ چاروں پرند بلا سروں کے دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے سروں سے جڑ کر دانہ چگنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے مردوں کے زندہ ہونے کا منظر دیکھ لیا اور ان کے دل کو اطمینان و قرار مل گیا۔ (جمل ج ۱ ص ۲۱۷ بیضاوی)

اس واقعہ کا ذکر خداوند کریم نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا کہ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (البقرۃ رکوع ۳۵)

اور جب حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ کیونکر مردہ جلائے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی کیوں نہیں۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر انہیں بلاؤ تو وہ آپ کے

پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ اور یہ یقین رکھو کہ اللہ بڑا غالب، بڑی حکمت والا ہے۔

درسِ ہدایت

مذکورہ بالا قرآنی واقعہ سے مندرجہ ذیل چند مسائل پر خاص طور سے روشنی پڑتی ہے۔ ان کو بغور پڑھیے اور ہدایت کا نور حاصل کیجئے اور دوسروں کو بھی روشنی دکھایئے!

مردوں کو پکارنا

چاروں پرندوں کو قیمہ بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہاڑوں پر رکھ دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ یعنی ان مردہ پرندوں کو پکارو۔ چنانچہ آپ نے چاروں کو نام لے کر پکارا۔ تو اس سے یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں ہے کیونکہ جب مردہ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے پکارنے کا حکم فرمایا اور ایک جلیل القدر پیغمبر نے ان مردوں کو پکارا تو ہرگز ہرگز یہ شرک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نہ خداوند کریم کبھی بھی کسی کو شرک کا حکم دے گا نہ کوئی نبی ہرگز ہرگز کبھی شرک کا کام کر سکتا ہے۔ تو جب مرے ہوئے پرندوں کو پکارنا شرک نہیں تو وفات پائے ہوئے خدا کے ولیوں اور شہیدوں کو پکارنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے؟ جو لوگ ولیوں اور شہیدوں کے پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور یا غوث کا نعرہ لگانے والوں کو مشرک کہتے ہیں۔ انہیں تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنا چاہیے۔ تا کہ اس قرآنی واقعہ کی روشنی میں انہیں ہدایت کا نور نظر آ جائے اور وہ اہل سنت کے طریقے پر صراط مستقیم کی شاہراہ پر چل پڑیں (واللہ الموفق)

تصوف کا ایک نکتہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو ذبح کیا ان میں سے ہر پرند ایک بری خصلت میں مشہور ہے۔ مثلاً مور کو اپنی شکل وصورت کی خوبصورتی پر گھمنڈ ہوتا ہے اور مرغ میں کثرت شہوت کی بری خصلت ہے اور گدھ میں حرص اور لالچ کی بری عادت ہے اور کبوتر کو اپنی بلند پروازی اور اونچی اڑان پر نخوت وغرور ہوتا ہے۔ تو ان چاروں پرندوں کے ذبح کرنے سے ان چاروں خصلتوں کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ چاروں پرند ذبح کیے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ ہونے کا منظر نظر آیا اور ان کے

دل میں نورِ اطمینان کی تجلی ہوئی۔ جس کی بدولت انہیں نفس مطمئنہ کی دولت مل گئی تو جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا دل زندہ ہو جائے اور اس کو نفس مطمئنہ کی دولت نصیب ہو جائے اس کو چاہیے کہ مرغ ذبح کرے یعنی اپنی شہوت پر چھری پھیر دے اور مور کو ذبح کرے یعنی اپنی شکل وصورت اور لباس کے گھمنڈ کو ذبح کر ڈالے اور گدھ کو ذبح کرے یعنی حرص اور لالچ کا گلا کاٹ ڈالے اور کبوتر کو ذبح کرے یعنی اپنی بلند پروازی اور اونچے مرتبوں کے غرور و نخوت پر چھری چلا دے۔ اگر کوئی ان چاروں بری خصلتوں کو ذبح کر ڈالے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے دل کے زندہ ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس کو نفس مطمئنہ کی سرفرازی کا ثبوت حاصل ہو جائے گا (واللہ تعالیٰ اعلم) (جمل ج ا ص ۲۱۷ و بیضاوی وغیرہ)

(۱۲) طالوت کی بادشاہی

بنی اسرائیل کا نظام یوں چلتا تھا کہ ہمیشہ ان لوگوں میں ایک بادشاہ ہوتا تھا۔ جو ملکی نظام چلاتا تھا اور ایک نبی ہوتا تھا جو نظام شریعت اور دینی امور کی ہدایت و رہنمائی کیا کرتا تھا اور یوں دستور چلا آتا تھا کہ بادشاہی یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں رہتی تھی اور نبوت لادی بن یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا طرہ امتیاز تھا۔ حضرت شمویل علیہ السلام جب نبوت سے سرفراز کئے گئے تو ان کے زمانے میں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ تو بنی اسرائیل نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کسی کو ہمارا بادشاہ بنا دیجئے تو آپ نے حکم خداوندی کے مطابق ''طالوت'' کو بادشاہ بنا دیا۔ جو بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے بڑا عالم تھا۔ لیکن بہت ہی غریب و مفلس تھا۔ چمڑا پکا کر یا بکریوں کی چرواہی کر کے زندگی بسر کرتا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کو اعتراض ہوا کہ طالوت شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کیونکہ اور کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے؟ اس سے زیادہ تو بادشاہت کے حقدار ہم لوگ ہیں۔ کیونکہ ہم لوگ شاہی خاندان سے ہیں۔ پھر طالوت کے پاس کچھ زیادہ مال بھی نہیں ہے۔ ایک غریب و مفلس انسان بھلا تخت شاہی کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے؟ بنی اسرائیل کے ان اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت شمویل علیہ السلام نے یہ تقریر فرمائی کہ۔

''طالوت کو میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہی کے لئے چن لیا ہے اور ملک اللہ

ہی کا ہے وہ جس کو چاہے اپنا ملک عطا فرمادے اور اگر طالوت کے پاس مال و دولت نہیں تو کیا ہوا؟ دیکھو وہ کتنا طاقتور ہے اور کتنا بڑا صاحب علم ہے اور سلطنت چلانے کے لئے مال سے زیادہ طاقت اور علم کی ضرورت ہے۔ پھر ان باتوں کے علاوہ وہ طالوت کی بادشاہی کا نشان یہ ہے کہ وہ تمہارا صندوق جو تم سے چھین لیا گیا ہے وہ تمہارے پاس آ جائے گا''

(البقرہ رکوع ۳۲)

چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد چار فرشتے صندوق لے کر آ گئے اور صندوق کو حضرت شمویل کے پاس رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر تمام بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی کو تسلیم کر لیا اور آپ نے بادشاہ بن کر نہ صرف انتظام ملکی کو سنبھالا۔ بلکہ بنی اسرائیل کی فوج بھرتی کر کے قوم عمالقہ کے کفار سے جہاد بھی فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں فرماتے ہوئے اس طرح ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ ان لوگوں (بنی اسرائیل) نے کہا کہ ہم پر اس کی بادشاہی کیوں کر ہو گی؟ حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اللہ نے تم پر (بادشاہی کے لئے) چن لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں کشادگی دی ہے اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہے عطا فرمادے اور اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔ اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آ جائے گا تمہارے پاس وہ صندوق جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے ترکہ کی بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ جس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بے شک اس میں تمہارے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

(سورہ بقرہ رکوع ۳۲)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے جہاں بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک بہت ہی واضح درس یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نوازش کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہ چاہے تو چھوٹے سے

چھوٹے آدمی کو منٹوں بلکہ سکنڈوں میں بڑے سے بڑا آدمی بنا دے۔ دیکھ لو حضرت طالوت ایک بہت ہی کم درجے کے آدمی تھے اور اتنے مفلس تھے کہ یا تو دبگر تھے جو چمڑے کو دباغت دے کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ یا بکریاں چرا کر اس کی اجرت سے گزربسر کرتے تھے۔ مگر لمحہ بھر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں صاحب تخت و تاج بنا کر بادشاہ بنا دیا۔

(۲) اس واقعہ سے اور قرآن مجید کی عبارت سے معلوم ہوا کہ جسمانی توانائی اور علم کی وسعت بادشاہی کے لئے مالداری سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر جسمانی طاقت اور علم کے نظام ملکی کو چلانا اور سلطنت کا انتظام کرنا تقریباً محال اور ناممکن ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ علم کا درجہ مال سے بہت بلند تر ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۳) حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح بادشاہ بنے؟

جب طالوت بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے تیار کیا۔ اور ایک کافر بادشاہ "جالوت" سے جنگ کرنے کے لئے اپنی فوج کو لے کر میدان جنگ میں نکلے۔ جالوت بہت ہی قد آور اور نہایت ہی طاقتور بادشاہ تھا وہ اپنے سر پر لوہے کی جو ٹوپی پہنتا تھا اس کا وزن تین سو رطل تھا۔ جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں لڑائی کے لئے صف آرائی کر چکیں تو حضرت طالوت نے اپنے لشکر میں یہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا۔ میں اپنی شہزادی کا نکاح اس کے ساتھ کر دوں گا اور اپنی آدھی سلطنت بھی اس کو عطا کر دوں گا۔ یہ فرمان شاہی سن کر حضرت داؤد علیہ السلام آگے بڑھے جو ابھی بہت ہی کمسن تھے اور بیماری سے چہرہ زرد ہو رہا تھا اور غربت و مفلسی کا یہ عالم تھا کہ بکریاں چرا کر اس کی اجرت سے گزربسر کرتے تھے۔ روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام گھر سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے تھے راستہ میں ایک پتھر یہ بولا کہ اے حضرت داؤد! مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر ہوں۔ پھر دوسرے پتھر نے آپ کو پکارا کہ اے حضرت داؤد مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کا پتھر ہوں۔ پھر ایک تیسرے پتھر نے آپ کو پکار کر عرض کیا کہ اے حضرت داؤد! مجھے اٹھا لیجئے کیونکہ میں جالوت کا قاتل ہوں۔ آپ نے ان تینوں پتھروں کو اٹھا کر اپنے جھولے میں رکھ لیا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنی گوپھن لے کر صفوں سے

آگے بڑھے اور جب جالوت پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے ان تینوں پتھروں کو اپنی گوپھن میں رکھ کر اور بسم اللہ پڑھ کر گوپھن سے تینوں پتھروں کو جالوت کے اوپر پھینکا اور یہ تینوں پتھر جا کر جالوت کی ناک اور کھوپڑی پر لگے اور اس کے بھیجے کو پاش پاش کر کے سر کے پیچھے سے نکل کر تیس جالوتیوں کو لگے اور سب کے سب مقتول ہو کر گر پڑے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کی لاش گھسیٹتے ہوئے لا کر اپنے بادشاہ حضرت طالوت کے قدموں میں ڈال دیا اس پر حضرت طالوت اور بنی اسرائیل بے حد خوش ہوئے۔ جالوت کے قتل ہو جانے سے اس کا لشکر بھاگ نکلا اور حضرت طالوت کی فتح مبین ہوگئی اور اپنے اعلان کے مطابق حضرت طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اپنی آدھی سلطنت کا ان کو سلطان بنا دیا۔ پھر پورے چالیس برس کے بعد حضرت طالوت بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام پوری سلطنت کے بادشاہ بن گئے اور جب حضرت شمویل علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ نبوت سے بھی سرفراز فرما دیا۔ آپ سے پہلے سلطنت اور نبوت دونوں اعزاز ایک ساتھ کسی کو بھی نہیں ملا تھا۔ آپ پہلے شخص ہیں کہ ان دونوں عہدوں پر فائز ہو کر ستر برس تک سلطنت اور نبوت دونوں منصبوں کے فرائض پورے کرتے رہے۔ اور پھر آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور نبوت دونوں مرتبوں سے سرفراز فرمایا (جمل علی الجلالین ج ا ص ۲۰۸)

اس واقعہ کا اجمالی بیان قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اس طرح ہے کہ۔

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ (البقرہ رکوع ۳۳)	اور حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے انہیں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں جو چاہا سکھا دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذریعہ معاش

حضرت داؤد علیہ السلام باوجودیکہ ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ تھے مگر ساری عمر وہ اپنے ہاتھ کی دستکاری کی کمائی سے اپنے خوردونوش کا سامان کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو وہ موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا اور

آپ اس سے زرہیں بنایا کرتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولی بھی سکھا دی تھی۔ (قرآن مجید)

درسِ ہدایت

حضرت طالوت کی سرگزشت کی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی مقدس زندگی سے یہی سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنا فضل و کرم فرماتا ہے تو ایک لمحہ میں رائی کو پہاڑ اور ذرہ کو آفتاب بنا دیتا ہے۔ غور کرو کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک کمسن لڑکے تھے اور خود نہایت ہی مفلس اور ایک غریب باپ کے بیٹے تھے۔ مگر اچانک اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنے عظیم اور بڑے بڑے مراتب و درجات کے اعزاز سے سرفراز فرما دیا کہ ان کے سر پر تاج شاہی رکھ کر انہیں بادشاہ بنا دیا اور ایک بادشاہ کی شہزادی ان کے نکاح میں آئی اور پھر نبوت کا مرتبہ بلند انہیں عطا فرما دیا کہ اس سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی بلند مرتبہ ہو سکتا ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا جلوہ دیکھو کہ جالوت جیسے جابر اور طاقتور بادشاہ کا قاتل حضرت داؤد علیہ السلام کو بنا دیا جو ایک کمسن لڑکے اور بیمار تھے۔ اور وہ بھی ان کے تین پتھروں سے قتل ہوا۔ حالانکہ جالوت کے سامنے ان چھوٹے چھوٹے تین پتھروں کی کیا حقیقت تھی؟ جب کہ وہ تین سو رطل وزن کی فولادی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ایک چیونٹی کو ہاتھی پر غالب کر دے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ہاتھی ایک چیونٹی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

(۲) واقعہ مذکورہ بالا میں آپ نے پڑھ لیا کہ طالوت دباغی یعنی چمڑا پکانے کا پیشہ کرتے تھے یا بکریاں چراتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی پہلے بکریاں چرایا کرتے تھے اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنا دیا اور نبوت کے شرف سے بھی سرفراز فرما دیا تو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش زرہیں بنانے کے پیشے کو بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رزق حلال طلب کرنے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرنا خواہ وہ دبگری ہو یا چرواہی ہو یا لوہاری ہو یا کپڑا بننا ہو الغرض کوئی پیشہ ہرگز ہرگز نہ ذلیل ہے نہ ان پیشوں کے ذریعہ روزی حاصل کرنے والوں کے لئے کوئی ذلت ہے۔ جو لوگ بنکروں اور دوسرے پیشہ وروں کو محض ان کے پیشہ کی بنا پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں وہ انتہائی جہالت و گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں رزق حلال طلب

کرنے کے لئے کوئی جائز پیشہ اختیار کرنا یہ انبیاء و مرسلین اور صالحین کا مقدس طریقہ ہے لہٰذا ہرگز ہرگز پیشہ ور مسلمان کو حقیر و ذلیل نہیں شمار کرنا چاہیے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پیشہ ور مسلمان ان لوگوں سے ہزاروں درجہ بہتر ہیں جو سرکاری نوکریوں اور رشوتوں اور دھوکہ دہی کے ذریعہ رقمیں حاصل کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور اپنے شریف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ شرعاً اس سے زیادہ ذلیل کون ہوگا جس کی کمائی حلال نہ ہو یا مشتبہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۳) محراب مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کے والد کا نام ''عمران'' اور ماں کا نام ''حنہ'' تھا۔ جب بی بی مریم اپنی ماں کے شکم میں تھیں اس وقت ان کی ماں نے یہ منت مان لی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کردوں گی۔ چنانچہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ تو ان کی والدہ ان کو بیت المقدس میں لے کر گئیں اس وقت بیت المقدس کے تمام عالموں اور عابدوں کے امام حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کو اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا اور بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام مردوں سے الگ ایک محراب بنا کر حضرت مریم کو اس محراب میں ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت مریم اس محراب میں اکیلی خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام محراب میں ان کی خبر گیری اور خورد نوش کا انتظام کرنے کے لئے آتے جاتے رہے۔ چند ہی دنوں میں حضرت مریم کی محراب کے اندر یہ کرامت نمودار ہوئی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں جاتے تو وہاں جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے تمہارے پاس آتے ہیں؟ تو حضرت مریم یہ جواب دیتیں کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب روزی عطا فرماتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نبوت کے شرف سے نوازا تھا۔ مگر ان کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا موجزن تھی اور بارہا انہوں نے گڑگڑا گڑگڑا کر خدا سے فرزند ملنے کی دعا بھی مانگی تھی۔

مگر خدا کی شان بے نیازی کہ باوجود اس کے اب تک ان کو کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے حضرت مریم کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسم کا پھل آتا ہے تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ میری عمر اب اتنی ضعیفی کی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ مگر وہ اللہ جو حضرت مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے وہ قادر ہے کہ مجھے بھی بے موسم کے اولاد کا پھل عطا فرماتا۔ چنانچہ آپ نے محراب مریم میں دعا مانگی اور آپ کی دعا مقبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام خود خداوند عالم نے ''یحیٰ'' رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف بھی عطا فرمایا۔ قرآن مجید میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝

(آل عمران رکوع ۴)

جب حضرت زکریا محراب میں داخل ہوتے تو اس (مریم) کے رزق پاتے۔ آپ نے کہا کہ اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ وہ بولیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اسی جگہ حضرت زکریا نے اپنے رب کو پکارا۔ کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنے پاس سے ستھری اولاد دے بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے تو فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ آپ کو حضرت یحیٰ کی خوشخبری سناتا ہے جو کلمۃ اللہ (حضرت عیسیٰ) کی تصدیق کریں گے اور عورتوں سے ہمیشہ بچنے والے ہوں گے اور نبی اور صالحین میں سے ہوں گے۔

درس ہدایت

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل عبرتوں کی تجلی ہوتی ہے جن سے ہر مسلمان کو سبق حاصل

کرنا بہت ضروری ہے۔

(۱) حضرت مریم با کرامت ولیہ ہیں

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم صاحب کرامت اور مرتبہ ولایت پر فائز ہیں۔ کیونکہ خدا کی طرف سے ان کی محراب میں پھل آتے تھے اور وہ بھی جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں۔ یہ ان کی ایک بہت ہی عظیم الشان اور واضح کرامت ہے۔ جو ان کی ولایت کی شاہد عدل ہے!

(۲) عبادت گاہ مقام مقبولیت ہے

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والے یا اللہ والیاں جس جگہ عبادت کریں۔ وہ جگہ اس قدر مقدس ہو جاتی ہے کہ وہاں رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے اور وہاں پر دعائیں مقبول ہوا کرتی ہیں جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا محراب مریم میں مقبول ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بیت المقدس میں بار بار یہ دعا مانگ چکے تھے مگر ان کی مراد پوری نہیں ہوئی تھی!

(۳) قبروں کے پاس دعا

جہاں اللہ کے مقبول بندے اور مقبول بندیاں چند دنوں بیٹھ کر عبادت کریں جب ان جگہوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں تو ان مقبولان بارگاہ الٰہی کی قبروں کے پاس جہاں ان بزرگوں کا پورا جسم برسہا برس تک رہتا ہے۔ وہاں بھی ضرور دعائیں مقبول ہوں گی۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا۔ تو میں بغداد جا کر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر اپنے اور خدا کے درمیان امام ممدوح کی مبارک قبر کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا تھا تو میری مراد بر آتی تھی۔ اور مسئلہ حل ہو جایا کرتا تھا۔

(اس قسم کے واقعات کے لئے پڑھئے ہماری کتاب اولیاء رجال الحدیث روحانی حکایات)

(۱۵) مقام ابراہیم

یہ ایک مقدس پتھر ہے جو کعبہ معظمہ سے چند گز کی دوری پر رکھا ہوا ہے یہ وہی پتھر ہے

کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ مکرمہ کی تعمیر فرما رہے تھے۔ تو جب دیواریں سر سے اونچی ہو گئیں تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی دیواروں کو مکمل فرمایا یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا اور آپ کے دونوں مقدس قدموں کا اس پتھر پر بہت گہرا نشان پڑ گیا آپ کے قدموں کے مبارک نشان کی بدولت اس مبارک پتھر کی فضیلت و عظمت میں اس طرح چار چاند لگ گئے کہ خداوند قدوس نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں دو جگہ اس کی عظمت کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک جگہ تو یہ ارشاد فرمایا کہ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ یعنی کعبہ مکرمہ میں خدا کی بہت سی روشن اور کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور ان نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی وہ مقام ابراہیم ہے اور دوسری جگہ اس پتھر کی عظمت کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہِیۡمَ مُصَلًّی یعنی اے ایمان والو! کعبہ کے بعد والی دو رکعتوں میں تم لوگ ''مقام ابراہیم'' کو نماز کی جگہ بناؤ۔ یعنی مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھو (البقرہ رکوع ۱۵)

یہ بابرکت پتھر تقریباً چار ہزار برس کا طویل زمانہ گزر گیا کہ اس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدموں کا نشان پڑ گیا تھا۔ چار ہزار برس کا زمانہ گزر گیا کہ یہ پتھر کھلے آسمان کے نیچے زمین پر رکھا ہوا ہے اس پر چار ہزار برساتیں گزر گئیں۔ ہزاروں آندھیوں کے جھونکے اس پر ٹکرائے۔ بارہا حرم کعبہ میں پہاڑی نالوں سے برسات میں سیلاب آیا اور یہ مقدس پتھر سیلاب کے تیز دھاروں میں ڈوبا رہا۔ کروڑوں انسانوں نے اس پر ہاتھ پھیرا مگر اس کے باوجود آج تک حضرت خلیل کے جلیل القدر قدموں کا نشان اس پتھر پر باقی ہے۔ جو بلا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک بہت ہی بڑا اور نہایت ہی معظم معجزہ ہے۔ اور یقیناً یہ پتھر خداوند قدوس کی آیات بینات اور کھلی ہوئی روشن نشانیوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے اور اس کی شان کا یہ عظیم الشان نشان ہر مسلمان کیلئے بہت بڑی عبرت کا سامان ہے کہ خداوند قدوس نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم لوگ میرے مقدس گھر خانہ کعبہ کے طواف کے بعد اسی پتھر کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو۔ تم لوگ نماز تو میرے لئے پڑھو اور سجدہ میرا ادا کرو لیکن مجھے یہ محبوب ہے کہ سجدوں کے وقت تمہاری پیشانیاں اس مقدس پتھر کے پاس زمین پر لگیں کہ جس پتھر پر میرے خلیل جلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان بنا ہوا ہے!

درسِ ہدایت

مسلمانو! مقام ابراہیم کی عظمت شان سے یہ سبق ہے کہ جس جگہ اللہ کے مقدس بندوں کا کوئی نشان موجود ہو وہ جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ عزت وعظمت والی ہے اوراس جگہ خدا کی عبادت خدا کے نزدیک بہت ہی بہتر اور محبوب تر ہے!

اب غور کرو کہ مقام ابراہیم جب حضرت خلیل اللہ کے قدموں کے نشان کی وجہ سے اتنا معظم ومکرم ہوگیا تو خدا کے محبوب اکرم اور حبیب معظم کی قبر انور کی عظمت و بزرگی اور اس کے تقدس وشرف کا کیا عالم ہوگا کہ جہاں حبیب خدا کا صرف نشان ہی نہیں۔ بلکہ خدا کے محبوب اکرم کا پورا جسم انور موجود ہے اور اس زمین کا ذرہ ذرہ انوار نبوت کی تجلیوں سے رشک آفتاب وغیرت مہتاب بنا ہوا ہے۔ مسلمانو! کاش قرآن مجید کی یہ آیتیں لوگوں کی آنکھوں میں ایمانی بصیرت کا نور پیدا کریں تا کہ لوگ قبر انور کی تعظیم وتکریم کر کے دونوں جہان میں مکرم و معظم بن جائیں اور اس کی توہین و بے ادبی کر کے شیطان کے پنجہ گمراہی میں گرفتار نہ ہوں اور جہنم کے عذاب مہین میں نہ پڑ جائیں اور کاش ان چمکتی ہوئی آیات بینات سے نجدیوں اور وہابیوں کو عبرت حاصل ہو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر منور کو مٹی کا ڈھیر کہہ کر اس کی توہین و بے ادبی کرتے رہتے ہیں اور گنبد خضرا کو منہدم کرنے اور گرا کر مسمار کردینے اور نشان قبر مٹا دینے کا پلان بناتے رہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

(۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار معجزات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی نبوت اور معجزات کا اعلان کرتے ہوئے یہ تقریر فرمائی۔ جو قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ہے۔

وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی

وہ رسول میں بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتے ہوئے آئیں گے کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں۔ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ تو

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران رکوع ۵)

وہ فوراً اللہ کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردوں کو جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں بڑی نشانی ہے اگر تم لوگ ایمان رکھتے ہو۔

اس تقریر میں آپ نے اپنے چار معجزات کا اعلان فرمایا (۱) مٹی کے پرند بنا کر ان میں پھونک مار کر ان کو اڑا دینا (۲) مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا (۳) مردوں کو زندہ کرنا (۴) اور جو کچھ کھایا اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر رکھا اس کی خبر دینا۔

اب ان معجزات کی کچھ تفصیل بھی پڑھ لیجئے۔

مٹی کے پرند بنا کر اڑا دینا

جب بنی اسرائیل نے یہ معجزہ طلب کیا۔ کہ مٹی کا پرند بنا کر اڑا دیجئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی کے چمگادر بنا کر ان کو اڑا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پرندوں میں سے چمگادڑ کو اس لیے منتخب فرمایا۔ کہ پرندوں میں سب سے بڑھ کر مکمل اور عجیب وغریب یہی پرندہ ہے کیونکہ اس کے آدمی کی طرح دانت بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ آدمی کی طرح ہنستا بھی ہے۔ یہ بغیر پر کے اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور یہ پرندہ جانوروں کی طرح بچہ جنتا ہے اور اس کو حیض بھی آتا ہے!

روایت ہے کہ جب تک بنی اسرائیل دیکھتے رہتے یہ چمگادڑ اڑتے رہتے اور ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو گر کر مر جاتے تھے۔ ایسا اس لیے ہوتا تھا تاکہ خدا کے پیدا کئے ہوئے اور بندہ خدا کے پیدا کئے پرند میں فرق اور امتیاز باقی رہے (جمل ج ۱ ص ۲۷۴)

مادر زاد اندھوں کو شفا دینا

روایت ہے کہ ایک دن میں پچاس اندھوں اور کوڑھیوں کو آپ کی دعا سے اس شرط پر شفاء حاصل ہوئی کہ وہ ایمان لائیں گے (جمل ج ۱ ص ۲۷۴)

مردوں کو زندہ کرنا

روایت ہے کہ آپ نے چار مردوں کو زندہ فرمایا (۱) عاذر اپنے دوست کو (۲) ایک بڑھیا کے لڑکے کو (۳) ایک عشر وصول کرنے والے کی لڑکی کو (۴) حضرت سام بن نوح علیہ السلام کو!

عاذر

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک مخلص دوست تھے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا۔ تو ان کی بہن نے آپ کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ کا دوست مر رہا ہے۔ اس وقت آپ اپنے دوست سے تین دن کی دوری کی مسافت پر تھے۔ عاذر کے انتقال و دفن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے۔ اور عاذر کی قبر کے پاس تشریف لے گئے۔ اور عاذر کو پکارا۔ تو وہ زندہ ہو کر اپنی قبر سے باہر نکل آیا۔ اور برسوں زندہ رہے اور صاحب اولاد بھی ہوئے۔

بڑھیا کا بیٹا

یہ مر گیا تھا اور لوگ اس کا جنازہ اٹھا کر اس کو دفن کرنے کے لیے لے جا رہے تھے۔ ناگہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا۔ تو وہ آپ کی دعا سے زندہ ہو کر جنازہ سے اٹھ بیٹھا اور کپڑا پہن کر اپنے جنازہ کی چارپائی اٹھائے ہوئے اپنے گھر آیا۔ اور مدتوں زندہ رہا اور اس کے اولاد بھی ہوئی۔

عاشر کی بیٹی

ایک چنگی وصول کرنے والے کی لڑکی مر گئی تھی۔ اس کی موت کے ایک دن بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو گئی۔ اور بہت دنوں تک زندہ رہی۔ اور اس کے کئی بچے بھی ہوئے!

حضرت سام بن نوح

اوپر کے تینوں مردوں کو آپ نے زندہ فرمایا۔ تو بنی اسرائیل کے شریروں نے کہا کہ یہ تینوں درحقیقت مرے ہوئے تھے ہی نہیں۔ بلکہ ان تینوں پر سکتہ طاری تھا۔ اس لیے وہ

ہوش میں آ گئے لہٰذا آپ کسی پرانے مردہ کو زندہ کر کے ہمیں دکھایئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کو وفات پائے ہوئے چار ہزار برس کا زمانہ گزر گیا۔ تم لوگ مجھے ان کی قبر پر لے چلو میں ان کو خدا کے حکم سے زندہ کر دیتا ہوں۔ تو آپ نے ان کی قبر کے پاس جا کر اسم اعظم پڑھا۔ تو فوراً ہی حضرت سام بن نوح علیہ السلام قبر سے زندہ ہو کر نکل آئے۔ اور گھبرائے ہوئے پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی؟ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

جو کھایا اور چھپایا اس کو بتا دیا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکتب میں بنی اسرائیل کے بچوں کو ان کے ماں باپ جو کچھ کھاتے اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر رکھتے تھے وہ سب بتا دیا کرتے تھے۔ اور بچے گھروں میں آ کر اپنے والدین کو سب کچھ بتا دیا کرتے تھے۔ جب والدین نے بچوں سے دریافت کیا کہ تمہیں ان باتوں کی کیسے خبر ہو جایا کرتی ہے؟ تو بچوں نے بتا دیا کہ ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکتب میں بتا دیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر ماں باپ نے بچوں کو مکتب میں جانے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حضرت عیسیٰ جادوگر ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کی تلاش میں بستی کے اندر داخل ہوئے تو بنی اسرائیل نے اپنے سب بچوں کو ایک مکان کے اندر چھپا دیا۔ اور کہہ دیا کہ بچے یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ گھر میں کون ہیں؟ تو شریروں نے کہہ دیا کہ گھر میں سور بند ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا سور ہی ہوں گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے بعد مکان کا دروازہ کھولا تو مکان میں سے سور ہی نکلے۔ اس بات کا بنی اسرائیل میں چرچا ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل نے غیظ و غضب میں بھر کر آپ کے قتل کا منصوبہ اور پلان بنا لیا یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت بی بی مریم آپ کو ساتھ لے کر مصر کو ہجرت کر گئیں اس طرح آپ شریروں کے شر سے محفوظ رہے (جمل ج ۱ ص ۲۰۵)

(۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہودیوں کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو

چونکہ یہودی توراۃ میں پڑھ چکے تھے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ان کے دین کو منسوخ کردیں گے۔ اس لئے یہودی آپ کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس فرمالیا کہ یہودی اپنے کفر پر اڑے رہیں گے اور وہ مجھے قتل کردیں گے تو ایک دن آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ'' یعنی کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کے دین کی طرف تو صرف بارہ یا انیس حواریوں نے یہ کہا ''نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ'' یعنی ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ باقی تمام یہودی اپنے کفر پر جمے رہے۔ یہاں تک کہ جوش عداوت میں ان یہودیوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنالیا اور ایک شخص کو یہودیوں نے جس کا نام ''ططیانوس'' تھا۔ آپ کے مکان میں آپ کو قتل کردینے کے لئے بھیجا۔ اتنے میں اچانک اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک بدلی کے ساتھ بھیجا اور اس بدلی نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آپ کی والدہ جوش محبت میں آپ کے ساتھ چمٹ گئیں تو آپ نے فرمایا کہ اماں جان! اب قیامت کے دن ہماری اور آپ کی ملاقات ہوگی اور بدلی نے آپ کو آسمان پر پہنچا دیا۔ یہ واقعہ بیت المقدس میں شب قدر کی مبارک رات میں وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف بقول علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ ۳۳ برس کی تھی اور بقول علامہ زرقانی شارح مواہب اس وقت آپ کی عمر شریف ایک سو بیس برس کی تھی اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی آخر میں اسی قول کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ (جمل ج ا ص ۲۸۰)

''ططیانوس'' جب بہت دیر مکان سے باہر نہیں نکلا تو یہودیوں نے مکان میں گھس کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ''ططیانوس'' کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا بنا دیا۔ یہودیوں نے ''ططیانوس'' کو حضرت عیسی علیہ السلام سمجھ کر قتل کردیا۔ اس کے بعد جب ططیانوس کے گھر والوں نے غور سے دیکھا تو صرف چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ باقی سارا بدن ططیانوس ہی کا تھا۔ تو اس کے اہل خاندان نے کہا کہ اگر یہ مقتول حضرت عیسیٰ ہیں تو ہمارا آدمی ططیانوس کہاں ہے؟ اور اگر یہ ططیانوس ہے تو حضرت عیسیٰ کہاں گئے؟ اس پر خود یہودیوں میں جنگ و جدال کی نوبت آگئی اور خود یہودیوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کردیا اور بہت سے یہودی قتل ہو گئے۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو

اس طرح بیان فرمایا کہ :

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ○ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

(آلِ عمران ع ۵-۶)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کو ہلاک میں خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔ یاد کرو جب کہ اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے تابعداروں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب پلٹ کر میری طرف آؤ گے تو میں فیصلہ کردوں گا جس بات میں تم سب جھگڑتے تھے۔

آپ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد حضرت مریم نے چھ برس دنیا میں رہ کر وفات پائی (بخاری و مسلم) کی روایت ہے کہ قرب قیامت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے اور دجال و خنزیر کو قتل فرمائیں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور سات برت تک دنیا میں عدل فرما کر وفات پائیں گے اور مدینہ منورہ میں گنبد خضراء کے اندر مدفون ہوں گے! (بہار شریعت وغیرہ)

اور قرآن مجید میں عیسائیوں کا رد کرتے ہوئے یہ بھی نازل ہوا کہ:۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

(النساء رکوع ۲۲)

اور یقیناً یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور اس سے اوپر والی آیت میں ہے کہ:۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ (النساء رکوع ۲۲)

اور یہودیوں نے نہ حضرت عیسیٰ کو قتل کیا نہ ان کو سولی پر لٹکایا بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھ مقتول نہیں ہوئے اور اللہ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو گئے اور سولی پر چڑھائے گئے جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے تو وہ شخص کافر ہے' کیونکہ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ السلام نہ مقتول ہوئے نہ سولی پر لٹکائے گئے۔

(۱۸) عیسائیوں کا مباہلہ سے فرار!

نجران (یمن) کے نصرانیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا۔ یہ چودہ آدمیوں کی جماعت تھی جو سب کے سب نجران کے اشراف تھے اور اس وفد کی قیادت کرنے والے تین شخص تھے۔ (۱) ابوحارثہ بن علقمہ جو عیسائیوں کا پوپ اعظم تھا (۲) اہیب جوان لوگوں کا سردار اعظم تھا (۳) عبدالمسیح جو سردار اعظم کا نائب تھا۔ اور ''عاقب'' کہلاتا تھا۔ یہ سب نمائندے نہایت قیمتی اور نفیس لباس پہن کر عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اپنے قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی نماز ادا کی پھر ابوحارثہ اور ایک دوسرا شخص دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے نہایت کریمانہ لہجے میں ان دونوں سے گفتگو فرمائی اور حسب ذیل مکالمہ ہوا!

نبی علیہ السلام — تم لوگ اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ۔

ابوحارثہ — ہم لوگ پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہو چکے ہیں۔

نبی علیہ السلام — تم لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ تم لوگ صلیب کی پرستش کرتے ہو اور اللہ کے لئے بیٹا بتاتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو۔

ابوحارثہ — آپ لوگ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں کیوں دیتے ہو؟

نبی علیہ السلام — ہم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا کہتے ہیں؟

ابوحارثہ — آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

نبی علیہ السلام — ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ کلمۃ اللہ جو کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے۔

ابوحارثہ — کیا کوئی انسان بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا ہے؟ جب آپ لوگ یہ مانتے ہیں کہ کوئی انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تو پھر آپ لوگوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ ہے۔

نبی علیہ السلام — اگر کسی کا باپ کوئی انسان نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا باپ خدا ہی ہو۔ خداوند تعالیٰ اگر چاہے تو بغیر باپ کے بھی آدمی پیدا ہوسکتا ہے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کو تو بغیر ماں باپ کے اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرما دیا تو جس اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرما دیا اگر اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغمبرانہ طرز استدلال اور حکیمانہ گفتگو سے چاہئے تو یہ تھا کہ یہ وفد اپنی نصرانیت کو چھوڑ کر دامن اسلام میں آجاتا مگر ان لوگوں نے حضور علیہ السلام سے جھگڑنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بحث و تکرار کا سلسلہ بہت دراز ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:-

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آلِ عمران رکوع ۶)

تو آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جو لوگ اس میں آپ سے جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود آتے ہیں اور تم خود آؤ پھر ہم گڑگڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت ڈالیں۔

قرآن کی اس دعوت مباہلہ کو ابوحارثہ نے منظور کر لیا اور طے پایا کہ صبح نکل کر میدان میں مباہلہ کریں گے لیکن جب ابوحارثہ نصرانیوں کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اے میری قوم! تم لوگوں نے اچھی طرح جان لیا اور پہچان لیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں اور خوب یاد رکھو کہ جو قوم کسی نبی برحق کے ساتھ مباہلہ کرتی ہے اس قوم کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح

کر کے اپنے وطن کو واپس چلے چلو اور ہرگز ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو۔ چنانچہ صبح کو ابو حارثہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آیا تو یہ دیکھا کہ آپ حضرت حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے اور حضرت حسن کی انگلی تھامے ہوئے ہیں اور حضرت فاطمہ و حضرت علی آپ کے پیچھے چل رہے ہیں اور آپ ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ میں جب دعا کروں تو تم لوگ ''آمین'' کہنا۔ یہ منظر دیکھ کر ابو حارثہ خوف سے کانپ اٹھا اور کہنے لگا کہ اے گروہ نصاریٰ! میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان چہروں کی بدولت پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر چل پڑے گا۔ لہٰذا اے میری قوم! ہرگز ہرگز مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کہیں بھی کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پھر اس نے کہا کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ہی دین پر قائم رہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا تم لوگ اسلام قبول کرلو تاکہ تم لوگوں کو مسلمانوں کے حقوق حاصل ہو جائیں۔ نصرانیوں نے اسلام قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ پھر میرے لئے تمہارے ساتھ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ سن کر نصرانیوں نے کہا کہ ہم لوگ عربوں سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ آپ ہم سے جنگ نہ کریں اور ہم کو اپنے ہی دین پر قائم رہنے دیں اور ہم بطور جزیہ آپ کو ہر سال ایک ہزار کپڑوں کے جوڑے دیتے رہیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط پر صلح فرمالی اور ان نصرانیوں کے لئے امن و امان کا پروانہ لکھ دیا!

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ نجران والوں پر ہلاکت و بربادی آن پہنچی تھی مگر یہ لوگ بچ گئے اگر یہ لوگ مجھ سے مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کی وادی میں ایسی آگ بھڑک اٹھتی کہ نجران کی کل آبادی یہاں تک کہ چرند اور پرند جل بھن کر راکھ کے ڈھیر بن جاتے اور روئے زمین کے تمام عیسائی سال بھر میں فنا ہو جاتے۔

(روح البیان ج ۲ ص ۴۴ پارہ ۳)

<u>درسِ ہدایت</u>:۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے رسولوں کے ساتھ مباہلہ کرنا ہلاکت و بربادی ہے بلکہ انبیاء و اولیاء اور اللہ والوں کا مقابلہ کرنا اور ان لوگوں کی بددعا کا سامنا کرنا بربادی و ہلاکت کا سگنل ہے بلکہ خدا کے ان محبوب بندوں کی ذرا سی بے ادبی اور دل آزاری

بھی انسان کو فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور ایسی تباہی و بربادی لاتی ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت خجندی اور بساطی شاعر

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت کمال الدین خجندری علیہ الرحمتہ ایک مرتبہ شاعروں کے مجمع میں تشریف لے گئے تو بساطی شاعر نے آپ کو دیکھ کر نہایت ہی بدتمیزی اور بیہودگی کے انداز میں یہ مصرع بک دیا کہ از کجائی از کجائی اے لوند (تم کہاں سے آئے۔ تم کہاں سے آئے اے بدمعاش!)

آپ نے یہ سمجھ کر کہ نشہ میں بک رہا ہے کچھ زیادہ ناراض نہیں ہوئے بلکہ تفریحاً جواب میں ایک مصرع کہدیا کہ:

از خجندم از خجندم از خجند

میں خجند سے آیا۔ میں خجند سے آیا۔ میں خجند سے آیا پھر آپ نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرما دیا کہ یہ نشہ میں بدمست ہے جو منہ میں آتا کہہ دیتا ہے اس سے کچھ نہ کہو یہ سن کر بساطی کمینے نے آپ کی ہجو میں ایک شعر یہ کہدیا کہ:

اے ملحد خجندی ریش بزرگ داری
کز غایت بزرگی وہ ریش می تواں گفت

یعنی اے ملحد خجندی تو بہت بڑی داڑھی رکھتا ہے کہ اس کی بڑائی کو دیکھ کر اس کو دس داڑھیاں کہہ سکتے ہیں۔

مجمع عام میں یہ ہجو سن کر آپ کو سخت ناگواری ہوئی اور آپ نے قہر آلود نظروں سے دیکھ کر بددعا کر دی تو بغیر کسی بیماری کے بساطی شاعر ایک دم مر کر زمین پر گر پڑا اور سب لوگ دیکھتے رہ گئے۔

ابوالحسن ہمدانی کی مرغی

بلکہ بزرگوں کے مزاج کے خلاف کوئی کام کرنا بھی بڑی بڑی مصیبتوں کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت خواجہ ابوالحسن ہمدانی کا واقعہ ہے کہ یہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ جعفر خالدی علیہ الرحمتہ کی زیارت کو گئے اور گھر میں یہ کہہ گئے تھے کہ میرے لئے تنور میں مرغی

بھون کر تیار رکھی جائے۔ حضرت خواجہ جعفر خالدی نے ان کو حکم دیا کہ تم رات میرے یہاں بسر کرو مگر ان کا دل چونکہ مرغی میں لگا ہوا تھا اس لئے کوئی خوبصورت بہانا کر کے یہ اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ جعفر کے دل پر اس کا ملال گزرا۔ اس کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ جب خواجہ ابوالحسن ہمدانی دستر خوان پر مرغی کھانے کے لئے بیٹھے اور ذرا سی غفلت ہوئی تو ایک کتا گھر آ گیا اور مرغی لے کر بھاگا اور اس کو ایک گندی نالی میں ڈال دیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن ہمدانی جب صبح کو حضرت خواجہ جعفر خالدی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ جو شخص مشائخ کرام کی قلبی خواہش کا احترام نہیں کرتا اس پر اسی طرح ایک کتا مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس کو ایذا دیتا ہے۔ یہ سن کر خواجہ ابوالحسن ہمدانی شرم و ندامت سے پانی پانی ہو گئے۔

بلخ کا ہر آدمی جھوٹا ہو گیا

حضرت خواجہ ابو علی وقاق علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ جب بلخ والوں نے بلا قصور حضرت خواجہ محمد بن فضل قدس سرہ کو شہر بدر کر دیا تو آپ نے شہر والوں کو یہ بددعا دے دی کہ یا اللہ! ان لوگوں کو سچائی کی توفیق نہ دے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ برسوں تک اس شہر میں کوئی سچا آدمی باقی نہ رہا اور شہر کا ہر آدمی بلا کا جھوٹا ہو گیا اور یہ جھوٹوں کا شہر کہلانے لگا۔

(روح البیان ج ۲ ص ۴۶۲)

بہر حال بزرگوں کو اپنی کسی حرکت سے کبھی ناراض نہیں کرنا چاہئے ورنہ ان بزرگوں کے قلب کا ادنیٰ سا غبار قہر الٰہی کی آندھی بن کر تمہیں ہلاکت و بربادی کے غار میں گرا کر نیست و نابود کر دے گا۔

خدا کا قہر ہے ان کی نگاہ کی گردش
گرا جو ان کی نظر سے سنبھل نہیں سکتا

(۱۹) پانچ ہزار فرشتے میدان جنگ میں!

جنگ بدر کفر و اسلام کا مشہور ترین معرکہ ہے۔ ۱۷ رمضان ۲ ھ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام "بدر" میں یہ جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے مسلمان

بہت ہی کمتر اور پست حال میں تھے۔ مسلمانوں میں بوڑھے' جوان اور بچے اور انصار و مہاجرین کل مل کر تین سو تیرہ مجاہدین اسلام علم نبوی کے زیر سایہ کفار کے ایک عظیم لشکر سے نبرد آزما تھے۔ سامان جنگ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ پوری اسلامی فوج میں چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور کفار کا لشکر تقریباً ایک ہزار نہایت ہی جنگجو اور بہادروں کا دل بادل تھا اور ان بہادروں کے ساتھ ایک سو بہترین گھوڑے' سات سو اونٹ اور قسم قسم کے مہلک ہتھیار تھے اس جنگ میں مسلمانوں کی گھبراہٹ اور بے چینی ایک قدرتی بات تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات بھر جاگ کر خدا سے لوگ لگائے مصروف دعا تھے کہ:

"الٰہی! اگر یہ چند نفوس ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والے نہ رہیں گے" (سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۲۷)

دعا مانگتے ہوئے آپ کی چادر مبارک دوش انور سے زمین پر گر پڑی اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے یار غار تھے۔ آپ کو اس طرح بے قرار دیکھ کر ان کے دل کا سکون و قرار جاتا رہا۔ انہوں نے چادر مبارک کو اٹھا کر آپ کے مقدس کندھے پر ڈال دیا اور آپ کا دست مبارک تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اپنے یار غار صدیق جاں نثار کی گزارش مان کر آپ نے دعا ختم کر دی اور نہایت اطمینان کے ساتھ پیغمبرانہ لہجے میں یہ فرمایا کہ:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ عنقریب کفار کی فوج شکست دے دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

صبح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیات جہاد کی تلاوت فرما کر ایسا ولولہ انگیز وعظ فرمایا کہ مجاہدین کی رگوں میں خون کا قطرہ قطرہ جوش و خروش کا سمندر بن کر طوفانی موجیں مارنے لگا اور آپ نے یہ بشارت دی کہ اگر صبر کے ساتھ تم مجاہدین میدان جنگ میں ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیج دے گا۔

چنانچہ پانچ ہزار فرشتوں کی فوج میدان جنگ میں اتر پڑی اور دم زدن میں میدان جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ حضرت علیؓ مہاجرین کا جھنڈا لہرا رہے تھے اور حضرت سعد بن عبادہؓ انصار کے علمبردار تھے۔ کفار کے ستر آدمی قتل ہو گئے اور ستر گرفتار ہوئے باقی اپنا سارا سامان

چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ کفار کے مقتولین میں قریش کے بڑے بڑے نامور سردار جو بہادری اور سپاہ گری میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہاں تک کہ کفار قریش کی لشکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ مسلمانوں میں کل چودہ خوش نصیبوں کو شہادت کا شرف ملا۔ جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے اور مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ملا جو کفار چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر اور فرشتوں کی فوج کا تذکرہ قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ فرمایا کہ:۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

(آل عمران رکوع ۱۳ پارہ ۴)

اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر گزار بنو یاد کرو جب اے محبوب! تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم لوگ صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیج دے گا اور یہ فتح اللہ نے تمہاری خوشی کے لئے دی ہے اور اس لئے کہ تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غلبہ والا حکمت والا ہے۔

درس ہدایت:۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد اور سامان جنگ کی قلت کے باوجود فتح مبین نے مسلمانوں کے قدموں کا بوسہ لیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ فتح کثرت تعداد اور سامان جنگ کی فراوانی پر موقوف نہیں۔ بلکہ فتح کا دارومدار نصرت خداوندی پر ہے کہ وہ جب چاہتا

ہے تو فرشتوں کی فوج آسمان سے میدان جنگ میں اتار کر مسلمانوں کی امداد و نصرت فرما دیتا ہے اور مسلمان قلت تعداد اور سامان جنگ نہ ہونے کے باوجود فتح مند ہو کر کفار کے دل بادل لشکروں کو تہس نہس کر کے فنا کے گھاٹ اتار دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دو شرطیں رکھی ہیں۔ ایک صبر دوسرے تقویٰ اگر مسلمان صبر و تقویٰ کے دامن کو تھامے ہوئے خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے جنگ میں اڑ جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر محاذ پر فتح مبین مسلمانوں کے قدم چومے گی اور کفار شکست کھا کر راہ فرار اختیار کریں گے یا مسلمانوں کی مار سے فنا ہو کر فی النار ہو جائیں گے۔ بس ضرورت ہے کہ مسلمان صبر و تقویٰ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر خدا کی مدد کا بھروسہ کر کے کفار کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں استقامت کے پہاڑ بن کر کھڑے رہیں اور ہرگز ہرگز تعداد کی کمی اور سامان جنگ کی قلت و کثرت کی پروانہ کریں کیونکہ فرمان خداوندی ہے کہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ کہ مدد فرمانے والا تو بس اللہ ہی ہے۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ:

کافر ہو تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(۲۰) سب سے پہلا قاتل و مقتول

روئے زمین پر سب سے پہلا قاتل قابیل اور سب سے پہلا مقتول ہابیل ہے۔ ''قابیل و ہابیل'' یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں ان دونوں کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حواء کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے نکاح کیا جاتا تھا۔ اس دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح ''لیوذا'' سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ اور ہابیل کا نکاح ''اقلیما'' کے ساتھ جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا بلکہ چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے وہ اس کا طلب گار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو سمجھایا کہ چونکہ اقلیما تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اس لئے وہ تیری بہن ہے۔ اس کے ساتھ تیرا نکاح نہیں ہوسکتا۔ مگر قابیل اپنی ضد پر اڑا رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانیاں خداوند قدوس کے دربار میں پیش کرو۔ جس کی قربانی

مقبول ہوگی وہی اقلیما کا حق دار ہوگا۔ اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ چنانچہ قابیل نے گیہوں کی کچھ بال اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ دیا۔ اس بات پر قابیل کے دل میں بغض وحسد پیدا ہوگیا اور اس نے ہابیل کو قتل کر دینے کی ٹھان لی اور ہابیل سے کہدیا کہ میں تجھ کو ضرور بضرور قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا کہ قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ متقی بندوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے اگر تو متقی ہوتا تو ضرور تیری قربانی قبول ہوتی۔ ساتھ ہی ہابیل نے یہ بھی کہدیا کہ اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھ پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلے پڑے اور تو دوزخی ہو جائے کیونکہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ پھر آخر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ بوقت قتل ہابیل کی عمر بیس برس کی تھی اور قتل کا یہ حادثہ مکہ مکرمہ میں جبل ثور کے پاس یا جبل حرا کی گھاٹی میں ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ بصرہ میں جس جگہ مسجد اعظم بنی ہوئی ہے منگل کے دن یہ سانحہ ہوا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

روایت ہے کہ جب ہابیل قتل ہو گئے تو سات دنوں تک زمین میں زلزلہ رہا اور وحوش و طیور اور درندوں میں اضطراب اور بے چینی پھیل گئی اور قابیل جو بہت ہی گورا اور خوبصورت تھا۔ بھائی کا خون بہاتے ہی اس کا چہرہ بالکل کالا اور بدصورت ہوگیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بیحد رنج وقلق ہوا۔ یہاں تک کہ ہابیل کے رنج وغم میں ایک سو برس تک کبھی آپ کو ہنسی نہیں آئی اور سریانی زبان میں آپ نے ہابیل کا مرثیہ کہا جس کا عربی اشعار میں ترجمہ یہ ہے کہ:

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادِ وَمَنْ عَلَیْھَا فَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیحٌ

تَغَیَّرَ کُلَّ ذِیْ لَوْنٍ وَطَعْمٍ وَقُلَّ بِشَاشَةُ الْوَجْهِ الصَّبِیحِ

ترجمہ:۔ تمام شہروں اور ان کے باشندوں میں تغیر پیدا ہوگیا اور زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح ہوگیا۔ ہر رنگ اور مزہ والی چیز بدل گئی اور گورے چہرے کی رونق کم ہوگئی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شدید غضبناک ہو کر قابیل کو پھٹکار کر اپنے دربار سے نکال دیا اور وہ بدنصیب اقلیما کو ساتھ لے کر یمن کی سرزمین ''عدن'' میں چلا گیا۔ وہاں ابلیس اس

کے پاس آ کر کہنے لگا کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے اس لئے کھالی کہ وہ آگ کی پوجا کیا کرتا تھا لہٰذا تو بھی ایک آگ کا مندر بنا کر آگ کی پرستش کیا کر چنانچہ قابیل پہلا وہ شخص ہے جس نے آگ کی عبادت کی اور یہ روئے زمین پر پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور سب سے پہلے زمین پر خون ناحق کیا اور یہ پہلا وہ مجرم ہے جو جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ روئے زمین پر قیامت تک جو بھی خون ناحق ہوگا قابیل اس میں حصہ دار ہوگا کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا دستور نکالا اور قابیل کا انجام یہ ہوا کہ اس کے ایک لڑکے نے جو کہ اندھا تھا اس کو ایک پتھر مار کر قتل کر دیا اور یہ بدبخت نبی زادہ ہونے کے باوجود آگ کی پرستش کرتے ہوئے کفر و شرک کی حالت میں اپنے لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۸۱ پارہ ٦ مائدہ)

ہابیل کے قتل ہو جانے کے پانچ برس بعد حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو تیس برس کی ہو چکی تھی۔ آپ نے اس ہونہار فرزند کا نام "شیث" رکھا۔ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور عربی میں اس کے معنی "ہبۃ اللہ" یعنی "اللہ کا عطیہ" ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پچاس صحیفے جو آپ پر نازل ہوئے تھے ان سب کی حضرت شیث علیہ السلام کو تعلیم دی اور ان کو اپنا وصی و خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا اور ان کی نسل میں خیر و برکت ہونے کی دعائیں مانگیں۔ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ہی حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ (روح البیان ج ۲ ص ۳۸۲)

اس واقعہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ

اور اے پیغمبر! انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دونوں بیٹوں کی سچی خبر۔ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔ تو وہ بولا میں تجھے قتل کروں گا تو دوسرے نے کہا کہ اللہ اس کی قبول فرماتا ہے جو متقی ہو۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا۔ میں خدا

بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ	سے ڈرتا ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا
اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا	اور تیرا گناہ دونوں میرے ہی پلے پڑے تو
الظّٰلِمِیْنَo فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ قَتْلَ	اس کے نفس نے اس کو بھائی کے قتل کی
اَخِیْہِ فَقَتَلَہٗ فَاَصْبَحَ مِنَ	رغبت دلائی تو وہ اس کو قتل کر کے نقصان
الْخٰسِرِیْنَo (مائدہ رکوع ۵ پارہ ٦)	اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے چند ہدایتوں کے سبق ملتے ہیں!

(۱) دنیا میں سب سے پہلا جو قتل اور خون ناحق ہوا۔ وہ ایک عورت کے معاملہ میں ہوا لہٰذا کسی عورت کے فتنہ عشق میں مبتلا ہونے سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے!

(۲) قابیل نے جذبہ حسد میں گرفتار ہو کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد انسان کی کتنی بری اور خطرناک قلبی بیماری ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ فرما کر حکم دیا گیا کہ حاسد کے حسد سے خدا کی پناہ مانگتے رہو۔

(۳) خون ناحق کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے ایک نبی کا فرزند اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے دربار سے راندہ درگاہ ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو کر مر گیا اور قیامت تک ہونے والا ہر خون ناحق میں حصہ دار بن کر عذاب جہنم میں گرفتار رہے گا۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو قیامت تک جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے سب کے گناہ میں وہ برابر کا شریک اور حصہ دار بنے گا۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوں کی اولاد کا نیک ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ نیکوں کی اولاد بری بھی ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے مقدس نبی اور صفی اللہ ہیں مگر ان کا بیٹا قابیل کتنا خراب ہوا وہ آپ پڑھ چکے۔ ہمیشہ ہر شخص کو چاہئے کہ فرزند صالح اور نیک اولاد کی دعائیں خدا سے مانگتا رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲۱) مردہ دفن کرنا کوے نے سکھایا

جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو چونکہ اس سے پہلے کوئی آدمی مرا ہی نہیں تھا۔ اس لئے قابیل حیران تھا کہ بھائی کی لاش کو کیا کروں۔ چنانچہ کئی دنوں تک وہ لاش کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرا پھر اس نے دیکھا کہ دو کوے آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر ایک گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا یہ منظر دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو زمین میں دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے قبر کھود کر اس میں بھائی کی لاش کو دفن کر دیا۔ (مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۸۱)

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۝ (مائدہ رکوع ۵ پارہ ۶)

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا ہوا کہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے (قابیل) بولا۔ ہائے خرابی! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا پھر وہ اپنے کرتوت پر پچھتاتا رہ گیا۔

درسِ ہدایت

(۱) اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ آدمی علم سیکھنے میں چھوٹے سے چھوٹے استاد کا یہاں تک کہ کوے کا بھی محتاج ہے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ انسان پر اس کی دنیاوی زندگی کی راہ میں جب کوئی مشکل درپیش ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں کے ذریعے مشکلات حل کرنے کی راہ دکھا دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲۲) آسمانی دستر خوان

درس ہدایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے یہ عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب یہ کرسکتا ہے؟ کہ وہ آسمان سے ہمارے پاس ایک دستر خوان اتار دے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح کی نشانیاں طلب کرنے سے اگر تم لوگ مومن ہو تو خدا سے ڈرو۔ یہ سن کر حواریوں نے کہا کہ ہم نشانی طلب کرنے کے لئے یہ سوال نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم شکم سیر ہو کر خوب کھائیں اور ہم کو اچھی طرح آپ کی صداقت کا علم ہو جائے تا کہ ہمارے دلوں کو قرار آجائے اور ہم اس بات کے گواہ بن جائیں تا کہ بنی اسرائیل کو ہماری شہادت سے یقین اور اطمینان کلی حاصل ہو جائے اور مومنین کا یقین اور بڑھ جائے اور کفار ایمان لائیں!

حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا مانگی کہ

اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن ہوگا اور تیری قدرت اور میری نبوت پر تیری ایک نشانی بھی ہوگی اور تو ہم کو روزی دے اور تو بہترین روزی دینے والا ہے۔ (قرآن مجید)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دستر خوان تو اتار دوں گا لیکن اس کے بعد بنی اسرائیل میں سے جو کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دوں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چند فرشتے ایک دستر خوان لے کر آسمان سے اترے جس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔ (جلالین شریفین ۱۰۹) اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرشتے دستر خوان میں روٹی اور گوشت لے کر آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ تلی ہوئی ایک بہت بڑی مچھلی تھی جس میں کانٹا نہیں تھا اور اس میں سے روغن ٹپک رہا تھا اور اس کے سر کے پاس نمک اور دم کے پاس سرکہ تھا اور اس کے ارد گرد قسم قسم کی سبزیاں تھیں اور

پانچ روٹیاں تھیں ایک روٹی کے اوپر روغن زیتون' دوسری پر شہد' تیسری پر گھی' چوتھی پر پنیر' پانچویں پر گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ دستر خوان کے ان سامانوں کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری شمعون نے کہا جو تمام حواریوں کا سردار تھا کہ اے روح اللہ! یہ دستر خوان دنیا کے کھانوں میں سے ہے یا آخرت کے تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہ تو دنیا کے کھانوں میں سے ہے نہ آخرت کے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہارے لئے اس کھانے کو ابھی ابھی ایجاد فرما کر بھیجا ہے۔ (جمل ج۱ ص ۵۴۳)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ خوب شکم سیر ہو کر کھاؤ اور خبردار اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا اور کل کے لئے ذخیرہ بنا کر نہ رکھنا مگر بنی اسرائیل نے اس میں خیانت بھی کر ڈالی اور کل کے لئے ذخیرہ بنا کر بھی رکھ لیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں پر یہ عذاب آیا کہ یہ لوگ رات کو سوئے تو اچھے خاصے تھے مگر صبح کو اٹھے تو مسخ ہو کر کچھ خنزیر اور کچھ بندر بن گئے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کی موت کے لئے دعا مانگی تو تیسرے دن یہ لوگ مر کر دنیا سے نیست و نابود ہو گئے اور کسی کو یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ ان کی لاشوں کو زمین نگل گئی۔ یا اللہ نے ان کو کیا کر دیا۔

(جمل ج۱ ص ۵۴۵ بحوالہ قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے اس عجیب اور عظیم الشان واقعہ کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں فرمایا ہے اور اسی واقعہ کی وجہ سے اس سورہ کا نام "مائدہ" رکھا گیا۔ "مائدہ" دستر خوان کو کہتے ہیں۔

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ ۚ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ○ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیۡ مُنَزِّلُہَا عَلَیۡکُمۡ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡکُمۡ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُہٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ (مائدہ رکوع ۱۵)

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی کہ اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو اور تو ہم کو روزی دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کو تم پر اتارتا ہوں لیکن پھر جو اب تم میں سے کوئی کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا۔

درسِ ہدایت: واقعہ مذکورہ سے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں ملتی ہیں۔ جن میں سے یہ دو سبق تو بہت ہی واضح ہیں۔

(۱) حضرت انبیاء علیہم السلام کی مخالفت اور نافرمانی کتنا خوفناک جرم عظیم ہے۔ دیکھ لو! کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی کی مخالفت و نافرمانی کرتے ہوئے آسمانی دستر خوان میں خیانت کی اور کل کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیا تو عذاب الٰہی نے ان کو خنزیر و بندر بنا کر دنیا سے اس طرح نیست و نابود کر دیا کہ ان کی قبروں کا نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔

جو لوگ اللہ و رسول کی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں۔ انہیں اس ہولناک عذاب سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور توبہ کر لینا چاہئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم!)

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں یہ جملہ کہ جس دن دستر خوان نازل ہوگا وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید کا دن ہوگا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جس دن قدرت خداوندی کا کوئی خاص نشان ظاہر ہو اس دن خوشی منانا اور مسرت و شادمانی کا اظہار کر کے عید منانا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدس سنت ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی رات اور اس کا دن یقیناً خداوند قدوس کے ایک نشان اعظم کے ظہور کی رات اور دن ہے۔ لہٰذا میلاد النبی کی خوشی منانا اور اس تاریخ کو عید میلاد کہنا یقیناً قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ خوشی منانا' گھروں اور محفلوں کی آرائش کرنا اچھے اچھے پکوان پکا کر خود بھی کھانا اور دوسروں کو کھلانا یہی سب عید کی نشانیاں اور عید منانے کے طریقے ہیں جن پر بارہویں شریف کو اہلسنّت و جماعت عمل کر کے عید میلاد کی خوشی مناتے ہیں اور جو لوگ اس سے چڑھتے ہیں اور اس تاریخ کو اپنا گھر اندھیرا رکھتے ہیں۔ جھاڑو بھی نہیں لگاتے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر منہ لٹکائے پھرتے ہیں اور عید میلاد کی خوشی منانے والوں کو بدعتی کہہ کر پھبتیاں کستے ہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے اور اہلسنّت کو چاہئے کہ خوب خوب خوشی منائیں اور کثرت سے میلاد شریف کی مجلس منعقد کریں اور خوب جھوم جھوم کر صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔

غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

رات دن ذکر ولادت کیجئے

(۲۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ توحید

مفسرین کا بیان ہے کہ "نمرود بن کنعان" بڑا جابر بادشاہ تھا سب سے پہلے اسی نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ اس سے پہلے کسی بادشاہ نے تاج نہیں پہنا تھا۔ یہ لوگوں سے زبردستی اپنی پرستش کراتا تھا کاہن اور نجومی اس کے دربار میں بکثرت اس کے مقرب تھے۔ نمرود نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک ستارہ نکلا اور اس کی روشنی میں چاند سورج وغیرہ سارے ستارے بے نور ہو کر رہ گئے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ ایک فرزند ایسا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہی کے زوال کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر نمرود بے حد پریشان ہو گیا اور اس نے یہ حکم دے دیا کہ میرے شہر میں جو بچہ پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے اور مرد عورتوں سے جدا رہیں چنانچہ ہزاروں بچے قتل کر دیئے گئے مگر تقدیرات الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بادشاہ کے خوف سے ان کی والدہ نے شہر سے دور پہاڑ کے ایک غار میں ان کو چھپا دیا۔ اسی غار میں چھپ کر ان کی والدہ روزانہ دودھ پلا دیا کرتی تھیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات برس کی عمر تک اور بعضوں نے تحریری فرمایا کہ سترہ برس تک آپ اسی غار میں پرورش پاتے رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اس زمانے میں عام طور پر لوگ ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا تو قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے آپ نے نہایت ہی نفیس اور دل نشین انداز میں لوگوں کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی کہ اے لوگو! کیا یہ ستارہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ستارہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈوب جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ پھر اس کے بعد جب چمکتا چاند نکلا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں سے ہوتا' پھر جب چمکتے دمکتے سورج کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ارے یہ تو ان سب سے بڑا ہے کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے ہو اور میں نے اپنی ہستی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا ہے۔ بس میں صرف اسی ایک ذات کا عابد اور پجاری بن گیا ہوں اور

میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں پھر ان کی قوم ان سے جھگڑا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ اس خدا نے تو مجھے ہدایت دے دی ہے اور میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ سن لو! بغیر میرے رب کے حکم کے تم لوگ اور تمہارے دیوتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا رب ہر چیز کو جانتا ہے کیا تم لوگ میری نصیحت کو نہیں مانو گے؟ اس واقعہ کو مختصر مگر بہت جامع الفاظ میں قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَ كُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَا الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَآ رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (انعام رکوع ۹)

پھر جب ان (ابراہیم) پر رات کا اندھیرا ہوا ایک تارا دیکھا فرمایا کہ تم لوگ اس کو میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا تم لوگ اس کو میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے کہا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہوں میں ہوتا، پھر جب جگمگاتا سورج دیکھا تو فرمایا کہ اس کو تم میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے کہا کہ اے میری قوم! میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ میں اسی ایک کا ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

درس ہدایت

غور کیجئے کہ کتنا دلکش طرز بیان اور کس قدر موثر طریقہ استدلال ہے؟ کہ نہ کوئی سخت کلامی ہے نہ کسی کی دل آزاری۔ نہ کسی کے جذبات کو ٹھیس لگا کر اس کو غصہ دلانا ہے۔ پس

اپنے مقصد کو نہایت ہی حسین پیرایہ اور خوبصورت انداز میں منکرین کے سامنے دلیل کے ساتھ پیش کر دینا ہے۔ ہمارے سخت گو اور تلخ زبان مقررین کے لئے اس میں ہدایت کا بہترین درس ہے۔ مولیٰ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(۲۴) فرعونیوں پر لگا تار پانچ عذاب

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا۔ تو جادوگر سجدے میں گر کر ایمان لائے۔ مگر فرعون اور اس کے متبعین نے اب بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ بلکہ فرعون کا کفر اور اس کی سرکشی اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور اس نے بنی اسرائیل کے مومنین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دل آزاری اور ایذارسانی میں بھرپور کوشش شروع کر دی۔ اور طرح طرح سے ستانا شروع کر دیا۔ فرعون کے مظالم سے تنگ دل ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے دربار میں اس طرح دعا مانگی۔ کہ

"اے میرے رب! فرعون زمین میں بہت ہی سرکش ہو گیا ہے۔ اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی ہے۔ لہٰذا تو انہیں ایسے عذابوں میں گرفتار فرما دے جو ان کے لیے سزاوار ہو۔ اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت ہو" حضرت موسیٰ علہی السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر لگا تار پانچ عذابوں کو مسلط فرما دیا وہ پانچوں عذاب یہ ہیں!۔

(۱) طوفان

ناگہاں ایک ابر آیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ پھر انتہائی زوردار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ طوفان آ گیا۔ اور فرعونیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ اور وہ اس میں کھڑے رہ گئے۔ اور پانی ان کی گردنوں تک آ گیا ان میں سے جو بیٹھا وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ نہ ہل سکتے تھے نہ کوئی کام کر سکتے۔ ان کی کھیتیاں اور باغات طوفان کے دھاروں سے برباد ہو گئے۔ سینچر تک مسلسل سات روز تک وہ لوگ اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجودیکہ بنی اسرائیل کے مکانات فرعونیوں کے گھروں سے ملے ہوئے تھے۔ مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں سیلاب کا پانی نہیں آیا۔ اور وہ نہایت ہی امن وچین کے ساتھ اپنے گھروں میں رہتے تھے۔ جب فرعونیوں کو اس مصیبت کے برداشت کرنے کی تاب وطاقت نہ رہی۔ اور وہ

بالکل ہی عاجز ہو گئے تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمایئے کہ یہ مصیبت ٹل جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا مانگی۔ تو طوفان کی بلا ٹل گئی۔ اور زمین میں ایسی سرسبزی و شادابی نمودار ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ کھیتیاں بہت شاندار ہوئیں۔ اور غلوں اور پھلوں کی پیداوار بے شمار ہوئی۔ یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے کہ یہ طوفان کا پانی تو ہمارے لیے بہت بڑی نعمت کا سامان تھا۔ پھر وہ اپنے عہد سے مکر گئے۔ اور ایمان نہیں لائے۔ اور پھر سرکشی اور ظلم وعصیان کی گرم بازاری شروع کر دی!

(۲) ٹڈیاں

ایک ماہ تک تو فرعونی نہایت عافیت سے رہے لیکن جب ان کا کفر و تکبر اور ظلم و ستم پھر بڑھنے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر و عذاب کو ٹڈیوں کی شکل میں بھیج دیا کہ چاروں طرف سے ٹڈیوں کے دل بادل جھنڈ کے جھنڈ آ گئے جو ان کی کھیتیوں اور باغوں کو یہاں تک کہ ان کے مکانوں کی لکڑیوں تک کو کھا گئیں اور فرعونیوں کے گھروں میں یہ ٹڈیاں بھر گئیں جس سے ان کا سانس لینا مشکل ہو گیا مگر بنی اسرائیل کے مومنین کے کھیت اور باغ اور مکانات ان ٹڈیوں کی یلغار سے بالکل محفوظ رہے۔ یہ دیکھ کر فرعونیوں کو بڑی عبرت ہو گئی۔ اور آخر اس عذاب سے تنگ آ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے عہد کیا کہ آپ اس عذاب کے رفع ہونے کے لیے دعا فرما دیں تو ہم لوگ ضرور ایمان قبول کر لیں گے۔ اور بنی اسرائیل پر کوئی ظلم و ستم نہ کریں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی ٹل گیا اور یہ لوگ پھر ایک ماہ تک نہایت ہی آرام و راحت میں رہے۔ لیکن پھر عہد شکنی کی اور ایمان نہیں لائے۔ اور پھر ان لوگوں کے کفر اور عصیاں و طغیان میں اضافہ ہونے لگا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنین کو ایذائیں دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری جو کھیتیاں اور پھل بچ گئے ہیں وہ ہمارے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا ہم اپنا دین چھوڑ کر ایمان نہیں لائیں گے!

(۳) گھن

غرض ایک ماہ کے بعد پھر ان لوگوں پر ”قمل“ کا عذاب مسلط ہو گیا۔ بعض مفسرین کا

بیان ہے کہ گھن تھا جو ان فرعونیوں کے اناجوں اور پھلوں میں لگ کر تمام غلوں اور میوؤں کو کھا گئے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ایک چھوٹا سا کیڑا تھا جو کھیتوں کی تیار فصلوں کو چٹ کر گیا۔ اور ان کے کپڑوں میں گھس کر ان کے چمڑوں کو کاٹ کاٹ کر انہیں مرغ کی بسمل کی طرح تڑپانے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے سر کے بالوں، داڑھی مونچھوں بھنوؤں پلکوں کو چاٹ چاٹ کر اور چہروں کو کاٹ کاٹ کر انہیں چیچک رو بنا دیا۔ یہ کیڑے ان کے کھانوں پانیوں اور برتنوں میں گھسے پڑتے۔ جس سے یہ لوگ نہ کچھ کھا سکتے تھے۔ نہ کچھ پی سکتے تھے۔ نہ لمحہ بھر کے لیے سو سکتے تھے یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں اس قہر آسمانی و بلاء ناگہانی سے بلبلا کر یہ لوگ چیخ پڑے۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے لگے اور ایمان لانے کا عہد و پیمان دینے لگے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم کھا کر دعا کر دی۔ اور یہ عذاب بھی رفع دفع ہو گیا۔ لیکن فرعونیوں نے پھر اپنے عہد کو توڑ ڈالا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم و عدوان پر کمر بستہ ہو گئے۔ پھر ایک ماہ بعد ان لوگوں پر مینڈک کا عذاب نازل ہو گیا!

(۴) مینڈک

ان فرعونیوں کی بستیوں اور ان کے گھروں میں اچانک بے شمار مینڈک پیدا ہو گئے اور ان ظالموں کا یہ حال ہو گیا کہ جو آدمی جہاں بھی بیٹھتا اس کی مجلس میں ہزاروں مینڈک بھر جاتے تھے کوئی آدمی بات کرنے یا کھانے کے لیے منہ کھولتا تو اس کے منہ میں مینڈک کود کود کر گھس جاتے ہانڈیوں میں مینڈک، ان کے جسموں پر سینکڑوں مینڈک سوار رہتے۔ اٹھنے بیٹھنے لیٹنے کسی حالت میں بھی مینڈکوں سے نجات نہیں ملتی تھی۔ اس عذاب سے فرعونی رو پڑے۔ اور پھر روتے گڑگڑاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں دعا کی بھیک مانگنے کے لیے آئے۔ اور بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد و پیمان کرنے لگے کہ ہم ضرور ضرور ایمان لائیں گے۔ اور مومنین کو کبھی ایذا نہ دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی اٹھا لیا گیا۔ مگر یہ مردود قوم راحت ملتے ہی پھر اپنا عہد توڑ کر اپنی پہلی خبیث حرکتوں میں مشغول ہو گئی۔ مومنین کو ستانے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و بے ادبی کرنے لگے تو پھر عذاب الٰہی نے ان ظالموں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور

ان لوگوں پر خون کا عذاب قہر الٰہی بن کر اتر پڑا۔

(۵) خون

ایک دم بالکل اچانک ان لوگوں کے تمام کنوؤں، نہروں کا پانی خون ہو گیا۔ تو ان لوگوں نے فرعون سے فریاد کی تو اس سرکش نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ کی جادوگری اور نظر بندی ہے۔ یہ سن کر فرعونیوں نے کہا کہ یہ کیسی اور کہاں کی نظر بندی؟ کہ ہمارے کھانے پینے کے برتن خون سے بھرے پڑے ہیں۔ اور مومنین پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں۔ تو فرعون نے حکم دیا کہ فرعونی لوگ مومنین کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی نکالیں۔ مگر خدا کی شان کہ مومنین اسی برتن سے پانی نکالتے تو نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی نکلتا۔ اور فرعونی جب اسی برتن سے پانی نکالتے تو تازہ خالص خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی لوگ پیاس سے بے قرار ہو کر مومنین کے پاس آئے۔ اور کہا کہ ہم دونوں ایک ہی برتن سے ایک ہی ساتھ پانی پئیں گے۔ مگر قدرت خداوندی کا عجیب جلوہ نظر آتا کہ ایک ہی برتن سے ایک ساتھ منہ لگا کر دونوں پانی پیتے تھے۔ مگر مومنین کے منہ میں جو جاتا وہ پانی ہوتا تھا اور فرعون والوں کے منہ میں جو جاتا وہ خون ہوتا تھا۔ مجبور ہو کر فرعون اور فرعونی لوگ گھاس اور درختوں کی جڑیں اور چھالیں چبا چبا کر چوستے تھے۔ مگر اس کی رطوبت بھی ان کے منہ میں جا کر خون بن جاتی تھی۔ الغرض فرعونیوں نے پھر گڑگڑا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔ تو آپ نے پیغمبرانہ رحم و کرم فرما کر پھر ان لوگوں کے لیے دعا خیر فرمادی تو ساتویں دن اس خونی عذاب کا سایہ بھی ان کے سروں سے اٹھ گیا۔ الغرض ان سرکشوں پر مسلسل پانچ عذاب آتے رہے۔ اور ہر عذاب ساتویں دن ٹلتا رہا۔ اور ہر دو عذابوں کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا رہا مگر فرعون اور فرعونیوں کے دلوں پر شقاوت و بدبختی کی ایسی مہر لگ چکی تھی۔ کہ پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے۔ اور کفر پر اڑے رہے اور ہر مرتبہ اپنا عہد توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کا آخری عذاب آ گیا کہ فرعون اور اس کے متبعین سب دریائے نیل میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے خدا کی دنیا ان عہد شکنوں اور مردودوں سے پاک و صاف ہو گئی۔ اور یہ لوگ دنیا سے اس طرح نیست و

نابود کر دیئے گئے کہ روئے زمین پر ان کی قبروں کا نشان بھی باقی نہیں رہ گیا۔

(صاوی شریف ج ۲ ص ۲ و ص ۸۱ و ص ۸۲ و جلالین وغیرہ)

قرآن مجید نے ان مذکورہ بالا پانچوں عذابوں کی تصویر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ کہ:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمُ الطُّوۡفَانَ وَ الۡجَرَادَ وَ الۡقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۟ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۰﴾ وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَیۡہِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا یٰمُوۡسَی ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَہِدَ عِنۡدَکَ ۚ لَئِنۡ کَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَکَ وَ لَنُرۡسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۰﴾ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُمُ الرِّجۡزَ اِلٰۤی اَجَلٍ ہُمۡ بٰلِغُوۡہُ اِذَا ہُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ ﴿۰﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡہُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰہُمۡ فِی الۡیَمِّ بِاَنَّہُمۡ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوۡا عَنۡہَا غٰفِلِیۡنَ ﴿۰﴾ (الاعراف رکوع ۱۶ پ ۹)

تو بھیجا ہم نے طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ (فرعونی) مجرم قوم تھی اور جب ان پر عذاب پڑتا تو وہ کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کے لیے جس مدت تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جائے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غفلت برتتے تھے۔

درس ہدایت

(۱) ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ عہد شکنی اور اللہ کے نبیوں کے تکذیب و توہین کتنا بڑا اور ہولناک جرم عظیم ہے کہ اس کی وجہ سے فرعونیوں پر بار بار عذاب الٰہی قسم قسم کی صورتوں میں اترا۔ یہاں تک کہ آخر میں وہ دریا میں غرق کر کے دنیا سے فنا کر دیئے گے۔ لٰہذا ہر مسلمان کو عہد شکنی اور سرکشی اور گناہوں سے بچتے رہنا لازم ہے۔ کہ کہیں بداعمالیوں کی نحوستوں سے ہم پر بھی قہر الٰہی عذاب کی صورت میں نہ اتر پڑے!

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر وتحمل اور ان کی رفیق القلبی بلاشبہ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ بار بار عہد شکنی کرنے والے اپنے دشمنوں کی آہ وفغاں پر رحم کھا کر ان کے عذاب کو دفع کرنے کی دعا فرماتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے ہادی اور ان کے پیشوا کے لیے صبر وتحمل اور عفوو درگزر کی خصلت انتہائی ضروری ہے اور علماء کرام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے نائبین ہیں ان کے لیے بیحد لازم وضروری ہے کہ وہ اپنے مخالفین اور بدخواہوں سے انتقام کا جذبہ نہ رکھیں بلکہ صبر وتحمل کر کے اپنے مجرموں کو بار بار معاف کرتے رہیں۔ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس سنت بھی ہے اور ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو یہ ایک بڑا ہی خاص اور خصوصی طرہ امتیاز ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے اپنے دشمنوں سے کوئی بھی انتقام نہیں لیا۔ بلکہ ہمیشہ ان کو معاف فرمادیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی مقدس تعلیم کا بہت ہی تابناک اور درخشاں ارشاد ہے کہ صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَا اَسَاءَ اِلَیْکَ یعنی تم سے جو تعلق کاٹے تم اس سے تعلق جوڑو۔ اور جو تم سے ظلم کرے اس کو معاف کردو۔ اور جو تمہارے ساتھ برا برتاؤ کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو!

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

بدی را بدی سہل باشد جزا

اگر مروی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا

یعنی برائی کا بدلہ لینا تو بہت آسان ہے۔ لیکن اگر تم جوان مرد ہو تو برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرو!

(۲۵) حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گابھن اونٹنی نکالئے جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی۔ اور

اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و تندرست اور خوب بلند قامت اونٹنی نکل پڑی جو گابھن تھی۔ اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اونٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا۔ پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ!

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۱)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ گئی۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی۔ تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرے۔ اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے تکلیف کو برداشت کیا۔ کہ ایک دن ان کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اونٹنی پی جاتی تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے طے کر لیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر ڈالیں۔

قدار بن سالف

چنانچہ اس قوم میں قدار بن سائف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا۔ اور ایک زنا کار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے۔ لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اونٹنی کے چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کر دیا۔ اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ!

فَعَقَرُ النَّاقَةَ وَعَتَوُا عَنُ اَمُرِ رَبِّهِمُ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنُ كُنتَ مِنَ الْمُرُسَلِيُنَ ٥

(الاعراف رکوع 10)

ان لوگوں نے اونٹنی کوذبح کر دیا۔ اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔ اور یہ بولے کہ اے صالح! ہم پر لے آ وہ عذاب جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب

قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہو کر چکنا چور ہوگئی۔ تو عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہوگئیں۔ اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا قرآن مجید نے فرمایا کہ!

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجُفَةُ فَاَصُبَحُوا فِیُ دَارِهِمُ جٰثِمِيْنَ ٥

(الاعراف رکوع ۱۰)

تو زلزلہ نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ تو وہ سب صبح کو اپنے گھروں میں اوندے مرے پڑے رہ گئے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ برباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہوگئی۔ تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔ اور آپ کو قوم ثمود اور ان کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہوگئی کہ آپ نے ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ!

يٰقَوُمِ لَقَدُ اَبُلَغُتُكُمُ رِسَالَةَ رَبِّیُ وَنَصَحُتُ لَكُمُ وَلٰكِنُ لَّاتُحِبُّوُنَ النَّاصِحِيُنَ (الاعراف رکوع 10)

اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کرتا رہا۔ لیکن تم خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی۔ اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ کہ آج ان کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا!

(صاوی ج ۲ ص ۸۳ تا ۸۵)

درس ہدایت

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب ایک نبی کی ایک اونٹنی کی قتل کر دینے والی قوم عذاب الٰہی کے تباہکاریوں سے اس طرح فنا ہوگئی کہ ان کی نسل کا کوئی انسان بھی روئے زمین پر باقی نہ رہ گیا۔ تو جو قوم اپنے نبی کی آل و اولاد کو قتل کر ڈالے گی وہ بھلا وہ عذاب الٰہی کے قہر سے کب اور کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے؟ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ کربلا میں اہل بیت نبوت کو شہید کرنے والے یزیدی کوفیوں اور شامیوں کا یہی حشر ہوا کہ مختار بن عبید کے دور حکومت میں یزیدیوں کا بچہ بچہ قتل کر دیا گیا۔ اور ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کر کے ان پر گدھوں کے ہل چلائے گئے۔ اور آج روئے زمین پر ان یزیدیوں کی نسل کا کوئی بچہ باقی نہیں رہ گیا۔

ایک لاکھ چالیس ہزار یزیدی مقتول

حاکم محدث نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی بھیجی تھی کہ قوم یہود نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ تو ان کے ایک خون کے بدلے ستر ہزار یہودی قتل ہوئے اور آپ کے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خون کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار کوفی و شامی مقتول ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ مختار بن عبید کی لڑائی میں ستر ہزار کوفی و شامی قتل ہوئے۔ اور پھر عباسی سلطنت کے بانی عبداللہ سفاح کے حکم سے ستر ہزار کوفی و شامی مارے گئے۔ کل مل کر ایک لاکھ چالیس ہزار مقتول ہو گئے!

بہر حال یہ یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی ہر ہر چیز کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ لہٰذا خدا کے محبوبوں کی آل و ازواج ہوں یا اصحاب و احباب یا ان سے نسبت و تعلق رکھنے والی کوئی بھی چیز ہو۔ ان میں سے کسی کی بھی توہین اور بے ادبی سے خداوند قہار کے قہر و غضب ضرور کسی نہ کسی عذاب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کو اللہ کے محبوبوں سے نسبت حاصل ہو جائے اس کی تعظیم و تکریم لازم و ضروری ہے۔ اور اس کی توہین و بے ادبی عذاب الٰہی کی ہری جھنڈی اور تباہی و بربادی کا سگنل ہے۔ (والعیاذ باللہ منہ)

عذاب کی زمین منحوس

روایت ہے کہ جب جنگ تبوک کے موقع پر سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ خبردار کوئی شخص اس گاؤں میں داخل نہ ہو۔ اور نہ اس گاؤں کے کنویں کا کوئی شخص پانی پیئے۔ اور تم لوگ اس عذاب کی جگہ سے خوف الٰہی میں ڈوب کر روتے ہوئے اور منہ ڈھانپے ہوئے جلد سے جلد گزر جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی عذاب اتر پڑے۔ (روح البیان ج ۳ ص ۱۹۴)

(۲۶) قوم عاد کی آندھی

قوم ''عاد'' مقام ''احقاف'' میں رہتی تھی جو ''عمان'' و حضر موت کے درمیان ایک بڑا ریگستان ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے پوری قوم کو لوگ ان کے مورث اعلیٰ ''عاد'' کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ لوگ بت پرست اور بہت بداعمال و بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو ان لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا مگر اس قوم نے اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ حضرت ہود علیہ السلام بار بار ان سرکشوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔ مگر اس شریر قوم نے نہایت ہی بے باکی اور گستاخی کے ساتھ اپنے نبی سے یہ کہہ دیا کہ!

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

(الاعراف رکوع ۹ پ ۸)

کیا تم (اے ہود) ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں۔ اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ تو تم لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے۔ اگر تم سچے ہو۔

آخر عذاب الٰہی کی جھلکیاں شروع ہو گئیں۔ تین سال تک بارش نہیں ہوئی۔ اور ہر طرف قحط و خشک سالی کا دور دورہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے۔ اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بلا اور مصیبت آتی تھی تو لوگ مکہ معظمہ جا کر

خانہ کعبہ میں دعائیں مانگتے تھے تو بلائیں ٹل جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک جماعت مکہ معظّمہ گئی۔ اس جماعت میں مرثد بن سعد نامی ایک شخص بھی تھا۔ جو مومن تھا مگر اپنے ایمان کو قوم سے چھپائے ہوئے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعبہ معظّمہ مین دعا' مانگنی شروع کی تو مرثد بن سعد کا ایمانی جذبہ بیدار ہوگیا۔ اور اس نے تڑپ کر کہا کہ اے میری قوم! تم لاکھ دعائیں مانگو۔ مگر خدا کی قسم اس وقت تک پانی نہیں برسے گا۔ جب تک تم لوگ اپنے نبی حضرت ہود پر ایمان نہ لاؤ گے۔ حضرت مرثد بن سعد نے جب اپنا ایمان ظاہر کر دیا تو قوم عاد کے شریروں نے ان کو مار پیٹ کر الگ کر دیا اور دعائیں مانگنے لگے اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں۔ ایک سفید' ایک سرخ' ایک سیاہ اور آسمان سے ایک آواز آئی کہ اے قوم عاد! تم لوگ اپنی قوم کیلئے ان تین بدلیوں میں سے ایک بدلی کو پسند کر لو۔ ان لوگوں نے کالی بدلی کو پسند کر لیا اور یہ لوگ اس خیال میں مگن تھے کہ کالی بدلی خوب زیادہ بارش دے گی۔ چنانچہ وہ ابر سیاہ قوم عاد کی آبادیوں کی طرف چل پڑا قوم عاد کے لوگ کالی بدلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! دیکھ لو عذاب الٰہی ابر کی صورت میں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے مگر قوم کے گستاخوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور کہا کہ کہاں کا عذاب اور کیسا عذاب؟

یہ تو بادل ہے جو ہمیں بارش دینے کے لیے آرہا ہے۔ (روح البیان ج ۳' ۱۸۸)

یہ بادل پچھّم کی طرف سے آبادیوں کی طرف برابر بڑھتا رہا اور ایک دم ناگہاں اس میں سے ایک آندھی آئی جو اتنی شدید تھی کہ اونٹوں کو مع ان کے سوار کے اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیتی تھی۔ پھر اتنی زوردار ہوگئی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگ اپنے سنگین محلوں میں داخل ہو کر دروازوں کو بند کر لیا۔ مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجھوڑ کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ آندھی چلتی رہی۔ یہاں تک کہ قوم عاد کا ایک ایک آدمی مر کر فنا ہوگیا۔ اور اس قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہ رہا۔

جب آندھی ختم ہوئی تو اس قوم کی لمبی لمبی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئیں تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ!

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ (الحاقۃ رکوع 1)

اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگا دی گئی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو بچھڑے ہوئے دیکھو گویا وہ کھجور کے درخت میں گرے ہوئے۔ تو تم ان میں سے کسی کو بچا ہوا دیکھ رہے ہو؟ پھر قدرت خداوندی سے کالے رنگ کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا جنھوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا۔ اور چند مومنین کو جو ایمان لائے تھے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور آخری زندگی تک بیت اللہ شریف میں عبادت کرتے رہے۔ (صاوی ج ۲ ص ۷۳)

درسِ ہدایت

قرآن کریم کے اس دردناک واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ''قوم عاد'' جو بڑی طاقتور اور قد آور قوم تھی اور اس لوگوں کی مالی خوشحالی بھی نہایت مستحکم تھی۔ کیونکہ لہلہاتی کھیتیاں اور ہرے بھرے باغات ان کے پاس تھے۔ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان لوگوں نے گرمیوں اور سردیوں کے لیے الگ الگ محلات تعمیر کیے تھے۔ اور ان لوگوں کو اپنی کثرت اور طاقت پر بڑا اعتماد اور اپنے تمول اور سامان عیش و عشرت پر بڑا ناز تھا۔ مگر کفر اور بداعمالیوں و بدکاریوں کو منحوسیت نے ان لوگوں کو قہر الٰہی کے عذاب میں اس طرح گرفتار کر دیا کہ آندھی کے جھونکوں اور جھٹکوں نے ان کی پوری آبادی کو جھنجھوڑ کر چکنا چور کر دیا۔ اور اس پوری قوم کے وجود کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ ان کی قبروں کا بھی کہیں نشان باقی نہ رہا۔ تو پھر بھلا ہم لوگوں جیسی کمزور قوموں کا کیا ٹھکانا ہے؟ کہ عذاب الٰہی کے جھٹکوں کی تاب لا سکیں گی۔ اس لیے جن لوگوں کو اپنی اور اپنی نسلوں کی خیریت و بقا منظور ہے۔ انہیں لازم ہے کہ وہ اللہ و رسول کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے ہمیشہ بچتے رہیں۔ اور اپنی کوشش اور طاقت بھر اعمال صالحہ اور نیکیاں کرتے رہیں ورنہ قرآن مجید کی آیتیں ہمیں جھنجھوڑ کر یہ سبق دے رہی ہیں کہ نیکی کی تاثیر آبادی۔ اور بدی کی تاثیر بربادی ہے۔ قرآن مجید میں پڑھ لو کہ

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ یعنی بہت سی بستیاں اپنی بدکاریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک و برباد کر دی گئیں۔ اور دوسری آیت میں یہ بھی پڑھ لو کہ!

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰیٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ؈
(الاعراف رکوع ۱۲ پارہ ۹)

اور اگر بستیوں والے ایمان پر رہتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان پر برکتوں کے دروازے آسمان و زمین سے کھول دیتے۔ لیکن ان لوگوں نے حق کو جھٹلا دیا۔ تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔

(۲۷) الٹ پلٹ ہو جانے والا شہر

یہ حضرت لوط علیہ السلام کا شہر ''سندوم'' ہے۔ جو ملک شام میں صوبہ ''حمص'' کا ایک مشہور شہر ہے حضرت لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارخ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ یہ لوگ عراق میں شہر ''بابل'' کے باشندہ تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے ''فلسطین'' تشریف لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک شہر ''اردن'' میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرما کر ''سندوم'' والوں کی ہدایت کیلئے بھیج دیا (صاوی ج ۲ ص ۷۵)

شہر سندوم

شہر سندوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں طرح طرح کے اناج اور قسم قسم کے پھل اور میوے بکثرت پیدا ہوئے تھے۔ شہر کی خوشحالی کی وجہ سے اکثر جابجا کے لوگ مہمان بن کر ان آبادیوں میں آیا کرتے تھے۔ اور شہر کے لوگوں کو ان مہمانوں کی مہمان نوازی کا بار اٹھانا پڑتا تھا۔ اس لیے اس شہر کے لوگ مہمانوں کی آمد سے بہت ہی کبیدہ خاطر اور تنگ ہو چکے تھے۔ مگر مہمانوں کو روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ان لوگوں سے کہنے لگا کہ تم لوگ مہمانوں کی آمد سے نجات چاہتے ہو۔ تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ

جب بھی کوئی مہمان تمہاری بستی میں آئے۔ تو تم لوگ زبردستی اس کے ساتھ بدفعلی کرو۔ چنانچہ سب سے پہلے ابلیس خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر اس بستی میں داخل ہوا۔ اور ان لوگوں سے خوب خوب بدفعلی کرائی۔ اس طرح یہ فعل بد ان لوگوں نے شیطان سے سیکھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس برے کام کے یہ لوگ اس قدر عادی بن گئے۔ کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے۔

(روح البیان ج ۳ ص ۱۹۷ اعراف)

چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس فعل بد سے منع کرتے ہوئے اس طرح وعظ فرمایا کہ:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○

کیا تم لوگ وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے بھی نہ کی۔ تم مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلاشبہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔

(الاعراف رکوع ۱۰ پ ۸)

حضرت لوط علیہ السلام کی اس اصلاحی اور مصلحانہ وعظ کو سن کر ان کی قوم نے نہایت بے باکی اور انتہائی بے حیائی کے ساتھ کیا کہا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنئے!

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○

(الاعراف رکوع ۱۰)

اور ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ان (حضرت لوط) کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔

جب قوم لوط کی سرکشی اور بدفعلی قابل ہدایت نہ رہی۔ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام چند فرشتوں کو ہمراہ لے کر آسمان سے اتر پڑے۔ پھر یہ فرشتے مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اور یہ سب فرشتے بہت ہی حسین اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ ان مہمانوں کے حسن و جمال کو دیکھ کر اور قوم کی بدکاری کا خیال کر کے حضرت لوط علیہ السلام بہت فکرمند ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں قوم کے بدفعلوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی

کے ارادے سے دیوار پر چڑھنے لگے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے نہایت دل سوزی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھانا اور اس برے کام سے منع کرنا شروع کر دیا۔ مگر یہ بدفعل اور سرکش قوم اپنے بیہودہ جواب اور برے اقدام سے باز نہ آئی۔ تو آپ اپنی تنہائی اور مہمانوں کے سامنے رسوائی سے تنگ دل ہو کر غمگین و رنجیدہ ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! آپ بالکل ہی کوئی فکر نہ کریں۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان بدکاروں پر عذاب لے کر اترے ہیں۔ لہٰذا آپ مومنین اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر صبح ہونے سے قبل ہی اس بستی سے دور نکل جائیں۔ اور خبردار کوئی شخص پیچھے مڑ کر اس بستی کی طرف نہ دیکھے ورنہ وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں اور مومنین کو ہمراہ لے کر بستی سے باہر نکل گئے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس شہر کی پانچوں بستیوں کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف بلند ہوئے اور کچھ اوپر جا کر ان بستیوں کو الٹ دیا اور یہ آبادیاں زمین پر گر کر چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ پھر کنکر کے پتھروں کا مینہ برسا اور اس زور کی سنگباری ہوئی کہ قوم لوط کا ایک ایک آدمی مر گیا۔ اور ان کی لاشیں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئیں عین اس وقت جب کہ یہ شہر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیوی جس کا نام "واعلہ" تھا جو درحقیقت منافق تھی اور قوم کے بدکاروں سے محبت رکھتی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا۔ اور یہ کہا کہ "ہائے رے میری قوم!" یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی، پھر عذاب الٰہی کا ایک پتھر اس کے اوپر بھی گر پڑا۔ اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ○

(الاعراف رکوع ۱۰ پ ۸)

تو ہم نے حضرت لوط اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔ بجز ان کی ایک عورت کے کہ وہ رہ جانے والوں میں ہوئی۔ اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا۔ تو دیکھ تو کیسا انجام ہوا مجرموں کا؟

جو پتھر اس قوم پر برسائے گئے وہ کنکروں کے ٹکڑے تھے۔ اور ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس پتھر سے ہلاک ہوا۔ (صاوی ج ۲ ص ۷۶)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ لواطت کس قدر شدید اور ہولناک گناہ کبیرہ ہے کہ اس جرم میں قوم لوط کی بستیاں الٹ پلٹ کر دی گئیں۔ اور مجرمین پتھراؤ کے عذاب سے مر کر دنیا سے نیست و نابود ہو گئے!

منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ ابلیس لعین سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر کون سا گناہ ناپسند ہے؟ تو ابلیس نے کہا کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ گناہ ناپسند ہے کہ مرد مرد سے بدفعلی کرے۔ اور عورت، عورت سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اور حدیث میں ہے کہ عورت کا اپنی فرج کو دوسری عورت کی فرج سے رگڑنا یہ ان دونوں کی زنا کاری ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ (روح البیان ج ۳ ص ۱۹۸)

لواطت کی ممانعت کی تفصیلی بیان ہماری کتاب ''جہنم کے خطرات'' میں پڑھئے۔

(۲۸) سامری کا بچھڑا

فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل اس کے پنجے سے آزاد ہو کر سب ایمان لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم کا یہ حکم ہوا کہ وہ چالیس راتوں کا کوہ طور پر اعتکاف کریں اس کے بعد انہیں کتاب (توراۃ) دی جائے گی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے گئے اور بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ آپ چالیس دن تک دن بھر روزہ دار رہ کر ساری رات عبادت میں مشغول رہتے۔

سامری

بنی اسرائیل میں ایک حرامی شخص تھا جس کا نام سامری تھا جو طبعی طور پر نہایت گمراہ اور گمراہ کن آدمی تھا۔ اس کی ماں نے برادری میں رسوائی و بدنامی کے ڈر سے اس کو پیدا ہوتے ہی پہاڑ کے ایک غار میں چھوڑ دیا تھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو اپنی انگلی سے دودھ پلا پلا کر پالا تھا۔ اس لیے یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا۔ اس کا پورا نام ''موسیٰ سامری'' ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی ''موسیٰ'' ہے۔ موسیٰ سامری کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پالا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر

ہوئی تھی مگر خدا کی شان فرعون کے گھر پرورش پانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو خدا کے رسول ہوئے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پالا موسیٰ سامری کافر ہوا اور بنی اسرائیل کو گمراہ کر کے اس نے بچھڑے کی پوجا کرائی۔ اس بارے میں کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

اِذَا لْمَرْءُ لَمْ یُخْلَقْ سَعِیْدًا مِنَ الْاَزَلْ
فَقَدْ خَابَ مَنْ رَبّٰی وَ خَابَ الْمُؤَمَّلْ
فَمُوْسٰی الَّذِیْ رَبَّاهُ جِبْرِیْلُ کَافِرٌ
وَ مُوْسٰی الَّذِیْ رَبَّاهُ فِرْعَوْنُ مُرْسَلْ

یعنی جب کوئی آدمی ازل ہی سے نیک بخت نہیں ہوتا تو وہ بھی نامراد ہوتا ہے۔ اور اس کا پرورش کرنے والا بھی ناکام اور نامراد ہوتا ہے۔ دیکھ لو موسیٰ سامری جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پالا ہوا تھا وہ کافر ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو فرعون کی پرورش میں رہے وہ خدا کے رسول ہوئے۔ اس کا راز یہی ہے کہ موسیٰ سامری ازلی شقی اور پیدائشی بد بخت تھا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تربیت اور پرورش نے اس کو کچھ بھی نفع نہ دیا اور وہ کافر کا کافر ہی رہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ ازلی سعید اور نیک بخت تھے اس لیے فرعون جیسے کافر کی پرورش سے بھی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ (صاوی ج ا ص ۲۹)

جن دنوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر معتکف تھے۔ سامری نے آپ کی غیر موجودگی کو غنیمت جانا اور یہ فتنہ برپا کر دیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے سونے چاندی کے زیورات کو مانگ کر پگھلایا اور اس سے ایک بچھڑا بنایا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک جو اس کے پاس محفوظ تھی۔ اس نے وہ خاک بچھڑے کے منہ میں ڈال دی تو وہ بچھڑا بولنے لگا۔ پھر سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہا کہ اے میری قوم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا کے دیدار کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ حالانکہ تمہارا خدا تو یہی بچھڑا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اسی کی عبادت کرو۔ سامری کی اس تقریر سے بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے۔ اور بارہ ہزار آدمیوں کے سوا ساری قوم نے چاندی سونے کے بچھڑے کو بولتا دیکھ کر اس کو خدا مان لیا اور اس کے آگے سر بسجود ہو کر اس بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلاً جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ (الاعراف رکوع ۱۸ پارہ ۹)

اور موسیٰ کے بعد ان کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا جو بے جان کا دھڑ تھا۔ اور گائے کی طرح بولتا تھا۔

جب چالیس دنوں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہو کر اور توراۃ شریف ساتھ میں لے کر بستی میں تشریف لائے اور قوم کو بچھڑا پوجتے ہوئے دیکھا تو آپ پر بیحد غضب و جلال طاری ہو گیا آپ نے جوش غضب میں توراۃ شریف کو زمین پر ڈال دیا اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کا بال پکڑ کر گھسیٹنا اور مارنا شروع کر دیا اور فرمانے لگے تم نے ان لوگوں کو اس کام سے نہیں روکا حضرت ہارون علیہ السلام معذرت کرنے لگے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (الاعراف رکوع ۱۸ پارہ ۹)

حضرت ہارون نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ وہ مجھے مار ڈالیں تو آپ مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ظالموں میں نہ ملائیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی معذرت سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اس کے بعد آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے بچھڑے کو توڑ پھوڑ کر اور جلا کر اور اس کو ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہا دیا۔

درس ہدایت

مذکورہ بالا قرآنی واقعہ سے خاص طور پر دو سبق ملتے ہیں۔

(۱) اس سے علماء کرام کو یہ سبق ملتا ہے کہ علماء کرام کو کبھی اپنے مذہب کے عوام کی طرف سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ ہمیشہ عوام کو مذہبی باتیں بتاتے رہنا چاہیے۔ آپ نے دیکھا کہ سامری نے چالیس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اس نے ساری قوم کو بہکا کر گمراہ کر دیا۔ اسی طرح اگر علمائے اہل سنت اپنی قوم کی ہدایت و خبر گیری سے غافل رہیں تو بد مذہبوں کو موقع مل جائے گا۔ کہ ان لوگوں کو بہکا کر گمراہ کر دیں۔

(۲) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی خاک میں جب یہ اثر تھا کہ بچھڑے کے منہ میں پڑتے ہی بچھڑا بولنے لگا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے قدموں کے نیچے کی خاک میں بھی خیر و برکت کے اثرات ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا خدا کے نیک بندوں کے غبار آلود قدموں کو دھو کر مکانوں میں پانی چھڑکنا جیسا کہ بعض خوش عقیدہ مریدین کا طریقہ ہے یہ کوئی لغو اور بیکار کام نہیں بلکہ اس سے فیوض و برکات اور فوائد حاصل ہونے کی امید ہے۔ اور یہ شرعاً جائز بھی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲۹) سروں کے اوپر پہاڑ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ شریف کے احکام پڑھ کر بنی اسرائیل کو سنائے اور فرمایا کہ تم لوگ اس پر عمل کرو۔ جب بنی اسرائیل نے توراۃ شریف کے احکام کو سنا تو ایک دم انہوں نے ان احکام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سرکشی پر اللہ تعالیٰ کا یہ غضب نازل ہوا کہ ناگہاں کوہ طور جڑ سے اکھڑ کر ہوا میں اڑتا ہوا اور بنی اسرائیل کے سروں کے اوپر ہوا میں معلق ہو گیا جو تین میل لمبی اور تین میل چوڑی زمین میں ڈیرے ڈالے ہوئے مقیم تھے۔ جب بنی اسرائیل نے یہ دیکھا کہ پہاڑ ان کے سروں پر لٹک رہا ہے تو سب کے سب سجدہ میں گر کر عہد کرنے لگے کہ ہم نے توراۃ کے سب احکام کو قبول کیا۔ اور ہم ان پر عمل بھی کریں گے۔ مگر ان لوگوں نے سجدہ میں اپنے رخسار اور بائیں بھنوؤں کو زمین پر رکھا اور داہنی آنکھ سے پہاڑ کو دیکھتے رہے اور کہ کہیں ہمارے اوپر گر تو نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی یہودی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں کہ بایاں رخسار اور بایاں بھنوؤں زمین پر رکھتے ہیں۔ بہر حال بنی اسرائیل نے جب توبہ کر لی اور توراۃ کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کر لیا تو پھر یہ پہاڑ اڑ کر اپنی جگہ پر چلا گیا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو چند جگہوں پر بیان فرمایا ہے مثلاً سورہ اعراف میں ہے کہ:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اور جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر اٹھایا گویا کہ وہ سائبان ہے اور ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ پہاڑ ان پر گر پڑے گا پھر ہم نے کہا کہ لو جو ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی

(الاعراف رکوع ۲۱ پ ۹) کے ساتھ اور یاد کرلو جو اس میں ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

درس ہدایت

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ناواقفوں یا سرکشوں کو کسی نیک کام کے کرنے یا اچھی بات کو قبول کرنے پر ڈرا دھمکا کر مجبور کرنا یہ عین حکمت اور خداوند قدوس کی مقدس سنت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۳۰) زبان لٹک کر سینے پر آ گئی

بلعم بن باعوراء

یہ شخص اپنے دور کا بہت بڑا عالم اور عابد و زاہد تھا۔ اور اس کو اسم اعظم کا بھی علم تھا۔ یہ اپنی جگہ بیٹھا ہوا اپنی روحانیت سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور بہت ہی مستجاب الدعوات تھا۔ کہ اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی مشہور یہ ہے کہ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ''قوم جبارین'' سے جہاد کرنے کے لیے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ہماری زمینوں سے نکال کر یہ زمین اپنی قوم بنی اسرائیل کو دے دیں۔ اس لیے آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ایسی بددعا کر دیجئے کہ وہ شکست کھا کر واپس لوٹ جائیں۔ آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں اس لیے آپ کی دعا ضرور مقبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو۔ خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے۔ ان پر بھلا میں کیسے؟ اور کس طرح بددعا کر سکتا ہوں؟ لیکن اس کی قوم نے رو رو کر اور گڑگڑا کر اس طرح اصرار کیا کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ استخارہ کر لینے کے

بعد اگر مجھے اجازت مل گئی تو بددعا کردوں گا۔ مگر استخارہ کے بعد جب اس کو بددعا کی اجازت نہیں ملی تو اس نے صاف صاف جواب دے دیا کہ اگر میں بددعا کروں گا۔ تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر ہدایا اور تحائف اس کی خدمت میں پیش کر کے بے پناہ اصرار کیا۔ یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا۔ اور وہ مال کے جال میں پھنس گیا۔ اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بددعا کے لیے چل پڑا راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدہی کو اللہ تعالیٰ نے گویائی کی طاقت عطا فرمائی۔ اور اس نے کہا کہ افسوس! اے بلعم بن باعوراء! تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو۔ کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت پر بددعا کرے گا؟ گدہی کی تقریر سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں لوٹا۔ یہاں تک کہ ''حسبان'' نامی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور بلندی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا۔ اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی۔ لیکن خدا کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کرتا تھا۔ مگر اس کی زبان پر اس قوم کے لیے بددعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تم تو الٹی بددعا کر رہے ہو۔ تو اس نے کہا اے میری قوم! میں کیا کروں؟ میں بولتا کچھ ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی نکلتا ہے۔ پھر اچانک اس پر یہ غضب الٰہی نازل ہو گیا کہ ناگہاں اس کی زبان لٹک کر اس کے سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعوراء نے اپنی قوم سے رو کر کہا کہ افسوس! میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہو گئی میرا ایمان جاتا رہا۔ اور میں قہر قہار و غضب میں گرفتار ہو گیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ مگر میں تم لوگوں کو مکر کی ایک چال بتاتا ہوں۔ تم لوگ ایسا کرو تو شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو شکست ہو جائے۔ تم لوگ ہزاروں خوبصورت لڑکیوں کو بہترین پوشاک اور زیورات پہنا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیج دو۔ اگر ان کا ایک آدمی بھی زنا کرے گا تو پورے لشکر کو شکست ہو جائے گی۔ چنانچہ بلعم بن باعوراء کی قوم نے اس کے بتائے ہوئے مکر کا جال بچھایا۔ اور بہت سی خوبصورت دوشیزہ لڑکیوں کو بناؤ سنگار کرا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیجا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا

ایک رئیس ایک لڑکی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اس کو اپنی گود میں اٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گیا۔ اور فتویٰ پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! یہ عورت میرے لیے حلال ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ خبردار یہ تیرے لیے حرام ہے فوراً اس کو اپنے سے الگ کر دے۔ اور اللہ کے عذاب سے ڈر۔ مگر اس رئیس پر غلبہ شہوت کا ایسا زبردست بھوت سوار ہو گیا تھا کہ وہ اپنے نبی کے فرمان کو ٹھکرا کر اس عورت کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور زنا کاری میں مشغول ہو گیا اس گناہ کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں اچانک طاعون (پلیگ) کی وبا پھیل گئی۔ اور گھنٹے بھر میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ اور سارا لشکر تتر بتر ہو کر ناکام و نامراد واپس لوٹ آیا جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر بہت ہی صدمہ گزرا۔ (صاوی ج ۲ ص ۹۴ و جلالین وغیرہ)

بلعم بن باعوراء پہاڑ سے اتر کر مردود بارگاہ الٰہی ہو گیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مر گیا۔ اس واقعہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ٥ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥
(الاعراف رکوع ۲۲ پارہ ۹)

اے محبوب! انہیں اس (بلعم) کے احوال سنائیے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی۔ تو وہ ان آیتوں سے صاف نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ گمراہ ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو آیتوں کے سبب اوپر اٹھا لیتے۔ مگر وہ تو زمین پکڑ کر رہ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو گیا۔ تو اس کا حال کتے کی طرح ہے کہ تو اس پر حملہ کرے جب بھی وہ زبان نکالے۔ اور چھوڑ دے جب بھی وہ زبان نکالے۔ یہی حال ہے ان لوگوں کا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ تو اے محبوب! آپ لوگوں کو نصیحت سناتے رہیے تاکہ لوگ دھیان رکھیں۔

بلعم باعوراء کیوں ذلیل ہوا؟

روایت ہے کہ بعض انبیاء کرام نے خدا تعالیٰ سے دریافت کیا کہ تو نے بلعم باعوراء کو اتنی کرامتیں عطا فرما کر پھر اس کو کیوں اس قعر مذلت میں گرا دیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے میری نعمتوں کا کبھی شکر ادا نہیں کیا۔ اگر وہ شکر گزار ہوتا تو میں اس کی کرامتوں کو سلب کر کے اس کو دونوں جہان میں اس طرح ذلیل و خوار اور خائب و خاسر نہ کرتا۔

(روح البیان ج ۳ ص ۱۳۹)

درسِ ہدایت:

بلعم باعوراء کی اس سرگزشت سے چند اسباق ہدایت ملتے ہیں!

(۱) اس سے ان عالموں اور لیڈروں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو جان بوجھ کر اپنے دین و ایمان کا سودا کرتے رہتے ہیں۔ دیکھ لو! بلعم باعوراء کیا تھا' اور کیا ہو گیا؟ یہ کیوں ہوا؟ اس لیے اور صرف اس لیے کہ وہ مال و دولت کے لالچ میں گرفتار ہو گیا۔ اور دانستہ اللہ کے نبی پر بددعا کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ تو اس کا اس پر یہ وبال پڑا کہ دنیا و آخرت میں ملعون ہو کر اس طرح مردود و مطرود ہو گیا کہ عمر بھر کتے کی طرح لٹکتی ہوئی زبان لیے پھرا۔ اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی اور شعلہ بار آگ ایندھن بن گیا۔ لہٰذا ہر مسلمان خصوصاً علماء و مشائخ کو مال و دولت کے حرص اور لالچ کے جال سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہئے۔ اور ہرگز ہرگز کبھی بھی مال کی طمع میں دین کے اندر مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ خوب سمجھ لو۔ کہ قہر الٰہی کی تلوار لٹک رہی ہے (والعیاذ باللہ منہ)

(۲) اس سانحہ سے عام مسلمان بھی یہ سبق سیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر جس میں ملائکہ اور مومنین تھے۔ ظاہر ہے کہ اس لشکر کے ناکام ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ یہ ایسا روحانی اور ملکوتی لشکر تھا کہ ان کے گھوڑوں کی ٹاپ سے پہاڑ لرزہ براندام ہو جاتے مگر صرف ایک بدنصیب کے گناہ کے سبب ایسی نحوست پھیل گئی کہ ملائکہ لشکر سے الگ ہو گئے۔ اور طاعون کے عذاب نے پورے لشکر میں ایسی ابتری پھیلا دی کہ پورا لشکر بکھر گیا۔ اور یہ فوج ظفر موج ناکام و نامراد ہو کر پسپا ہو گئی۔ اس لیے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اگر وہ کفار کے مقابلہ میں مظفر و منصور اور فتحیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہر وقت گناہوں اور

بدکاریوں کی نحوستوں سے بچتے رہیں ورنہ فرشتوں کی مدد ختم ہو جائے گی۔ اور مسلمانوں کا رعب کفار کے دلوں سے نکل جائے گا اور مسلمانوں کو نہ صرف ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ بلکہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو جائے گی۔ اور پوری قوم بھاگتے ہوئے کتوں بلکہ چوہوں کی طرح کفار کی مار اور کر ان کی تلوار کا لقمہ بن کر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ (نعوذ باللہ منہ)

(۳۱) حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں!

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہر ''نینویٰ'' کے باشندوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا تھا!

نینویٰ

یہ موصل کے علاقہ کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے۔ اور کفر و شرک وغیرہ بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے اللہ کے رسول کو جھٹلا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں خبر دی کہ تم لوگوں پر عنقریب عذاب آنے والا ہے۔ یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ اس لیے یہ دیکھو کہ اگر وہ رات کو اس شہر میں رہیں جب تو سمجھ لو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور اگر انہوں نے اس شہر میں رات نہ گزاری تو یقین کر لینا چاہیے۔ کہ ضرور عذاب آئے گا۔ رات کو لوگوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں۔ اور ہر طرف سے دھواں اٹھا کر شہر پر چھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب آنے ہی والا ہے۔ تو لوگوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش و جستجو ہوئی۔ مگر وہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔ اب شہر والوں کو اور زیادہ خطرہ اور اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ خوف خداوندی سے ڈر کر کانپ اٹھے اور سب کے سب عورتوں بچوں بلکہ اپنے

مویشیوں کو ساتھ لے کر اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر روتے ہوئے جنگل میں نکل گئے۔ اور رو رو کر صدق دل سے حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار و اعلان کرنے لگے۔ شوہر بیوی سے اور مائیں بچوں سے الگ ہو کر سب کے سب توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ اور دربار باری میں گڑگڑا کر گریہ وزاری شروع کر دی۔ جو مظالم آپس میں ہوتے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے۔ اور جتنی حق تلفیاں ہوئی تھیں سب کی آپس میں معافی تلافی کرنے لگے۔ غرض سچی توبہ کر کے خدا سے یہ عہد کر لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام جو کچھ خدا کا پیغام لائے ہیں ہم ان پر صدق دل سے ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کو شہر والوں کی بیقراری اور مخلصانہ گریہ وزاری پر رحم آیا اور عذاب اٹھا لیا گیا۔ ناگہاں دھواں اور عذاب کی بدلیاں رفع ہو گئیں اور تمام لوگ پھر شہر میں آ کر امن و چین کے ساتھ رہنے لگے۔

اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے خداوند قدوس نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا کہ:

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (یونس رکوع ۱۰ پ ۱۱)

تو ہوئی ہوگی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا۔ ہاں یونس کی قوم جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا۔ اور ایک وقت تک انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع دے دیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آ جاتا ہے تو عذاب آ جانے کے بعد ایمان لانا مفید نہیں ہوتا مگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی بدلیاں آ جانے کے بعد بھی جب وہ لوگ ایمان لائے۔ تو ان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔

عذاب ٹلنے کی دعا:

طبرانی شریف کی روایت ہے کہ شہر نینویٰ پر جب عذاب کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام باوجود تلاش و جستجو کے لوگوں کو نہیں ملے۔ تو شہر والے گھبرا کر اپنے ایک عالم کے پاس گئے۔ جو صاحب ایمان اور شیخ وقت تھے اور ان سے فریاد کرنے لگے۔ تو انہوں نے حکم دیا کہ تم لوگ یہ وظیفہ پڑھ کر دعا مانگو یَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيُّ وَيَا حَيُّ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَا حَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ چنانچہ لوگوں نے یہ پڑھ کر دعا مانگی تو عذاب ٹل

گیا۔ لیکن مشہور محدث اور صاحب کرامت ولی حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ شہر نینویٰ کا عذاب جس دعا کی برکت سے دفع ہوا وہ دعا یہ تھی کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ذُنُوْبَنَا قَدْ عَظُمَتْ وَجَلَّتْ وَاَنْتَ اَعْظَمُ وَاَجَلُّ فَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ اَھْلُہٗ بہر حال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جا سکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا۔ مگر عذاب نہیں آیا۔ تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں گے۔ آپ یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی ہے جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا۔ تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا۔ اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے۔ اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔ مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھری سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اگل دیا۔ اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ خدا کی شان کہ اس جگہ کدو کی ایک بیل اگ گئی اور آپ اس کے سایہ میں آرام کرتے رہے۔ پھر جب آپ میں کچھ توانائی آ گئی تو اپنی قوم میں تشریف لائے۔ اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔

(صاوی ج ۲ ص ۷۴ وغیرہ کتب تفاسیر)

حضرت یونس علیہ السلام کی اس دردناک سرگزشت کو قرآن کریم نے ان لفظوں میں بیان فرمایا کہ:

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ٥ فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ٥ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَھُوَ مُلِیْمٌ ٥ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ٥ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ٥ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ ٥ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ٥ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ٥ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ ط. (الصفت رکوع ۵ پارہ ۲۳)

اور بیشک یونس پیغمبروں میں سے ہیں جب کہ وہ بھری کشتی کی طرف نکل گیئے تو قرعہ ڈالا۔ تو وہ دریا میں ڈھکیل دیئے گئے۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے تھے۔ تو اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتے جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے انہیں میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا۔ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف بلکہ کچھ زیادہ کی طرف بھیجا تو وہ ایمان لائے پھر ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔

درس ہدایت

(۱) نینویٰ والوں کی سرگزشت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کسی قوم پر کوئی بلا عذاب بن کر نازل ہو تو اس بلا سے نجات پانے کا یہی طریقہ ہے کہ لوگوں کو توبہ واستغفار میں مشغول ہو کر دعائیں مانگنی چاہیے۔ تو امید ہے کہ بندوں کی بے قراری اور ان کی گریہ وزاری پر ارحم الراحمین رحم فرما کر بلاؤں کے عذاب کو دفع فرما دے گا!

(۲) حضرت یونس علیہ السلام کی دل ہلا دینے والی مصیبت اور مشکلات سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کس کس طرح امتحان میں ڈالتا ہے لیکن جب بندے امتحان میں پڑ کر صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اور عین بلاؤں کے طوفان میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ تو ارحم الراحمین اپنے بندوں کی نجات کا غیب سے ایسا انتظام فرما دیتا ہے کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ غور کیجئے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب کشتی والوں نے سمندر میں پھینک دیا تو ان کی زندگی اور سلامتی کا کون سا ذریعہ باقی رہ گیا تھا؟ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا تو اب بھلا ان کی حیات کا کون سا سہارا رہ گیا تھا؟ مگر اسی حالت

میں آپ نے جب آیت ۱۰۲ کریمہ کا وظیفہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ وسلامت رکھا اور پھر مچھلی کے پیٹ سے انہیں ایک میدان میں پہنچا دیا۔ اور پھر انہیں تندرستی وسلامتی کے ساتھ ان کی قوم اور وطن میں پہنچا دیا۔ اور ان کی تبلیغ کی بدولت ایک لاکھ سے زائد آدمیوں کو ہدایت مل گئی!

(۳۲) چار مہینے کے بچے کی گواہی

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا۔ تو ایک شخص جس کا نام مالک بن ذعر تھا جو مدین کا باشندہ تھا۔ ایک قافلہ کے ہمراہ اس کنوئیں کے پاس پہنچا۔ اور اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس ڈول کو پکڑ لیا۔ اور مالک بن ذعر نے آپ کو کنوئیں میں سے نکال لیا۔ تو آپ کے بھائیوں نے اس سے کہا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔ اگر تم اس کو خرید لو تو ہم بہت ہی سستا تمہارے ہاتھ بیچ دیں گے۔ چنانچہ ان کے بھائیوں نے صرف بیس درہم میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ ڈالا۔ مگر شرط یہ لگا دی کہ تم اس کو یہاں سے اتنی دور لے جاؤ کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ مالک بن ذعر نے ان کو خرید کر مصر کے بازار کا رخ کیا۔ اور بازار میں ان کو فروخت کرنے کا اعلان کیا۔ ان دنوں مصر کا بادشاہ دیان بن ولید عملیقی تھا اور اس نے اپنے وزیر اعظم قطیفر مصری کو مصر کی حکومت اور خزانے سونپ دیئے تھے۔ اور مصر میں لوگ اس کو "عزیز مصر" کے خطاب سے پکارتے تھے۔ جب عزیز مصر کو معلوم ہوا کہ بازار مصر میں ایک بہت ہی خوبصورت غلام فروخت کے لیے لایا گیا ہے اور لوگ اس کی خریداری کیلئے بڑی بڑی رقمیں لے کر بازار میں جمع ہو گئے ہیں۔ تو عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے وزن برابر سونا' اور اتنی ہی چاندی' اور اتنا ہی مشک' اور اتنے ہی حریر قیمت دے کر خرید لیا۔ اور گھر لے جا کر اپنی بیوی "زلیخا" سے کہا کہ اس غلام کو نہایت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ رکھو۔ اس وقت آپ کی عمر شریف تیرہ یا سترہ برس کی تھی۔ "زلیخا" حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال پر فریفتہ ہو گئی۔ اور ایک دن خوب بناؤ سنگار کر کے تمام دروازوں کو بند کر دیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تنہائی میں لبھانے لگی آپ نے معاذ اللہ کہہ کر فرمایا کہ میں اپنے مولیٰ عزیز مصر کے احسان کو فراموش کر کے ہرگز ہرگز اس کے ساتھ کوئی خیانت

نہیں کر سکتا۔ پھر جب خود زلیخا آپ کی طرف لپکی تو آپ بھاگ نکلے۔ اور زلیخا نے دوڑ کر پیچھے سے آپ کا پیراہن پکڑ لیا جو پھٹ گیا۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے زلیخا دوڑتی ہوئی صدر دروازہ پر پہنچ گئی۔ اتفاق سے ٹھیک اسی حالت میں عزیز مصر مکان میں داخل ہوا۔ اور دونوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تو زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ اس غلام کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ یا اور کوئی دوسری سخت سزا دی جائے۔ کیونکہ اس نے تمہاری گھر والی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عزیز مصر! یہ بالکل ہی غلط بیانی کر رہی ہے۔ اس نے خود مجھے لبھایا۔ اور میں اس سے بچنے کے لیے بھاگا تو اس نے پیچھا کیا۔ عزیز مصر دونوں کا بیان سن کر حیران رہ گیا۔ اور بولا کہ اے یوسف! میں کس طرح باور کرلوں کہ تم سچے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ گھر میں چار مہینے کا ایک بچہ پالنے میں لیٹا ہوا ہے جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا ہے۔ اس سے دریافت کر لیجئے کہ واقعہ کیا ہے؟ عزیز مصر نے کہا کہ بھلا چار ماہ کا بچہ کیا جانے اور وہ کیسے بولے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور میری بے گناہی کی شہادت دینے کی قدرت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ میں بے قصور ہوں۔ چنانچہ عزیز مصر نے جب اس بچے سے پوچھا۔ تو اس بچے نے بہ آواز بلند فصیح زبان میں یہ کہا کہ:

اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ٥ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ٥ (یوسف ع ۳)

اگر اُن کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا ہے۔ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچے ہیں۔

بچے کی زبان سے عزیز مصر نے یہ شہادت سن کر جو دیکھا تو ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا تھا۔ تو اس وقت عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اعلان کرتے ہوئے یہ کہا کہ:

اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ٥ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﵉ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـئِيْنَ٥

بیشک یہ تم عورتوں کا چرتر ہے۔ بیشک تمہارا چرتر بڑا ہے۔ اے یوسف! تم اس کا خیال نہ کرو۔ اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو خطا کاروں میں ہے۔

(۳۳) حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب ان کو کنوئیں میں ڈال کر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے جا کر یہ کہہ دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بے انتہا رنج وقلق اور بے پناہ صدمہ ہوا۔ اور وہ اپنے بیٹے کے غم میں بہت دنوں تک روتے رہے اور بکثرت رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا۔ اور بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ پھر برسوں کے بعد جب برادران یوسف علیہ السلام قحط کے زمانے میں غلہ لینے کے لیے دوسری مرتبہ مصر گئے اور بھائیوں نے آپ کو پہچان کر اظہار ندامت کرتے ہوئے معافی طلب کی۔ تو آپ نے انہیں معاف کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دے وہ ارحم الراحمین ہے۔

جب آپ نے اپنے بھائیوں سے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال پوچھا۔ اور بھائیوں نے بتایا کہ وہ تو آپ کی جدائی میں روتے روتے بہت ہی نڈھال ہو گئے ہیں۔ اور ان کی بینائی بھی بہت کمزور ہوگئی ہے۔ بھائیوں کی زبانی والد ماجد کا حال سن کر حضرت یوسف علیہ السلام بہت ہی رنجیدہ اور غمگین ہو گئے پھر آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ:

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ (یوسف ۱۰ ع)

تم لوگ میرا یہ کرتا لے جاؤ۔ اور اس کو میرے والد کے منہ پر ڈال دو۔ تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

چنانچہ برادران یوسف علیہ السلام اس کرتے کو لے کر مصر سے کنعان کو روانہ ہوئے آپ کے بھائیوں میں سے یہودا نے کہا۔ کہ اس کرتے کو میں لیکر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جاؤں گا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر ان کا خون آلود کرتا بھی میں ہی ان کے پاس لے کر گیا تھا۔ اور میں نے ہی یہ کہہ کر ان کو غمگین کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا۔ تو چونکہ میں نے انہیں غمگین کیا تھا۔ لہٰذا آج میں ہی یہ کرتا دے کر اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کی خوشخبری سنا کر ان کو خوش

کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ یہودا اس پیراہن کو لے کر اسی کوس تک ننگے سر برہنہ پا دوڑتا ہوا چلا گیا۔ راستہ کی خوراک کے لیے سات روٹیاں اس کے پاس تھیں مگر فرط مسرت اور جلد پہنچنے کے شوق میں وہ ان روٹیوں کو بھی نہ کھا سکا۔ اور جلد سے جلد سفر طے کر کے والد محترم کی خدمت میں پہنچ گیا!

یہودا جیسے ہی کرتا لے کر مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا۔ کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اور آپ نے اپنے پوتوں سے فرمایا کہ:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ (یوسف رکوع ۱۱)

بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اگر مجھے تم لوگ یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہے۔

آپ کے پوتوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم آپ اب بھی اپنی اسی پرانی وارفتگی میں پڑے ہوئے ہیں بھلا کہاں یوسف ہیں؟ اور کہاں ان کی خوشبو؟ لیکن جب یہودا کرتا لے کر کنعان پہنچا۔ اور جیسے ہی کرتے کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو فوراً ہی ان کی آنکھوں میں روشنی آ گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳)

پھر جب خوشی سنانے والا (یہودا) آیا اس نے وہ کرتا حضرت یعقوب کے منہ پر ڈالا۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں پھر روشنی آ گئی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے!

یہودا مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا لے کر جیسے ہی کنعان کی طرف چلا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ لی۔ اس بارے میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک بڑی ہی نصیحت آموز اور لذیذ حکایت لکھی ہے۔ جو بہت ہی دلکش ہے اور نہایت ہی کیف آور بھی ہے۔

حکایت:

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند ۔۔۔ کہ اے عالی گہر! پیر خرد مند

حضرت یعقوب علیہ السلام سے جن کے فرزند گم ہو گئے تھے۔ کسی نے یہ پوچھا کہ اے عالی ذات اور بزرگ عقلمند۔

زمصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی

آپ نے مصر جیسے دور دراز مقام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سونگھ لی۔ اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کنعان ہی کی سرزمین میں ایک کنوئیں کے اندر تھے۔ تو آپ کو اتنے قریب سے بھی ان کی خوشبو محسوس نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا۔

بگفتا حال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے برپشت پائے خود نہ بینم

یعنی ہم اللہ والوں کا حال کوندنے والی بجلی کی مانند ہے۔ کہ دم بھر میں ظاہر اور دم بھر میں پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ کبھی تم ہم لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی صفات نورانیہ کی تجلی ہوتی ہے تو ہم لوگ آسمانوں پر جا بیٹھتے ہیں اور ساری کائنات ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے۔ اور کبھی جب ہم پر استغراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو ہم لوگ خدا کی ذات و صفات میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ تمام ماسوی اللہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنے پشت پا کو بھی نہیں دیکھ پاتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مصر سے تو پیراہن یوسف کو ہم نے سونگھ کر اس کی خوشبو محسوس کر لی کیونکہ اس وقت ہم پر کشفی کیفیت طاری تھی مگر کنعان کے کنوئیں میں سے ہم کو حضرت یوسف کی خوشبو اس لیے محسوس نہ ہو سکی کہ اس وقت ہم پر استغراقی کیفیت کا غلبہ تھا اور ہمارا یہ حال تھا کہ۔

میں کسی کی لوں خبر، مجھے اپنی خبر نہیں!

درس ہدایت

اس پورے واقعہ سے خاص طور پر دو سبق ملتے ہیں!

(1) یہ کہ اللہ والوں کے لباس اور کپڑوں میں بھی بڑی برکت اور کرامت پنہاں ہوتی ہے لہٰذا بزرگوں کے لباس و پوشاک کو تبرک بنا کر رکھنا اور ان سے برکت و شفاء حاصل کرنا اور ان کو خداوند قدوس کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر دعاء مانگنا یہ مقبولیت اور حصول سعادت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

اللہ والوں کا حال ہر وقت اور ہمیشہ یکساں ہی نہیں رہتا بلکہ کبھی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے انوار سے ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سارے عالم کے ذرے ذرے کو دیکھنے لگتے ہیں اور کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ تجلیوں کے مشاہدے میں مستغرق ہو کر سارے عالم سے بے توجہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ کہ ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنا نام تک بھول جاتے ہیں۔ تصوف کی یہ دو کشفی و استغراقی کیفیات ایسی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا بلکہ ان پر کیفیات طاری ہوتی رہتی ہے۔ سچ ہے۔

لذت مے شناسی بخدا تا نہ چشی

اور اس حال و کیفیت کا طاری ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ ذکر و فکر اور مراقبہ کے ساتھ ساتھ شیخ کامل کی باطنی توجہ سے دل کی صفائی اور انجلاء قلبی پیدا ہو جائے سلطان تصوف حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل زا جانب دلدار کن

اور کسی دوسرے عارف نے یہ فرمایا کہ۔

از "کنز" "وہدایہ" نہ تواں یافت خدارا
سی پارہ دل حواں کہ کتابے بہ ازیں نیست

یعنی خالی "کنز الدقائق" "وہدایہ" پڑھ لینے سے خدا نہیں مل سکتا بلکہ دل کے سپارے کو پڑھو کیونکہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے مگر اس دور نفسانیت میں جب کہ تصوف کے علم برداروں نے اپنی بے عملی سے تصوف کے مضبوط و مستحکم محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ اور محض جھاڑ پھونک اور شعبدہ بازیوں پر پیری مریدی کا ڈھونگ چلا رہے ہیں۔ اور خالی رنگ برنگ کے کپڑوں اور نئی نئی تراش خراش کی پوشاکوں اور تسبیح و عصا کو تخت کا معیار

بنا رکھا ہے۔ بھلا تصوف کی حقیقی کیفیات وتجلیات کو لوگ کب؟ اور کیسے اور کہاں سے سمجھ سکتے ہیں؟ اس لیے اس بارے میں ارباب تصوف اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ کہ:

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

(۳۴) سورۂ یوسف کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو ''احسن القصص'' یعنی تمام قصوں میں سب سے اچھا قصہ فرمایا ہے۔ اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مقدس زندگی کے اتار چڑھاؤ میں اور رنج وراحت اور غم وسرور کے مدوجزر میں ہر ایک واقعہ بڑی بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کے سامان اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اس لئے ہم اس قصہ عجیبہ کا خلاصہ تحریر کرتے ہیں تاکہ ناظرین اس سے عبرت حاصل کریں اور خداوند قدوس کی قدرتوں کا مشاہدہ کریں۔

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: (۱) یہودا (۲) روبیل (۳) شمعون (۴) لاوی (۵) زبولون (۶) یسجر (۷) دان (۸) نفتائی (۹) جاد (۱۰) آشر (۱۱) یوسف (۱۲) بنیامین۔

حضرت بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ باقی دوسری ماؤں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ اپنے باپ کے پیارے تھے اور چونکہ ان کی پیشانی پر نبوت کے نشان درخشاں تھے اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان کا بیحد اکرام اور ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ سات برس کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند وسورج ان کو سجدہ کررہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنا یہ خواب اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو سنایا تو آپ نے ان کو منع فرمادیا کہ پیارے بیٹے! خبردار تم اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت بیان کردینا ورنہ یہ لوگ جذبہ حسد میں تمہارے خلاف کوئی خفیہ چال چل دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے بھائیوں کو ان پر حسد ہونے لگا یہاں تک کہ سب بھائیوں نے آپس میں مشورہ کرکے یہ منصوبہ تیار کرلیا کہ ان کو کسی طرح گھر سے لے جاکر

جنگل کے کنوئیں میں ڈال دیں۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے سب بھائی جمع ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے اور بہت اصرار کر کے شکار اور تفریح کا بہانہ بنا کر ان کو جنگل میں لے جانے کی اجازت حاصل کر لی اور ان کو گھر سے کندھوں پر بٹھا کر لے چلے لیکن جنگل میں پہنچ کر دشمنی کے جوش میں ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سب نے بہت زیادہ مارا، پھر ان کا کرتا اتار کر اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو ایک گہرے اور اندھیرے کنوئیں میں گرا دیا لیکن فوراً ہی حضرت جبریل علیہ السلام نے کنوئیں میں تشریف لا کر ان کو غرق ہونے سے اس طرح بچالیا کہ ان کو ایک پتھر پر بٹھا دیا جو اس کنوئیں میں تھا اور ہاتھ پاؤں کھول کر تسلی دیتے ہوئے ان کا خوف و ہراس دور کر دیا اور گھر سے چلتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا جو کرتا تعویذ بنا کر آپ کے گلے میں ڈال دیا تھا وہ نکال کر ان کو پہنا دیا جس سے اس اندھیرے کنوئیں میں روشنی ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈال کر اور آپ کے پیراہن کو ایک بکری کے خون میں لت پت کر کے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے اور مکان کے باہر ہی سے چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام گھبرا کر گھر سے باہر نکلے اور رونے کا سبب پوچھا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ کیا تمہاری بکریوں کو کوئی نقصان پہنچ گیا ہے؟ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ میرا یوسف کہاں ہے؟ میں اس کو نہیں دیکھ رہا ہوں تو بھائیوں نے روتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ کھیل میں دوڑتے ہوئے دور نکل گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس بٹھا کر چلے گئے تو ایک بھیڑیا آیا اور وہ ان کو پھاڑ کر کھا گیا اور یہ ان کا کرتا ہے۔ ان لوگوں نے کرتے میں خون تو لگا لیا تھا لیکن کرتے کو پھاڑنا بھول گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اشکبار ہو کر اپنے نور نظر کے کرتے کو جب ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا کہ کرتا بالکل سلامت ہے اور کہیں سے بھی پھٹا نہیں ہے تو آپ ان لوگوں کے مکر اور جھوٹ کو بھانپ گئے اور فرمایا کہ بڑا ہوشیار اور سیانا بھیڑا تھا کہ میرے یوسف کو تو پھاڑ کر کھا گیا مگر ان کے کرتے پر ایک ذرا سی خراش بھی نہیں آئی اور آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ یہ سب تم لوگوں کی کارستانی اور مکر و فریب ہے پھر آپ نے دکھے ہوئے دل سے نہایت درد بھری آواز میں فرمایا کہ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ.

حضرت یوسف علیہ السلام تین دن اس کنوئیں میں تشریف فرما رہے۔ یہ کنواں کھاری تھا مگر آپ کی برکت سے اس کا پانی بہت لذیذ اور نہایت شیریں ہوگیا۔ اتفاق سے ایک قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا جب اس قافلہ کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن زعر خزاعی تھا پانی بھرنے کے لئے آیا اور کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام ڈول پکڑ کر لٹک گئے مالک بن زعر نے ڈول کھینچا تو آپ کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ جب اس نے آپ کا حسن و جمال دیکھا تو یٰبُشریٰ ھٰذَا غُلَامٌ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنانے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو اس جنگل میں روزانہ بکریاں چرایا کرتے تھے برابر روزانہ کنوئیں میں جھانک کر دیکھا کرتے تھے جب ان لوگوں نے آپ کو کنوئیں میں نہیں دیکھا تو تلاش کرتے ہوئے قافلہ میں پہنچے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے جو بالکل ناکارہ اور نافرمان ہے یہ کسی کام کا نہیں ہے اگر تم لوگ اس کو خریدو تو ہم بہت ہی سستا تمہارے ہاتھ فروخت کر دیں گے مگر شرط یہ ہے کہ تم لوگ اس کو یہاں سے اتنی دور لے جا کر فروخت کرنا کہ یہاں تک اس کی خبر نہ پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کے خوف سے خاموش کھڑے رہے اور ایک لفظ بھی نہ بولے پھر ان کے بھائیوں نے ان کو مالک بن زعر کے ہاتھ صرف بیس درہموں میں فروخت کر دیا۔ مالک بن زعر ان کو خرید کر مصر کے بازار میں لے گیا اور وہاں عزیز مصر نے ان کو بہت گراں قیمت دے کر خرید لیا اور اپنے شاہی محل میں لے جا کر اپنی ملکہ ''زلیخا'' سے کہا کہ تم اس غلام کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھو۔ چنانچہ آپ عزیز مصر کے شاہی محل میں رہنے لگے اور ملکہ زلیخا ان سے بہت محبت کرنے لگی بلکہ ان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوکر عاشق ہوگئی اور ان کا جوش عشق یہاں تک بڑھا کہ ایک دن ''زلیخا'' عشق و محبت میں والہانہ طور پر آپ کو پھسلانے اور لبھانے لگی اور آپ کو ہمبستری کی دعوت دینے لگی۔ آپ نے معاذ اللہ کہہ کر انکار فرما دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں اپنے مولیٰ عزیز مصر کے ساتھ خیانت کر کے اس کے احسانوں کی ناشکری نہیں کر سکتا اور آپ گھر میں سے بھاگ نکلے تو ملکہ زلیخا نے دوڑ کر پیچھے سے آپ کا پیراہن پکڑ لیا اور آپ کا پیراہن پیچھے سے پھٹ گیا۔ عین اسی حالت میں عزیز مصر مکان میں آگئے اور دونوں کو دیکھ لیا تو زلیخا نے آپ پر تہمت لگا دی۔ عزیز مصر حیران ہوکر ان دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اتفاق سے مکان میں ایک چار ماہ کا بچہ پالنے میں لیٹا ہوا تھا۔ اس نے شہادت

دی کہ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یوسف قصور وار ہیں اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا کی خطا ہے اور یوسف بے قصور ہیں۔ جب عزیز مصر نے کرتے کو دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا فوراً عزیز مصر نے زلیخا کو خطاوار قرار دے کر ڈانٹا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ کہا کہ اس کا خیال و ملال نہ کیجئے پھر زلیخا کے مشورہ سے عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھجوا دیا۔ اس طرح اچانک حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے شاہی محل سے نکل کر جیل خانہ کی کوٹھڑی میں چلے گئے اور آپ نے جیل میں پہنچ کر یہ کہا کہ اے اللہ! یہ قید خانہ کو کوٹھڑی مجھ کو اس بلا سے زیادہ محبوب ہے۔ جس کی طرف زلیخا مجھے بلا رہی تھی پھر آپ سات برس یا بارہ برس جیل خانہ میں رہے اور قیدیوں کو توحید اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے اور وعظ فرماتے رہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس دن آپ قید خانہ میں داخل ہوئے اسی دن آپ کے ساتھ ساتھ بادشاہ مصر کے دو خادم ایک شراب پلانے والا' دوسرا باورچی دونوں جیل خانہ میں داخل ہوئے اور دونوں نے اپنا ایک ایک خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا اور آپ نے ان دونوں کے خوابوں کی تعبیر فرما دی جو سو فیصدی صحیح ثابت ہوئی۔ اس لئے آپ کا معبر (تعبیر دینے والا) ہونا مشہور ہو گیا۔

اسی دوران میں مصر کے بادشاہ اعظم ریان بن ولید نے یہ خواب دیکھا کہ سات فربہ گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور سات سوکھی بالیاں ہیں۔ بادشاہ اعظم نے اپنے درباریوں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو لوگوں نے اس خواب کو خواب پریشان کہہ کر اس کی کوئی تعبیر نہیں بتائی اتنے میں بادشاہ کا ساقی جو قید خانہ سے رہا ہو کر آ گیا تھا اس نے کہا کہ مجھے اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے جیل خانہ میں جانے کی اجازت دی جائے چنانچہ یہ بادشاہ کا فرستادہ ہو کر قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور بادشاہ کا خواب بیان کر کے تعبیر دریافت کی کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیاں ہیں اور سات سوکھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ سات برس تک مسلسل کھیتی کرو اور ان کے اناجوں کو بالیوں میں محفوظ رکھو پھر سات برس تک سخت خشک سالی ہے گی۔ قحط کے ان سات برسوں میں پہلے سات برسوں کا محفوظ کیا ہوا اناج لوگ کھائیں گے اس کے بعد پھر ہریالی کا سال آئے گا۔ قاصد

نے واپس لوٹ کر بادشاہ سے اس کے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے نکال کر میرے دربار میں لاؤ۔ قاصد رہائی کا پروانہ لے کر جیل خانہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زلیخا اور دوسری عورتوں کے ذریعہ میری بے گناہی اور پاک دامنی کا اظہار کرالیا جائے اس کے بعد ہی میں جیل سے باہر نکلوں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کی تحقیقات کرائی تو تحقیقات کے دوران زلیخا نے اقرار کرلیا کہ میں نے خود ہی حضرت یوسف کو پھسلایا تھا۔ خطا میری ہے۔ حضرت یوسف سچے اور پاک دامن ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دربار میں بلا کر کہہ دیا کہ آپ ہمارے معتمد اور ہمارے دربار کے معزز ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ زمین کے خزانوں کے انتظامی امور اور حفاظتی نظام کے انتظام پر میرا تقرر کردیں میں پورے نظام کو سنبھال لوں گا۔ بادشاہ نے خزانے کا انتظامی معاملہ اور ملک کے نظام و انصرام کا پورا شعبہ آپ کے سپرد کردیا۔ اس طرح ملک مصر کی حکمرانی کا اقتدار آپ کو مل گیا۔

اس کے بعد آپ نے خزانوں کا نظام اپنے ہاتھ میں لے کر سات سال تک کھیتی کا پلان چلایا اور اناجوں کو بالیوں میں محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ قحط اور خشک سالی کا دور شروع ہوگیا اور ہر طرف بھکمری پھیل گئی تو پوری سلطنت کے لوگ غلے کی خریداری کے لئے مصر آنا شروع ہوگئے اور آپ نے غلوں کی فروخت شروع کردی۔

اسی سلسلے میں آپ کے بھائی لوگ بھی کنعان سے مصر آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو ان لوگوں کو دیکھتے ہی پہلی نظر میں پہچان لیا مگر آپ کے بھائیوں نے آپ کو بالکل ہی نہیں پہچانا۔ آپ نے ان لوگوں کو غلہ دیدیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی (بنیامین) جو ہے آئندہ اس کو بھی لے کر آنا اگر تم لوگ آئندہ اس کو نہ لائے تو تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم اس کے والد کو رضامند کرنے کی کوشش کریں گے پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم ان کی نقدیوں کو اس کی بوریوں میں ڈال دو تاکہ یہ لوگ جب اپنے گھر پہنچ کر ان کی نقدیوں کو دیکھیں گے تو امید ہے کہ ضرور یہ لوگ واپس لوٹیں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ اپنے والد کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان! اب کیا ہوگا؟ عزیز مصر نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ جب تک تم لوگ بنیامین کو ساتھ لے کر نہ آؤ گے۔ تمہیں غلہ نہیں ملے گا لہٰذا آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ

ہم ان کے حصہ کا بھی غلہ لے لیں اور آپ اطمینان رکھیں کہ ہم لوگ ان کی حفاظت کریں گے۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے اپنی بوریوں کو کھولا تو حیران رہ گئے کہ ان کی رقمیں اور نقدیاں ان کی بوریوں میں موجود تھیں یہ دیکھ کر برادران یوسف نے پھر اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! اس سے بڑھ کر اچھا سلوک اور کیا چاہئے؟ دیکھ لیجئے عزیز مصر نے ہم کو پورا پورا غلہ بھی دیا ہے اور ہماری نقدیوں کو بھی واپس کر دیا ہے لٰہذا آپ بلا خوف وخطر ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ''یوسف'' کے معاملہ میں تم لوگوں پر بھروسہ کر چکا ہوں تو تم لوگوں نے کیا کر ڈالا؟ تو اب دوبارہ تم لوگوں پر کیسے بھروسہ کرلوں؟ میں اس طرح ''بنیامین'' کو ہرگز ہرگز تم لوگوں کے ساتھ نہیں بھیجوں گا لیکن ہاں اگر تم لوگ حلف اٹھا کر میرے سامنے عہد کرو تو البتہ میں اس کو بھیج سکتا ہوں۔ یہ سن کر سب بھائیوں نے حلف لے کر عہد کیا اور آپ نے ان لوگوں کے ساتھ ''بنیامین'' کو بھیج دیا۔

جب یہ لوگ عزیز مصر کے دربار میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی ''بنیامین'' کو اپنی مسند پر بٹھا لیا اور چپکے سے ان کے کان میں کہدیا کہ میں تمہارا بھائی ''یوسف'' ہوں۔ لٰہذا تم کوئی فکر وغم نہ کرو پھر آپ نے سب کو اناج دیا اور سب نے اپنی اپنی بوریوں کو سنبھال لیا جب سب چلنے لگے تو آپ نے ''بنیامین'' کو اپنے پاس روک لیا۔ اب برادران یوسف سخت پریشان ہوئے۔ اپنے والد کے روبرو یہ عہد کر کے آئے تھے کہ ہم اپنی جان پر کھیل کر بنیامین کی حفاظت کریں گے اور یہاں ''بنیامین'' ان کے ہاتھ سے چھین لئے گئے۔ اب گھر جا کر کیونکر؟ اور یہاں ٹھہریں تو کیسے؟ یہ معاملہ دیکھ کر سب سے بڑا بھائی ''یہودا'' کہنے لگا کہ اے میرے بھائیو! سوچو کہ تم لوگ والد صاحب کو کیا کیا عہد و پیمان دے کر آئے ہو؟ اور اس سے پہلے تم لوگ اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کتنی بڑی تقصیر کر چکے ہو لٰہذا میں تو جب تک والد صاحب حکم نہ دیں اس زمین سے ہٹ نہیں سکتا۔ ہاں تم لوگ گھر جاؤ اور والد صاحب سے سارا ماجرا عرض کر دو۔ چنانچہ یہودا کے سوا دوسرے سب بھائی لوٹ کر گھر آئے اور اپنے والد سے سارا حال بیان کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یوسف کی طرح بنیامین کے معاملہ میں بھی تم لوگوں نے حیلہ سازی کی ہے تو خیر، میں صبر کرتا ہوں اور صبر بہت اچھی چیز ہے پھر آپ نے منہ پھیر کر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ

ہائے افسوس! اور حضرت یوسف کو یاد کر کے اتنا روئے کہ شدت غم سے نڈھال ہو گئے اور روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ آپ کی زبان سے یوسف کا نام سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹوں پوتوں نے کہا کہ ابا جان! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ لب گور ہو جائیں یا جان سے گزر جائیں۔ اپنے بیٹوں پوتوں کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے غم پریشانی کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم لوگوں کو نہیں معلوم ہے۔ اے میرے بیٹو! تم لوگ جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی ''بنیامین'' کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ کیونکہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جانا کافروں کا کام ہے۔

چنانچہ برادران یوسف پھر مصر کو روانہ ہوئے اور جا کر عزیز مصر سے کہا کہ اے عزیز مصر! ہمارے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت پہنچ گئی ہے اور ہم چند کھوٹے سکے لے کر آئے ہیں لہٰذا آپ بطور خیرات کے کچھ غلہ دے دیجئے اپنے بھائیوں کی زبان سے گھر کی داستان اور خیرات کا لفظ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے بھائیوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کو یاد ہے کہ تم لوگوں نے یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے؟ یہ سن کر بھائیوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا سچ مچ آپ یوسف ہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں ہی یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا فضل واحسان فرمایا ہے۔ یہ سن کر بھائیوں نے نہایت شرمندگی اور لجاجت کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ بلاشبہ ہم لوگ واقعی بڑے خطاکار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم لوگوں پر بہت بڑی فضیلت بخشی ہے۔ بھائیوں کی شرمندگی اور لجاجت سے متاثر ہو کر آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے فرمایا کہ آج میں تم لوگوں کو ملامت نہیں کروں گا۔ جاؤ میں نے سب کچھ معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اب تم لوگ میرا یہ کرتا لے کر گھر جاؤ اور ابا جان کے چہرے پر اس کو ڈال دو تو ان کی آنکھوں میں روشنی آ جائے گی پھر تم لوگ سب گھر والوں کو ساتھ لے کر مصر چلے آؤ۔

بڑا بھائی یہودا کہنے لگا کہ یہ کرتا میں لے کر جاؤں گا کیونکہ حضرت یوسف کا کرتا بکری کے خون میں رنگ کر میں ہی ان کے پاس لے گیا تھا تو جس طرح میں نے انہیں وہ کرتا دے کر غمگین کیا تھا آج یہ کرتا لے جا کر ان کو خوش کر دوں گا۔ چنانچہ یہودا یہ کرتا لے کر گھر

پہنچا اور اپنے والد کے چہرہ پر ڈال دیا تو ان کی آنکھوں میں بینائی آ گئی پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تہجد کے وقت بعد نماز اپنے سب بیٹوں کے لئے دعا فرمائی اور یہ دعا مقبول ہوگئی۔ چنانچہ آپ پر یہ وحی اتری کہ آپ کے صاحبزادوں کی خطائیں بخش دی گئیں۔

پھر مصر کو روانگی کا سامان ہونے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد اور سب اہل وعیال کو لانے کے لیے بھائیوں کے ساتھ دو سواریاں بھیج دی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا تو کل بہتر یا تہتر آدمی تھے جن کو ساتھ لے کر آپ مصر روانہ ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر جانے سے صرف چار سو سال بعد کا زمانہ ہے جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ مصر کے قریب پہنچے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے چار ہزار لشکر اور بہت سے مصری سواروں کو ساتھ لے کر آپ کا استقبال کیا۔ اور صدہار ریشمی جھنڈے اور قیمتی پرچم لہراتے ہوئے قطاریں باندھے ہوئے مصر باشندے جلوس کے ساتھ روانہ ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند ''یہودا'' کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے۔ جب ان لشکروں اور سواروں پر آپ کی نظر پڑی۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے؟ تو ''یہودا'' نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ یہ آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اپنے لشکروں اور سواروں کے ساتھ آپ کے استقبال کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں آپ کو متعجب دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! ذرا سر اٹھا کر فضائے آسمانی میں نظر فرمائیے کہ آپ کے سرور وشادمانی میں شرکت کے لئے ملائکہ کا جم غفیر حاضر ہے جو مدتوں آپ کے غم میں روتے رہے ہیں ملائکہ کی تسبیح اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور طبل وبوق کی آوازوں نے عجیب سماں پیدا کر دیا تھا!

جب باپ بیٹے دونوں قریب ہو گئے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام کا ارادہ کیا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ذرا توقف کیجئے اور اپنے پدر بزرگوار کو ان کے رقت انگیز سلام کا موقع دیجئے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان لفظوں کے ساتھ سلام کہا کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذْهِبَ الْاَحْزَانِ'' یعنی اے تمام غموں کو دور

کرنے والے آپ پر سلام ہو۔ پھر باپ بیٹوں نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کیا۔ اور فرط مسرت میں دونوں خوب خوب روئے۔ پھر ایک استقبالیہ خیمہ میں تشریف لے گئے جو خوب مزین اور آراستہ کیا گیا تھا۔ وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر جب شاہی محل میں رونق افروز ہوئے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سہارا دے کر اپنے والد محترم کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اور ان کے اردگرد آپ کے گیارہ بھائی اور آپ کی والدہ سب بیٹھ گئے۔ اور سب کے سب بہ یک وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ۔

يَاَبَتِ هٰذَا تَاوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ زَقَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

(سورۃ یوسف ع ۱۱ پ ۱۲)

اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا۔ اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے۔ بیشک وہی علم و حکمت والا ہے۔

یعنی میرے گیارہ بھائی گیارہ ستارے ہیں اور میرے باپ سورج اور میری والدہ چاند ہے اور یہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہی آپ کا خواب تھا جو بچپن میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج و چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ تاریخی واقعہ محرم کی دس تاریخ عاشورہ کے دن وقوع پذیر ہوا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

اصحاب تواریخ کا بیان ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس چوبیس سال تک نہایت آرام و خوشحالی میں رہے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ ملک شام میں لے جا کر مجھے میرے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قبر کے پہلو میں دفن کرنا۔ چنانچہ آپ کی وفات

کے بعد آپ کے جسم مقدس کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر مصر سے شام لایا گیا ٹھیک اسی وقت آپ کے بھائی حضرت ''عیص'' کی وفات ہوئی۔ اور آپ دونوں بھائیوں کی ولادت بھی ایک ہی ساتھ ہوئی تھی۔ اور دونوں ایک ہی قبر میں دفن کیئے گئے اور دونوں بھائیوں کی عمریں ایک سو سینتالیس برس کی ہوئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد اور چچا کو دفن فرما کر پھر مصر تشریف لائے۔ اور اپنے والد ماجد کے بعد ۲۳ سال تک مصر پر حکومت فرماتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی بھی وفات ہوگئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر

آپ کی وفات کے بعد آپ کے مقام دفن میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہر محلے والے حصول برکت کے لیے اپنے ہی محلہ میں دفن پر اصرار کرنے لگے۔ آخر اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ آپ کو بیچ دریائے نیل میں دفن کیا جائے۔ تاکہ دریا کا پانی آپ کی قبر منور کو چھوتا ہوا گزرے۔ اور تمام مصر والے آپ کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ چنانچہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے بیچ میں دفن کیا گیا۔ یہاں تک کہ چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے تابوت شریف کو دریا سے نکال کر آپ کے آباء واجداد کی قبروں کے پاس ملک شام میں دفن فرمایا۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ایک سو بیس برس کی تھی۔ اور آپ کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام نے ۱۴۷ برس کی عمر پائی۔ اور آپ کے دادا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر شریف ۱۸۰ سال کی ہوئی اور آپ کے پردادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عمر شریف ۱۷۵ سال کی ہوئی۔ (صاوی، روح البیان جلالین، جمل ملخصاً)

(۳۵) مکہ مکرمہ کیوں کر آباد ہوا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سرزمین شام میں حضرت ہاجرہ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے انہیں رشک پیدا ہوا۔ اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو میرے پاس سے جدا کر کے

کہیں دور کر دیجئے۔ خداوند قدوس کی حکمت نے ایک سبب پیدا فرما دیا۔ چنانچہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آپ حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو اس سرزمین پر چھوڑ آئیں۔ جہاں بے آب و گیاہ میدان اور خشک پہاڑیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو ساتھ لے کر سفر فرمایا۔ اور اس جگہ آئے جہاں کعبہ معظمہ ہے۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ نہ دور دور تک پانی یا آدمی کا کوئی نام و نشان تھا۔ ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں اور ایک مشک میں پانی حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رکھ کر روانہ ہو گئے۔ حضرت ہاجرہ نے فریاد کی کہ اے اللہ کے نبی! اس سنسان بیابان میں جہاں نہ کوئی مونس ہے نہ غمخوار آپ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ کئی بار حضرت ہاجرہ نے آپ کو پکارا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر میں حضرت ہاجرہ نے سوال کیا کہ آپ اتنا فرما دیجئے کہ آپ نے اپنی مرضی سے ہمیں یہاں لا کر چھوڑا ہے یا خداوند قدوس کے حکم سے آپ نے ایسا کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے ہاجرہ! میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اب آپ جائیے۔ مجھے یقین کامل اور پورا پورا اطمینان ہے کہ خداوند کریم مجھ کو اور میرے بچے کو ضائع نہیں فرمائے گا!

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک لمبی دعا مانگی اور وہاں سے ملک شام چلے آئے۔ چند دنوں میں کھجوریں اور پانی ختم ہو جانے پر حضرت ہاجرہ پر بھوک پیاس کا غلبہ ہوا۔ اور ان کے سینے کا دودھ خشک ہو گیا۔ اور بچہ بھوک پیاس سے تڑپنے لگا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش و جستجو میں سات چکر صفا اور مروہ کی دونوں پہاڑیوں کا لگایا۔ مگر پانی کا کوئی سراغ دور دور تک نہیں ملا۔ یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل پاس کی شدت سے ایڑیاں پٹک پٹک کر رو رہے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی ایڑیوں کے پاس زمین پر اپنا پر مار کر ایک چشمہ جاری کر دیا۔ اور اس پانی میں دودھ کی خاصیت تھی کہ یہ غذا اور پانی دونوں کا کام کرتا تھا۔ چنانچہ یہی زمزم کا پانی پی پی کر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل زندہ رہے۔ یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل جوان ہو گئے۔ اور شکار کرنے لگے تو شکار کے گوشت اور زمزم کے پانی پر گزر بسر ہونے لگی۔ پھر قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ اپنی بکریوں کو چراتے ہوئے اس میدان میں آئے اور پانی کا چشمہ دیکھ کر حضرت ہاجرہ کی اجازت سے یہاں

آباد ہو گئے۔ اور اس قبیلہ کی ایک لڑکی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی بھی ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ یہاں ایک آبادی ہو گئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند قدوس کا یہ حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت اسمٰعیل کی مدد سے خانہ کعبہ کو تعمیر فرمایا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد اور باشندگان مکہ مکرمہ کے لیے جو ایک طویل دعا مانگی۔ وہ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں مذکور ہے چنانچہ سورہ ابراہیم میں آپ کی دعا کا کچھ حصہ اس طرح مذکور ہے کہ۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○

(ابراہیم رکوع ۶ پارہ ۱۳)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک ایسے میدان میں بسایا ہے جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔ لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ تیرا شکر ادا کریں۔

یہ مکہ مکرمہ کی آبادی کی ابتدائی تاریخ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہے۔

دعاءِ ابراہیمی کا اثر

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند قدوس سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ کچھ لوگوں کے دل اولاد ابراہیم علیہ السلام کی طرف مائل ہوں اور دوسرے ان لوگوں کو پھلوں کی روزی کھانے کو ملے۔ سبحان اللہ آپ کی یہ دعائیں مقبول ہوئیں۔ چنانچہ اس طرح لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوئے کہ آج کروڑ ہا کروڑ انسان مکہ مکرمہ کی زیارت کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ اور ہر دور میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر مسلمان خشکی اور سمندر اور ہوائی راستوں سے مکہ مکرمہ جاتے رہے۔ اور قیامت تک جاتے رہیں گے۔ اور اہل مکہ کی روزی میں پھلوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ باوجودیکہ شہر مکہ اور اس کے قرب وجوار میں کہیں نہ کوئی کھیت ہے نہ کوئی باغ باغیچہ ہے۔ مگر مکہ مکرمہ کی منڈیوں اور بازاروں میں اس کثرت سے قسم قسم کے میوے اور پھل ملتے ہیں کہ فرط تعجب سے دیکھنے والوں کی

آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''طائف'' کی زمین میں ہر قسم کے پھلوں کی پیداوار کی صلاحیت پیدا فرمادی ہے۔ کہ وہاں سے قسم قسم کے میوے اور پھل اور طرح طرح کی سبزیاں اور ترکاریاں مکہ معظمہ میں آتی رہتی ہیں اور اس کے علاوہ مصر و عراق بلکہ یورپ کے ممالک سے بھی میوے اور پھل بکثرت مکہ مکرمہ آیا کرتے ہیں۔ یہ سب حضرت ابراہیم کی دعاؤں کی برکتوں کے اثرات و ثمرات ہیں جو بلاشبہ دنیا کے عجائبات میں سے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی جس میں آپ نے اپنی اولاد کے علاوہ تمام مومنین کے لیے بھی دعا مانگی کہ۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○

(ابراہیم رکوع ۶ پارہ ۱۳)

اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم رکھنے والا بنا۔ اور میری کچھ اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب! ہماری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا!

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے دو باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں!

(1) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کے بہت ہی اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے کہ وہ بچہ جس کو بڑی بڑی دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں پایا تھا جو آپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھا۔ فطری طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوگیا کہ اے ابراہیم! تم اپنے پیارے فرزند اور اس کی ماں کو اپنے گھر سے نکال کر وادی بطحا کی اس سنسان جگہ پر لے جا کر چھوڑ آؤ۔ جہاں سر چھپانے کو درخت کا پتہ اور پیاس بجھانے کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ نہ وہاں کوئی یار و مددگار ہے نہ کوئی مونس و غمخوار ہے۔ دوسرا کوئی انسان ہوتا تو شاید اس کے تصور ہی سے اس کے سینے میں دل دھڑکنے لگتا۔ بلکہ شدت غم سے دل پھٹ جاتا۔ مگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام خدا کا یہ حکم سن کر نہ فکر مند ہوئے۔ نہ ایک لمحہ کے لیے سوچ بچار میں پڑے نہ رنج و غم سے نڈھال ہوئے بلکہ فوراً ہی خدا کا حکم بجالانے کے لیے بیوی اور بچے کو

لے کر ملک شام سے سرزمین مکہ میں چلے گئے اور وہاں بیوی بچے کو چھوڑ کر ملک شام چلے آئے۔ اللہ اکبر۔ اس جذبہ اطاعت شعاری اور جوش فرماں برداری پر ہماری جانیں قربان!

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے نہایت ہی محبت بھرے انداز میں ان کی مقبولیت اور رزق کے لیے جو دعائیں مانگی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنی اولاد سے محبت کرنا اور اس کے لیے دعائیں مانگنا یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک طریقہ ہے جس پر ہم سب مسلمانوں کو عمل کرنا ہماری صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۶) ابولہب کی بیوی کو رسول نظر نہ آئے!

جب سورہ ''تبت ید'' نازل ہوئی۔ اور ابولہب اور اس کی بیوی ''ام جمیل'' کی اس سورہ میں مذمت اتری۔ تو ابولہب کی بیوی ام جمیل غصہ میں آپے سے باہر ہوگئی۔ اور ایک بہت بڑا پتھر لے کر وہ حرم کعبہ میں گئی۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں تلاوت قرآن فرما رہے تھے۔ اور قریب ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ''ام جمیل'' بڑبڑاتی ہوئی آئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور مارے غصہ کے منہ میں جھاگ بھرتے ہوئے کہنے لگی۔ کہ بتاؤ! تمہارے رسول کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے میری اور میرے شوہر کی ہجو کی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے رسول شاعر نہیں ہیں کہ کسی کی ہجو کریں۔ پھر وہ غیظ وغضب میں بھری ہوئی پورے حرم کعبہ میں چکر لگاتی پھری اور بکتی جھکتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈھونڈتی پھری۔ مگر جب وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ تو بڑبڑاتی ہوئی حرم سے باہر جانے لگی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگی کہ میں تمہارے رسول کا سر کچلنے کے لیے یہ پتھر لے کر آئی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مجھے نہیں ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے وہ کئی بار گزری مگر میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ اس طرح حائل ہوگیا کہ آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت

نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان ۴۱۵)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

اور اے محبوب! جب آپ نے قرآن پڑھا تو ہم نے آپ اور ان میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ ڈال دیا!

درس ہدایت

ام جمیل انکھیاری ہوتے ہوئے۔ اور آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ہی سے تلاش کرتی ہوئی بار بار گزری۔ مگر وہ آپ کو نہیں دیکھ سکی بلاشبہ یہ ایک عجیب بات ہے اور اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس قسم کے معجزات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے بارہا صادر ہوئے ہیں۔ اور بہت سے اولیاء اللہ سے بھی ایسی کرامتیں بارہا صادر ہوئی ہیں۔ اور اولیاء کی یہ کرامتیں بھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں۔ کیونکہ ہر ولی کی کرامت در حقیقت اس کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

(۳۷) اصحاب کہف (غار والے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بیحد خراب اور نہایت ابتر ہو گیا۔ یہ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ "دقیانوس" تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا۔ اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحاب کہف کون تھے؟

اصحاب کہف شہر "افسوس" کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحب ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ "دقیانوس" کے ظلم و جبر سے پریشان ہو کر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لیے اس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہوئے۔ اور سو گئے تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک

اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بیحد ناراض ہوا۔ اور فرط غیظ وغضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اٹھا کر بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ اسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحب ایمان آدمی تھا۔ اس نے اصحاب کہف کے نام ان کی تعداد اور ان کا پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد پر رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرادی کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا۔ اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام ''بیدروس'' تھا تخت نشین ہوا اڑسٹھ سال تک بہت شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی اس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی۔ اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج وغم میں ڈوب گیا۔ اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہو کر خداوند قدوس کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری کر کے دعائیں مانگنے لگا۔ کہ یا اللہ! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمادے تا کہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہوگئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لیے اسی غار کو منتخب کیا۔ اور دیوار کو گرادیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہوگئی کہ دیوار گرانے والے لرز براندام ہو کر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحاب کہف بحکم الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے۔ اور ایک دوسرے سے سلام وکلام میں مشغول ہو گئے۔ اور نماز بھی ادا کر لی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی ''یملیخا'' سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ۔ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ ''دقیانوس'' ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ ''یملیخا'' غار سے نکل کر بازار گئے۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے۔ اور لوگ علانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں ''یملیخا'' یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو گئے کہ الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ کہ اس شہر میں تو ایمان و اسلام کا نام لینا بھی جرم تھا۔ آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیوں کر آ گیا؟ پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے۔ اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا

تھا۔ بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے۔ چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کردیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی۔ اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ ''یملیخا'' نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہی ہے۔ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے۔ اور برسوں گذر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہوگیا۔ اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ یہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر ''یملیخا'' نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو ان سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اس غار کے پاس پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان لوگوں نے یہ خیال کرلیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے۔ اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور وغوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لیے آن پہنچی ہے۔ تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا۔ اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اس تختی پر اصحاب کہف کا نام لکھا تھا۔ اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لیے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کردیا ہے۔ ہم یہ حال اس لیے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ ''بیدروس'' کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا۔ تو اصحاب کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا مقبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کردی جس سے موت

کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحاب کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحاب کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے۔ اور سو گئے۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحاب کہف کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوایا اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحاب کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لیے آیا کریں۔ (تفسیر خازن ملخصا سورہ کف)

اصحاب کہف کی تعداد

اصحاب کہف کی تعداد میں جب لوگوں کا اختلاف ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ قُلْ رَبِّىْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ وَمَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ" یعنی اے محبوب! فرما دیجئے۔ کہ اللہ اصحاب کہف کی گنتی کو زیادہ جانتا ہے۔ اور تم میں سے بہت ہی کم لوگ ان کو جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں انہیں کم لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی تعداد کو جانتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ (تفسیر صادی ج ۳ ص ۳)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ

کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کے غار اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کا سامان کر۔ تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی

اَلْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی بِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا٥ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ نَبَاَ هُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی٥

(کہف رکوع ۱ پارہ ۱۵)

برس تھپکا (سلا دیا) پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔ ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال سناتے ہیں۔ وہ چند جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے۔ اور ہم نے انہیں زیادہ ہدایت عطا فرمائی۔

اس کے آگے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا پورا پورا حال بیان فرمایا ہے۔ جس کو ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔

اصحاب کہف کے نام

ان کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے نام یہ ہیں۔ مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، نینوس، ساریونس، ذونواس، فلستطیونس، اور ساتواں چرواہا تھا۔ جوان لوگوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ اور ان لوگوں کے کتے کا نام "قطمیر" تھا۔ اور ان لوگوں کے شہر کا نام "افسوس" تھا اور ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ (مدارک التنزیل ج ۳ ص ۸)

اور تفسیر صاوی میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کے نام یہ ہیں۔ مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، نینوس، ساریونس، ذونوانس، فلستطیونس، یہ آخری چرواہے تھے جو راستے میں ساتھ ہو لیے تھے۔ اور ان لوگوں کے کتے کا نام "قطمیر" تھا۔ (صاوی ج ۳ ص ۹)

اصحاب کہف کے ناموں کے خواص:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے ناموں کی تعویذ نو کاموں کے لیے فائدہ مند ہے۔ (۱) بھاگے ہوئے کو بلانے کے لیے اور دشمنوں سے بچ کر بھاگنے کے لیے (۲) آگ بجھانے کے لیے کپڑے پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں (۳) بچوں کے رونے اور تیسرے دن آنے والے بخار کے لیے (۴) دردسر کے لیے دائیں بازو پر باندھیں (۵) ام الصبیان کے لیے گلے میں پہنائیں (۶) خشکی اور سمندر میں سفر محفوظ ہونے کے لیے (۷) مال کی حفاظت کے لیے (۸) عقل بڑھنے کے لیے

(۹) گنہگاروں کی نجات کے لیے (صاوی ج ۳ ص ۹)

اصحاب کہف کتنے دنوں تک سوتے رہے؟

جب قرآن کی آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ (یعنی وہ لوگ غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اور زیادہ رہے) نازل ہوئی۔ تو کفار کہنے لگے کہ ہم تین سو برس کے متعلق تو جانتے ہیں کہ اصحاب کہف اتنی مدت غار میں رہے۔ مگر ہم نو برس کو نہیں جانتے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ شمسی سال جوڑ رہے ہو اور قرآن مجید نے قمری سال کے حساب سے مدت بیان کی ہے۔ اور شمسی سال کے ہر سو برس میں تین سال قمری بڑھ جاتے ہیں۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۰)

درس ہدایت:

(۱) مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا حق ہے اور اصحاب کہف کا واقعہ اس کی نشانی اور دلیل ہے۔ جو قرآن مجید میں موجود ہے!

(۲) جو اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان فرما دیتا ہے۔ کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا!

(۳) اللہ والوں کے ناموں میں برکت اور نفع بخش تاثیرات ہوتی ہیں!

(۴) بیدروس ایک ایماندار اور نیک دل بادشاہ نے اصحاب کہف کے غار کی زیارت کے لیے سالانہ ایک دن مقرر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کے عرس کا دستور بہت قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔

(۵) بزرگوں کے مزاروں کے پاس مسجد تعمیر کرنا اور وہاں عبادت کرنا بھی بہت پرانا مبارک طریقہ ہے۔ کیونکہ بیدروس بادشاہ نے اصحاب کہف کے غار کے پاس ایک مسجد بنا دی تھی۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ کہف میں ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۳۸) سفر مجمع البحرین کی جھلکیاں

ایک روایت ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ مصر میں قرار نصیب ہوا۔ تو ایک دن موسیٰ

علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اس طرح مکالمہ شروع ہوا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: خداوند! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون سا بندہ ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو میرا ذکر کرتا ہے۔ اور مجھے کبھی فراموش نہ کرے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: سب سے بہتر کرنے والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تاکہ اس طرح اسے کوئی ایک ایسی بات مل جائے جو اسے ہدایت کی طرف راہنمائی کرے یا اس کو ہلاکت سے بچالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے اس کا پتہ بتادے؟

اللہ تعالیٰ: ''خضر'' تم سے زیادہ علم والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں انہیں کہاں تلاش کروں؟

اللہ تعالیٰ: ساحل سمندر پر چٹان کے پاس۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں وہاں کیسے اور کس طرح پہنچوں؟

اللہ تعالیٰ: تم ایک ٹوکری میں ایک مچھلی لے کر سفر کرو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی (مدارک التنزیل نسفی ج ۳ ص ۱۸)

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم اور شاگرد حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہم السلام کو اپنا رفیق سفر بنا کر ''مجمع البحرین'' کا سفر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے جب بہت دور چلے گے۔ تو اس جگہ سو گئے۔ اسی جگہ مچھلی ٹوکری میں تڑپ کر سمندر میں کود گئی۔ اور جس جگہ پانی میں ڈوبی وہاں پانی میں ایک سوراخ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر پھر چلنے لگے۔ جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی طلب فرمائی۔ تو انہوں

نے عرض کیا کہ چٹان کے پاس جہاں آپ سو گئے تھے مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی۔ اور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس جگہ کی تلاش تھی۔ بہرحال پھر آپ اپنے قدموں کے نشانات کو تلاش کرتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں حضرت خضر سے ملاقات کی جگہ بتائی گئی تھی۔

وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔ تو انہوں نے تعجب سے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے؟ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں ''موسیٰ'' ہوں۔ تو انہوں نے دریافت کیا کہ کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں؟ تو حضرت خضر نے کہا کہ اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ مطلب یہ تھا کہ میں علم ''اسرار'' جانتا ہوں۔ جس کا آپ کو علم نہیں۔ اور آپ علم ''الشرائع'' جانتے ہیں۔ جن کو میں نہیں جانتا!

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خضر! کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں تاکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے ہیں آپ کچھ مجھے بھی تعلیم دیں۔ تو حضرت خضر نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا۔ اور ہرگز ہرگز کبھی بھی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کسی بات کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔ یہاں تک کہ میں خود آپ کو بتا دوں۔ غرض اس عہد و معاہدہ کے بعد حضرت خضر نے حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام کو اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک کشتی نظر پڑی۔ اور کشتی والوں نے تینوں صاحبان کو کشتی میں سوار کر لیا۔ اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں مانگا۔ جب یہ لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو حضرت خضر نے اپنے جھولے میں سے کلہاڑی نکالی۔ اور کشتی کو پھاڑ کر اس کا ایک تختہ نکال کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے اور حضرت خضر سے یہ سوال کر بیٹھے کہ!

اَخَرَقْتَھَا لِتُغْرِقَ اَھْلَھَا ج لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (کہف رکوع ۱۰) کیا آپ نے کشتی پھاڑ دی؟ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کشتی والے غرق ہو جائیں گے۔ یہ آپ نے بہت برا کام کیا۔

حضرت خضر نے کہا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا؟ کہ آپ ہرگز ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے بھول کر سوال کر دیا۔ لہٰذا آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کیجئے۔ اور میرے کام میں مشکل نہ ڈالئے۔

پھر یہ حضرات کچھ دور آگے کو چلے۔ تو خضر نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت خضر نے گلا دبا کر اور زمین پر پٹک کر اس بچے کو قتل کر ڈالا' یہ ہوش ربا خونی منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صبر کی تاب نہ رہی اور آپ نے ذرا سخت لہجے میں حضرت خضر سے کہہ دیا کہ!

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً م بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا (کہف ع ۱۰) کیا آپ نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بلاشبہہ آپ نے بہت ہی برا کام کر ڈالا ہے۔

حضرت خضر نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ ہرگز ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا۔ اب اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہ رہیے گا۔ اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے آپ کا کوئی عذر پورا ہو چکا ہے!

پھر اس کے بعد ان حضرات نے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی۔ تو حضرت خضر نے اسم اعظم پڑھ کر اس دیوار کو سیدھی کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بداخلاقی سے بیزار تھے ہی آپ کو غصہ آ گیا برداشت نہ کر سکے اور یہ فرما دیا کہ:

لَوْشِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا (کہف ع ۱۱) اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے۔

یہ سن کر حضرت خضر نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے ان کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی جس کی آمدنی سے وہ لوگ گزر بسر کرتے تھے۔ اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا۔ تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غضب سے محفوظ رہے اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا۔ اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے۔ اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور والدین اس لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور اس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے تو ہمیں یہ خوف وخطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر میں نہ مبتلا کر دے۔ اس لیے میں نے اس لڑکے کو قتل کر کے اس کے والدین کو کفر سے بچا لیا۔ اب اس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا۔ جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہوگا۔ جو ایک امت کو ہدایت کرے گا۔ اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی۔ جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا۔ اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک آدمی تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لیے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں اس لیے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ! آپ یقین واطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ (جلالین، صاوی، مدارک وغیرہ ملخصا)

حضرت خضر کا تعارف

حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت ابو العباس اور نام ''بلیا'' اور ان کے والد کا نام ''ملکان'' ہے ''بلیا'' سریانی زبان کا لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ ''احمد'' ہے ''خضر'' ان کا

لقب ہے اور اس لفظ کو تین طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ حضر، خضر، خضر کے معنی سبز چیز کے ہیں یہ جہاں بیٹھتے تھے وہاں آپ کی برکت سے ہری ہری گھاس اگ جاتی تھی۔ اس لیے لوگ ان کو ''خضر'' کہنے لگے!

یہ بہت ہی عالی خاندان ہیں۔ اور ان کے آباء واجداد بادشاہ تھے۔ بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان ان کا اور ان کے والد کا نام اور ان کی کنیت یاد رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا (صاوی ج ۳ ص ۱۷)

حضرت خضر زندہ ولی ہیں

بعض لوگوں نے حضرت خضر کو نبی بتایا ہے لیکن اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ آپ ولی ہیں (جلالین) اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آپ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے کیونکہ آپ نے آب حیات پی لیا ہے۔ آپ کے گرد بکثرت اولیاء کرام جمع رہتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ چنانچہ عارف باللہ حضرت سید بکری نے اپنے قصیدہ ''درد السحر'' میں آپ کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ۔

حَیٌ" وَحَقِّکَ لَمْ یَقُلْ بِوَفَاتِہٖ اِلَّا الَّذِیْ لَمْ یَلْقَ نُوْرَ جَمَالِہٖ
فَعَلَیْہِ مِنِّیْ کُلَّمَا ھَبَّ الصَّبَا اَذْکٰی سَلَامٍ طَابَ فِیْ اِرْسَالِہٖ

تیرے حق کی قسم! کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور ان کی وفات کا قائل وہی ہوگا۔ جو ان کے نور جمال سے ملاقات نہیں کر سکا ہے۔ تو میری طرف سے ان پر جب جب باد صبا چلے ستھرا سلام ہو۔ کہ پاکیزگی کے ساتھ باد صبا اس کو پہنچائے۔

حضرت خضر حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اس لیے یہ صحابی بھی ہیں۔ (تفسیر صاوی ج ۳ ص ۱۸)

(۳۹) ذوالقرنین اور یاجوج و ماجوج

ذوالقرنین کا نام ''سکندر'' ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور جنگوں میں علمبردار رہے ہیں۔ یہ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ ایک بڑھیا کے اکلوتے فرزند ہیں۔ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے مدتوں ان کی صحبت میں رہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کو کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ یہ نبی نہیں ہیں۔ بلکہ ایک بندہ صالح ہیں جو ولایت کے شرف سے سرفراز ہیں۔ (صاوی ج ۳ ص ۲۱)

ذوالقرنین کیوں کہلائے؟

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ ذوالقرنین (دو سینگوں والے) کے لقب سے اس لیے مشہور ہو گئے کہ انہوں نے دنیا کے دو سینگوں یعنی دونوں کناروں کا چکر لگایا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ ان کے دور میں لوگوں کے دو قرن ختم ہو گئے سو برس کا ایک قرن ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دو گیسو تھے اس لیے ذوالقرنین کہلاتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کے تاج پر دو سینگ بنے ہوئے تھے۔ اور بعض اس کے قائل ہیں کہ خود ان کے سر پر دونوں طرف ابھار تھا جو سینگ جیسا نظر آتا تھا۔ اور بعضوں نے یہ وجہ بتائی کہ چونکہ ان کے باپ اور ماں نجیب الطرفین اور شریف زادہ تھے اس لیے لوگ ان کو ذوالقرنین کہنے لگے واللہ تعالیٰ اعلم (مدارک ج ۳ ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام روئے زمین کی بادشاہی عطا فرمائی تھی دنیا میں کل چار بادشاہ ایسے ہوئے ہیں جس کو پوری زمین کی پوری بادشاہی ملی۔ ان میں دو مومن تھے اور دو کافر۔ مومن تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں۔ اور کافر ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود ہے اور تمام روئے زمین کے ایک پانچویں بادشاہ اس امت میں ہونے والے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت ''امام مہدی'' ہے (صاوی ج ۳ ص ۲۳)

ذوالقرنین کے تین سفر:

قرآن مجید میں حضرت ذوالقرنین کے تین سفروں کا حال بیان ہوا ہے جو سورہ کہف میں ہے۔ ہم قرآن مجید ہی سے ان تینوں سفروں کا حال تحریر کرتے ہیں۔ جن کی روداد بہت ہی عجیب اور عبرت خیز ہے۔

پہلا سفر

حضرت ذوالقرنین نے پرانی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سام بن نوح علیہ السلام کی

اولاد میں سے ایک شخص آب حیات کے چشمہ میں سے پانی پی لے گا تو اس کو موت نہ آئے گی۔ اس لیے حضرت ذوالقرنین نے مغرب کا سفر کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے وہ تو آب حیات کے چشمہ پر پہنچ گئے۔ اور اس کا پانی پی بھی لیا۔ مگر حضرت ذوالقرنین کے مقدر میں نہیں تھا۔ وہ محروم رہ گئے۔ اس سفر میں آپ جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی کا نام ونشان ہے وہ سب منزلیں طے کر کے آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ انہیں سورج غروب کے وقت ایسا نظر آیا کہ وہ ایک سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے جیسا کہ سمندری سفر کرنے والوں کو آفتاب سمندر کے کالے پانی میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔ وہاں ان کو ایک ایسی قوم ملی جو جانوروں کی کھال پہنے ہوئے تھے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا لباس ان کے بدن پر نہیں تھا اور دریائی مردہ جانوروں کے سوا ان کی غذا کا کوئی دوسرا سامان نہیں تھا۔ یہ قوم ''ناسک'' کہلاتی تھی۔ حضرت ذوالقرنین نے دیکھا کہ ان کا لشکر بے شمار ہیں اور یہ لوگ بہت ہی طاقت ور اور جنگجو ہیں۔ تو حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے گرد اپنی فوجوں کا گھیرا ڈال کر ان لوگوں کو بے بس کر دیا۔ چنانچہ کچھ تو مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ اور کچھ آپ کی فوجوں کے ہاتھ سے مقتول ہو گئے!

دوسرا سفر

پھر آپ نے مشرق کا سفر فرمایا یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو یہ دیکھا کہ وہاں ایک ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی عمارت اور مکانات نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ سورج طلوع ہونے کے وقت یہ لوگ زمین کے غاروں میں چھپ جاتے تھے۔ اور سورج ڈھل جانے کے بعد غاروں سے نکل کر اپنی روزی کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔ یہ لوگ قوم ''منسک'' کہلاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے مقابلہ میں بھی لشکر آرائی کی۔ اور جو لوگ ایمان لائے ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا اور جو اپنے کفر پر اڑے رہے ان کو تہہ تیغ کر دیا!

تیسرا سفر

پھر آپ نے شمال کی جانب سفر فرمایا یہاں تک کہ ''سدین'' (دو پہاڑوں کے درمیان) میں پہنچے تو وہاں کی آبادی والوں کی عجیب وغریب زبان تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ

اشاروں سے بمشکل بات چیت کی جا سکتی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے یاجوج وماجوج کے مظالم کی شکایت کی اور آپ کی مدد کے طالب ہوئے۔

یاجوج وماجوج

یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے۔ اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں۔ جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔ آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک سانپ، بچھو، گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانوروں کو کھا جاتے تھے۔

سد سکندری

حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج وماجوج کے شر اور ان کی ایذا رسانیوں سے بچائیے۔ اور ان لوگوں نے اسکے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیشکش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بس تم لوگ جسمانی محنت میں میری مدد کرو۔ چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی۔ جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر ان کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا۔ اور اس میں آگ جلوا دی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی۔ اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی پھر پگھلایا ہوتانبہ دیوار میں پلا دیا گیا۔ جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی!

(صاوی ج ۳ ص ۲۲ و مدارک وخزائن العرفان)

قرآن مجید کی سورہ کہف میں ''حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ سے مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا. پہلے سفر کا ذکر ہے پھر ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا سے خُبْرًا تک دوسرے سفر کا تذکرہ ہے اور ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا سے وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا تک تیسرے سفر کی روداد ہے۔

سد سکندری کب ٹوٹے گی؟

حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج و ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان میں کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑ ڈالیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہنے والا کہے گا کہ اب چلو۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ ان لوگوں کے انشاء اللہ کہنے کی برکت اور اس کلمہ کا یہ ثمرہ ہوگا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی۔ یہ قیامت قریب ہونے کا وقت ہوگا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے۔ اور زمین پر ہر طرف فتنہ وفساد اور قتل و غارت کریں گے۔ چشموں اور تالابوں کا پانی پی ڈالیں گے۔ اور جانوروں اور درختوں کو کھا ڈالیں گے۔ زمین پر ہر جگہوں میں پھیل جائیں گے۔ مگر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس ان تینوں شہروں میں یہ داخل نہ ہوسکیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان لوگوں کی گردنوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے اور یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے کہ۔

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء ع ۷)	یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوئے دوڑتے ہوں گے۔

(۴۰) شجر مریم اور نہر جبریل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت مریم آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں۔ اور اسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لیے حضرت مریم بڑی فکر مند اور بیحد اداس تھیں اور بدگوئی و طعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں آرہی تھیں۔ اور ایک ایسی سنسان زمین میں کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں

کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام اتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا۔ اور حضرت جبریل علیہ اسلام نے حضرت مریم کو پکار کر ان سے یوں کلام فرمایا کہ۔

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا ۝ وَهُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا ۝ فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا ج (مریم ع ۲ پارہ ۱۶)

تو جبریل نے مریم کو اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے۔ اور کھجور کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تو تجھ پر تازی پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔ تو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی رکھو۔

سوکھے درخت میں پھل لگ جانا، اور نہر کا اچانک جاری ہونا۔ بلاشبہ یہ دونوں حضرت مریم کی کرامات ہیں۔

درس ہدایت

اس سے پہلے کے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت بی بی مریم جب بچی تھیں اور بیت المقدس کی محراب میں عبادت کرتی تھیں تو بغیر کسی محنت کے وہاں بلا موسم کے پھل ملا کرتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پکی ہوئی کھجوریں تو حضرت مریم کو ضرور ملیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کھجور کی جڑیں ہلاؤ تب تم کو کھجوریں ملیں گی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ آدمی جب تک صاحب اولاد نہیں ہوتا تو اس کو بلا محنت کے بھی روزی مل جایا کرتی ہے۔ اور وہ کہیں نہ کہیں کھا پی لیا کرتا ہے۔ مگر جب آدمی صاحب اولاد ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ محنت کر کے روزی حاصل کرے۔ دیکھو حضرت مریم جب تک صاحب اولاد نہیں ہوئی تھیں۔ تو بلا کسی محنت و مشقت کے ان کی محراب عبادت میں پھلوں کی روزی ملا کرتی تھی۔ مگر جب ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تو اب خدا کا حکم ہوا کہ کھجور کے درخت کو ہلاؤ اور محنت کرو اس کے بعد کھجوریں ملیں گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۴۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی تقریر

جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر بنی اسرائیل کی بستی میں تشریف لائیں۔ تو قوم نے آپ پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اے مریم! تم نے یہ بہت برا کام کیا۔ حالانکہ تمہارے والد میں کوئی خرابی نہیں تھیں۔ اور تمہاری ماں بھی بدکار نہیں تھیں۔ بغیر شوہر کے تمہارے لڑکا کیسے ہو گیا؟ جب قوم نے بہت زیادہ طعنہ زنی اور بدگوئی کی تو حضرت مریم خود تو خاموش رہیں۔ مگر اشارہ کیا کہ اس بچے سے تم لوگ سب کچھ پوچھ لو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس بچے سے کیا؟ اور کیونکر؟ اور کس طرح گفتگو کریں؟ یہ تو ابھی بچہ ہے جو پالنے میں پڑا ہوا ہے۔ قوم کا یہ کلام سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے کہ۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَمَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا
(مریم رکوع ۲ پارہ ۱۶)

حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی اور برکت والا بنایا میں جہاں بھی رہوں۔ اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے میری ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا۔ اور رہے سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں۔

درس ہدایت

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پیدا ہوتے ہیں فصیح زبان میں ایسی جامع تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں سب سے پہلے آپ نے اپنے کو خدا کا بندہ کہا۔ تاکہ کوئی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ سکے۔ کیونکہ لوگ آئندہ آپ پر تہمت لگانے والے تھے۔ اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی۔ اس لیے آپ کے منصب رسالت کا یہی تقاضا تھا کہ اپنی والدہ پر لگائی

جانے والی تہمت کو رفع کرنے سے پہلے اس تہمت کو دفع کریں جو اللہ تعالیٰ پر لگائی جانے والی تھی۔ اللہ اکبر! سچ ہے کہ خداوند قدوس جس کو نبوت کے شرف سے نوازتا ہے۔ یقیناً اس کی ولادت نہایت ہی پاک اور طیب و طاہر ہوئی ہے اور بچپن ہی سے اس کو نبوت کے اعلیٰ آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

(2) سورۂ مریم کے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا ذکر میلاد شریف بیان فرمایا ہے اور آخر میں سلام کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد پڑھ کر آخر میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا یہ اللہ تعالیٰ کی مقدس سنت ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مبارک عمل ہے۔

(3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ نماز زکوٰۃ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک یہ ایسے فرائض ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی فرض تھے۔

(۴۲) حضرت ادریس علیہ السلام

آپ کا نام ''اخنوخ'' ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث بن آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا بھی آپ ہی سے ہوئی۔ اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے علم نجوم و حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا بکثرت درس دیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا لقب ''ادریس'' ہو گیا۔ اور آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کا اصلی نام معلوم ہی نہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا نام ''ادریس'' ہی ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ حضرت کعب احبار وغیرہ سے مروی ہے حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے

فرمایا کہ میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں۔ کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ ملک الموت نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی اور آپ زندہ ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اب مجھے جہنم دکھاؤ۔ تا کہ خوف الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا۔ جہنم کو دیکھ کر آپ نے داروغہ جہنم سے فرمایا کہ دروازہ کھولو۔ میں اس دروازے سے گزرنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ۔ وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازوں کو کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے کہا کہ اب آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ تو موت کا مزہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کہ ہر شخص کو جہنم پر گزرنا ہے تو میں گزر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کے لیے خداوند قدوس نے یہ فرمایا ہے کہ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ کہ جنت میں داخل ہونے والے جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لیے کیوں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی بھیجی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا میرے اذن سے کیا۔ اور وہ میرے ہی اذن سے جنت میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو وہ جنت ہی میں رہیں گے چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کے اوپر جنت میں ہیں اور زندہ ہیں۔

(خزائن العرفان ص ۴۴۷)

حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور ان کو ملنے والی نعمتوں کا مختصر اور اجمالی تذکرہ قرآن مجید کی سورہ مریم میں ہے کہ۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ٥ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ (مریم رکوع ۴)

اور کتاب میں حضرت ادریس کو یاد کرو۔ بیشک وہ صدیق تھے جو غیب کی خبریں دیتے تھے اور ہم نے انہیں بلند مقام (آسمان) پر اٹھالیا۔ یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اولاد آدم کے نبیوں میں سے۔

درس ہدایت

حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسولوں اور نبیوں پر کتنا بڑا بڑا فضل و کرم اور انعام و اکرام ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے واجب الایمان اور لازم العمل ہے۔ کہ خداوند قدوس کے رسولوں اور نبیوں کی تعظیم و تکریم اور ان کا ادب و احترام رکھے اور ان کے ذکر جمیل سے خیر و برکت حاصل کرتا رہے۔ قرآن کی مقدس آیتوں اور حدیثوں میں بار بار خدا کے ان برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کا ذکر جمیل اس بات کی دلیل ہے کہ ان بزرگوں کا ذکر خیر اور تذکرہ موجب رحمت و باعث خیر و برکت!
واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۳) دریا کی موجوں سے ماں کی گود میں

فرعون کو نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔ اس لیے فرعون نے اپنی فوجوں کو یہ حکم دے دیا تھا۔ کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ اسی مصیبت و آفت کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو ان کی والدہ نے فرعون کے خوف سے ان کو ایک صندوق میں رکھ کر صندوق کو مضبوطی سے بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دریا سے نکل کر ایک نہر فرعون کے محل کے نیچے بہتی تھی۔ یہ صندوق دریائے نیل سے بہتے ہوئے نہر میں چلا گیا اتفاق سے فرعون اور اس کی بیوی ''آسیہ'' دونوں محل میں بیٹھے ہوئے نہر کا نظارہ کر رہے تھے۔ جب ان دونوں نے صندوق کو دیکھا تو خدام کو حکم دیا کہ اس صندوق کو نکال کر محل میں لائیں۔ جس صندوق کھولا گیا تو اس میں سے ایک نہایت خوبصورت بچہ نکلا جس کے چہرہ پر حسن و جمال کے ساتھ ساتھ انوار نبوت کی تجلیاں چمک رہی تھیں۔ فرعون اور آسیہ دونوں اس بچے کو دیکھ کر دل و جان سے اس پر قربان ہونے لگے۔ اور آسیہ نے فرعون سے کہا کہ۔

قُرَّةُ عَيۡنٍ لِّيۡ وَلَكَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ عَسٰۤى اَنۡ يَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ (القصص ع ۱)

یہ بچہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اسکو قتل مت کرو۔ شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔ اور وہ (انجام) سے بے خبر تھے۔

اس پورے واقعہ کو قرآن مجید نے سورہ طہٰ میں اس طرح بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جب ہم نے (اے موسیٰ) تیری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی جو الہام کرنا تھا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے کہ وہ اس کو اٹھالے جو میرا اور اس کا دشمن ہے اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور اس لئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے پالا جائے۔'' (سورہ طہٰ رکوع ۲ پارہ ۱۶)

چونکہ ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام شیر خوار بچے تھے۔ اس لئے ان کو دودھ پلانے والی کسی عورت کی تلاش ہوئی مگر آپ کسی عورت کا دودھ پیتے ہی نہیں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے حد پریشان ہو کر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ''مریم'' کو جستجوئے حال کے لئے فرعون کے محل میں بھیجا اور مریم نے جب یہ حال دیکھا کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ میں ایک عورت کو لاتی ہوں شاید کہ یہ اس کا دودھ پینے لگیں چنانچہ ''مریم'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرعون کے محل میں لے کر گئیں اور انہوں نے جیسے ہی جوش محبت میں سینے سے چمٹا کر دودھ پلایا تو آپ دودھ پینے لگے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ان کا بچھڑا ہوا لال مل گیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ قصص میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ○ وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ○

اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ یقیناً قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم اس کے دل پر ڈھارس نہ بندھا دیتے۔ یہ اس لئے ہم نے کیا کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے اور موسیٰ کی ماں

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ ○ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○
(القصص پارہ ۲۰ رکوع ۱)

نے ان کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے تو چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو اس کی خبر نہ تھی اور ہم نے سب دائیاں اس پر حرام کردی تھیں تو حضرت موسیٰ کی بہن بولی کہ کیا میں تمہیں ایسے گھر والے کو بتادوں کہ تمہارے لئے اس بچے کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ تو ہم نے اسے ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے!

حضرت موسیٰ کی والدہ کا نام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ''یوحانذ'' اور باپ کا نام ''عمران'' ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام ''مریم'' ہے مگر یاد رکھو کہ یہ وہ مریم نہیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ''مریم'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے سینکڑوں برس بعد ہوئی ہیں۔ (صاوی ج ۳ ص ۴۵ وص ۴۶)

درس ہدایت

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو دشمن سے وہ کام کرالیتا ہے جو دوست بھی نہیں کرسکتے۔ دیکھ لیجئے کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون ہی کے گھر میں ہوئی۔
(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی حفاظت فرماتا ہے تو کوئی بھی اس کو نہ ضائع کرسکتا ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ غور کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طرح بہ حفاظت صحت وسلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی ماں کی گود میں پہنچا دیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۴۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ کہا کہ کل ہماری عید کا دن ہے اور ہمارا ایک بہت بڑا میلہ لگے گا۔ وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف؟ اور کیسی بہار ہے؟

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کی دعوت پر تھوڑی دور تو میلہ کی طرف چلے لیکن پھر اپنی بیماری کا عذر کر کے واپس لوٹ آئے اور قوم کے لوگ میلہ میں چلے گئے پھر جو میلہ میں نہیں گئے آپ نے ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ:

تَا اللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (الانبیاء ع ۵)	مجھے خدا کی قسم ہے کہ میں ضرور ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ برا سلوک کروں گا تمہارے چلے جانے کے بعد

چنانچہ اس کے بعد آپ کلہاڑی لے کر بت خانہ میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے بت ہیں اور دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا بت ہے۔ ان جھوٹے معبودوں کو دیکھ کر توحید الٰہی کے جذبہ سے آپ جلال میں آ گئے اور کلہاڑی سے مار مار کر بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اس کے کندھے پر رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے۔ قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس لوٹ کر بت پوجنے اور پرشاد کھانے کے لئے بت خانہ میں گھسے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے دیوتا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہیں۔ ایک دم سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر چلانے لگے کہ:

مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَآ اِنَّہٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء رکوع)	ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے؟ بیشک وہ ظالم ہے۔

(۵) تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو جس کا نام "ابراہیم" ہے اس کی زبان سے ان بتوں کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا ہے۔ قوم نے کہا کہ اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ شاید لوگ گواہی دیں کہ اس نے بتوں کو توڑا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے تو قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اس بڑے بت نے کیا ہوگا کیونکہ کلہاڑی اس کے کاندھے پر ہے۔ آخر تم لوگ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے خداؤں ہی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کس نے تمہیں توڑا ہے؟ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو وہ خود بتا دیں گے کہ کس نے انہیں توڑا ہے؟ قوم نے سر جھکا کر کہا اے ابراہیم! ہم ان خداؤں سے کیا؟ اور کیسے پوچھیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلال میں تڑپ کر فرمایا کہ:

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
(الانبیاء رکوع ۵ پارہ ۱۷)

تو کیا تم لوگ اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا تم لوگ پوجتے ہو کیا تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

آپ کی اس حق گوئی کا نعرہ حق سن کر قوم نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ شور مچایا اور چلا چلا کر بت پرستوں کو بلایا کہ:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (الانبیاء رکوع ۵)

اے لوگو! حضرت ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو کرو۔

چنانچہ ظالموں نے اتنا لمبا چوڑا آگ کا الاؤ جلایا کہ اس آگ کے شعلے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی اڑ کر نہیں جا سکتا تھا پھر آپ کو ننگے بدن کر کے ان ظلم وستم کے مجسموں نے ایک گوپھن کے ذریعے اس آگے میں پھینک دیا اور اپنے اس خیال میں مگن تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے مگر احکم الحاکمین کا فرمان اس آگ کے لئے یہ صادر ہو گیا کہ:

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ — ہم نے فرمادیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا۔ جس کو قرآن نے اپنے قاہرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ:

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (الانبیاء ع ۵ پارہ ۱۷) — اور انہوں نے (حضرت ابراہیم) کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا ناکام بنادیا۔

آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ اور سلامت رہ کر نکل آئے اور ظالم لوگ کف افسوس مل کر رہ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توکل

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ خداوند! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جارہے ہیں اور ان کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں۔ لہٰذا تو اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں ان کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں۔ لہٰذا تم سب ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی ج ۳ ص ۶۸)

کون سی دعا پڑھ کر آپ آگ میں گئے

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ

نے اس وقت یہ دعا پڑھی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الْمُلْکُ لَاشَرِیْکَ لَکَ" اور جب آپ آگ کے شعلوں میں داخل ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے خلیل اللہ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی حاجت نہیں ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ پھر خدا ہی سے اپنی حاجت عرض کیجئے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے لہٰذا مجھے اس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سولہ یا بیس برس کی تھی۔

آپ کتنی دیر تک آگ میں رہے؟

اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے تین اقوال ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات دنوں تک آپ آگ کے شعلوں میں رہے اور بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ چالیس دن رہے اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہ گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی ج۳ ص ۶۸ وجلالین وغیرہ)

درس ہدایت

اس واقعہ سے ان لوگوں کو تسلی ملتی ہے جو باطل کی طاغوتی طاقتوں کے بالمقابل استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹ جاتے ہیں کہ:

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

(۴۵) حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان!

حضرت ایوب علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور مال و اولاد کی کثرت بھی بے شمار مویشی۔ اور کھیت و باغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش و امتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان اس کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جس میں

سینکڑوں اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں سب مر گئے، تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک وبرباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمد الٰہی کرتے اور شکر بجالاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا۔ جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام ''رحمت بنت افرائیم'' تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

فائدہ:۔ عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سے غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جزام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام ان بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت وحقارت ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیوں کر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جزام کی بیماری میں [illegible] نہیں [illegible]ئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں [illegible]لیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر وشاکر رہے پھر آپ نے بحکم الٰہی ا[illegible] رب سے یوں دعا مانگی۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الانبیاء ع ۵ ص ۱۷) — اے رب! مجھے تکلیف پہنچ گئی ہے اور تو تمام مہربانوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعاء مقبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا کہ اے ایوب! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل

کرو۔ چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں، پھر آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہوگیا جس کا پانی بیحد ٹھنڈا، بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہوگیا اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کے کثیر اولاد ہوئی پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔

اس بیماری کی حالت میں ایک دن آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کو پکارا تو وہ بہت دیر کر کے حاضر ہوئیں اس پر غصہ میں آ کر آپ نے ان کو ۱۰۰ سو درہ مارنے کی قسم کھالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایوب! آپ ایک سینکوں کی جھاڑو سے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو مار دیجئے اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ (ص رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ہم نے فرمایا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کا اور ہم اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور اپنی رحمت سے عطا فرما دیئے۔ عقلمندوں کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے اور ہم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑ دے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔ بیشک ہم نے اس (ایوب) کو صابر پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے۔ بیشک وہ خدا کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔

الغرض حضرت ایوب علیہ السلام اس امتحان میں پورے پورے کامیاب ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نوازشوں اور عنایتوں سے ہر طرح سرفراز فرما دیا اور قرآن مجید میں ان کی مدح خوانی فرما کر "اوّاب" کے لاجواب خطاب سے ان کے سر مبارک پر سربلندی کا تاج رکھ دیا۔

درس ہدایت

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ امتحان میں یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا بھی خدا کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور جب وہ امتحان میں کامیاب اور آزمائش میں پورے اترتے ہیں تو خداوند قدوس ان کے مراتب و درجات میں اتنی اعلیٰ سربلندی عطا فرما دیتا ہے کہ کوئی انسان اس کو سوچ بھی نہیں سکتا نیز اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ امتحان و آزمائش کے وقت صبر کرنا اور خداوند عالم کی رضا پر راضی رہنا اس کا پھل کتنا اچھا، کتنا میٹھا اور کس قدر لذیذ ہوتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۴۶) حضرت سلیمان علیہ السلام اور ایک چیونٹی

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ یہ اپنے مقدس باپ کے جانشین ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں سعادتوں سے سرفراز فرما کر تمام روئے زمین کا بادشاہ بنا دیا اور چالیس برس تک آپ تخت سلطنت پر جلوہ گر رہے۔ جن و انسان و شیاطین اور چرندوں، پرندوں، درندوں سب پر آپ کی حکومت تھی۔ سب کی زبانوں کا آپ کو علم عطا کیا گیا اور طرح طرح کی عجیب و غریب صنعتیں آپ کے زمانے میں بروئے کار آئیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ۝ (النمل رکوع ۲ پارہ ۱۹)

اور حضرت سلیمان، حضرت داؤد کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز میں سے عطا کیا گیا ہے بیشک یہ کھلا ہوا فضل خداوندی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ

اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کے لئے

يَدَيۡهِ بِإِذۡنِ رَبِّهٖ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ۝ يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ (سبا رکوع ۲ پارہ ۲۲)	پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن وانس وغیرہ اپنے تمام لشکروں کو لے کر طائف یا شام میں ''وادی نمل'' سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں تو چیونٹیوں کی ملکہ جو مادہ اور لنگڑی تھی اس نے تمام چیونٹیوں سے کہا کہ اے چیونٹیوں تم سب اپنے گھروں میں چلی جاؤ ورنہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں کچل ڈالے گا۔ چیونٹی کی اس تقریر کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کی دوری سے سن لیا اور مسکرا کر ہنس دیئے چنانچہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوۡا عَلٰى وَادِ النَّمۡلِ قَالَتۡ نَمۡلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰكِنَكُمۡ ۚ لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا۔ (النمل رکوع ۲ پارہ ۱۹)	یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع لشکر کے وادی نمل میں آئے تو ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہ تمہیں حضرت سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں تو حضرت سلیمان اس بات سے مسکرا کر ہنس دیئے۔

درس ہدایت

اس قرآنی واقعہ سے چند اسباق ہدایت معلوم ہوئے۔

(۱) چیونٹی کی آواز کو تین میل کی دوری سے سن لینا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام کی بصارت و سماعت کو عام انسانوں کی بصارت پر قیاس نہیں کر سکتے بلکہ حق یہ ہے کہ انبیاء کرام کا سننا اور دیکھنا اور دوسری طاقتیں عام

انسانوں کی طاقتوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوا کرتی ہیں۔

(۲) چیونٹی کی تقریر سے معلوم ہوا کہ چیونٹیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ کسی نبی کے صحابی جان بوجھ کر کسی پر ظلم نہیں کر سکتے کیونکہ چیونٹی نے ''وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' کہا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی فوج اگر چیونٹیوں کو کچل ڈالیں گے تو بے خبری کے عالم میں لاشعوری طور پر ایسا کریں گے ورنہ جان بوجھ کر ایک نبی کے صحابی ہوتے ہوئے وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کریں گے۔ افسوس کہ چیونٹیاں تو یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ نبی کے صحابی جان بوجھ کر کسی پر ظلم نہیں کر سکتے مگر رافضیوں کا گروہ ان چیونٹیوں سے بھی گیا گزرا ثابت ہوا کہ ان ظالموں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ پر یہ تہمت لگائی کہ ان بزرگوں نے جان بوجھ کر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت پر ظلم کیا (معاذ اللہ)

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کا ہنسنا تبسم اور مسکراہٹ ہی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ حضرات کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔

لطیفہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ محدث جو نہایت ہی بلند پایہ عالم اور جامع العلوم علامہ تھے۔ بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ کوفہ تشریف لائے تو ان کی زیارت کے لیے ایک عظیم الشان مجمع جمع ہو گیا۔ آپ نے تقریر فرماتے ہوئے حاضرین سے کئی بار یہ فرمایا کہ ''سَلُوْا عَمَّا شِئْتُمْ'' یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ حاضرین پر آپ کی علمی جلالت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ کہ سب لوگ دم بخود ساکت و خاموش بیٹھے رہے۔ مگر جب آپ نے بار بار للکارا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی بہت کم عمر تھے خود تو کمال ادب سے کچھ نہ بولے مگر آپ نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ حضرت قتادہ سے یہ پوچھئے کہ وادی نمل میں جس چیونٹی کی تقریر سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس پڑے تھے۔ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ! چنانچہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا تو حضرت قتادہ ایسے سٹپٹائے کہ بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے پھر لوگوں نے امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''چیونٹی مادہ تھی'' حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت؟ امام ابو حنیفہ نے جواب دیا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس چیونٹی کے

لیے "وَقَالَتْ نَمْلَةٌ" مونث کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ چیونٹی نر ہوتی تو "وَقَالَ نَمْلَةٌ" مذکر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہوتا۔ حضرت قتادہ نے اس دلیل کو تسلیم کر لیا اور امام ابو حنیفہ کی دانائی اور قرآن فہمی پر حیران رہ گئے اور اپنے بڑے بول پر نادم ہوئے۔

(۴۷) حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہد ہد

یوں تو سبھی پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر اور تابع فرمان تھے لیکن آپ کا ہد ہد آپ کی فرماں برداری اور خدمت گزاری میں بہت مشہور ہے۔ اسی ہد ہد نے آپ کو ملک سبا کی ملکہ "بلقیس" کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ ایک بہت بڑے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کرتی ہے اور بادشاہوں کے شایان شان جو بھی سرو سامان ہوتا ہے وہ سب کچھ اس کے پاس ہے۔ مگر وہ اور اس کی قوم ستاروں کے پجاری ہیں۔ اس خبر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے نام جو خط ارسال فرمایا۔ اس کو یہی ہد ہد لے کر گیا تھا چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ حضرت سلیمان نے ہد ہد سے فرمایا کہ۔

تم میرا یہ خط لے جاؤ۔ اور ان کے پاس یہ خط ڈال کر پھر ان سے الگ ہو کر تم دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

چنانچہ ہد ہد یہ خط لے کر گیا اور بلقیس کی گود میں اس خط کو اوپر سے گرا دیا۔ اس وقت اس نے اپنے گرد امراء و ارکان سلطنت کا مجمع اکٹھا کیا۔ پھر خط کو پڑھ کر لرزہ بر اندام ہو گئی اور اپنے اراکین سے یہ کہا کہ۔

اے سردارو! میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے جو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے۔ اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحیم ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو۔ اور تم مسلمان ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔ (النمل رکوع ۲ پارہ ۱۹)

خط سنا کر بلقیس نے اپنی سلطنت کے امیروں اور وزیروں سے مشورہ کیا تو ان لوگوں نے اپنی طاقت اور جنگی مہارت کا اعلان و اظہار کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس وقت عقلمند بلقیس نے اپنے امیروں اور وزیروں کو سمجھایا کہ جنگ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے شہر ویران اور شہر کے عزت دار باشندے ذلیل و خوار ہو

جائیں گے۔اس لیے میں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ کچھ ہدایہ وتحائف ان کے پاس بھیج دوں اس سے امتحان ہو جائے گا کہ حضرت سلیمان صرف بادشاہ ہیں یا اللہ کے نبی بھی ہیں۔ اگر وہ نبی ہوں گے تو ہرگز میرا ہدیہ قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم لوگوں کو اپنے دین کے اتباع کا حکم دیں گے۔ اور اگر وہ صرف بادشاہ ہوں گے تو میرا ہدیہ قبول کر کے نرم پڑ جائیں گے۔ چنانچہ بلقیس نے پانچ سو غلام پانچ سو لونڈیاں بہترین لباس اور زیوروں سے آراستہ کر کے بھیجے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ پانچ سو سونے کی اینٹیں اور بہت سے جواہرات اور مشک وعنبر اور ایک جڑاؤ تاج مع ایک خط کے اپنے قاصد کے ساتھ بھیجا۔ ہد ہد یہ سب دیکھ کر روانہ ہو گیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آکر سب خبریں پہنچا دیں۔ چنانچہ بلقیس کا قاصد جب چند دنوں کے بعد تمام سامانوں کو لے کر دربار میں حاضر ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے غضبناک ہو کر قاصد سے فرمایا کہ۔

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِ ٴَ اللّٰہُ خَیْرٌ مِّمَّآ اٰتٰکُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِھَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ ○ اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا وَلَنُخْرِجَنَّھُمْ مِّنْھَآ اَذِلَّۃً وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ (النمل رکوع ۳ پارہ ۱۹)

آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللہ نے مجھے جو دیا ہے وہ اس سے بڑھ کر اور بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے تم واپس جاؤ۔ ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہو گی اور ضرور ہم ان کو ان کے شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ پست ہو جائیں گے؟

چنانچہ اس کے بعد جب قاصد نے واپس لوٹ کر بلقیس کو سارا ماجرا سنایا۔ تو بلقیس حضرت سلمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو گئی۔ اور حضرت سلیمان کا دربار اور یہاں کے عجائبات دیکھ کر اس کو یقین آ گیا کہ حضرت سلمان علیہ السلام خدا کے نبی برحق ہیں۔ اور ان کی سلطنت اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اپنے دین کی دعوت دی تو اس نے نہایت ہی اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کر کے اس کو اپنے محل میں رکھ لیا۔

اس سلسلے میں ہدہد نے جو کارنامے انجام دیئے۔ وہ بلاشبہ عجائبات عالم میں سے ہے۔ جو یقیناً حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔

(۴۸) تخت بلقیس کس طرح آیا؟

ملکہ سبا "بلقیس" کا تخت شاہی اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا اور سونے چاندی وغیرہ طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے قاصد اور اس کے ہدایہ وتحائف کو ٹھکرا دیا اور اس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ وہ مسلمان ہو کر میرے دربار میں حاضر ہو جائے تو آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے دربار میں آ جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے یہ فرمایا کہ۔

یٰاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ. (النمل ۳ پ ۱۹)

اے درباریو! تم میں کون ہے کہ بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ قبل اس کے کہ وہ سب مطیع ہو کر میرے حضور حاضر ہوں۔ تو ایک سرکش جن بولا کہ میں وہ تخت لا دوں گا۔ قبل اس کے کہ آپ اجلاس برخواست کریں۔ اور میں اس پر قوت والا اور امانت دار ہوں۔

جن کا بیان سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سے بھی جلد وہ تخت میرے دربار میں آ جائے۔ یہ سن کر آپ کے وزیر حضرت "آصف بن برخیا" جو اسم اعظم جانتے تھے۔ اور ایک باکرامت ولی تھے۔ انہوں نے حضرت سلیمان سے عرض کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (النمل ع ۳ پارہ ۱۹)

انہوں نے کہا جن کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور میں حاضر کر دوں گا آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

چنانچہ حضرت آصف بن برخیا نے روحانی طاقت سے بلقیس کے تخت کو ملک سبا سے بیت المقدس تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں کھینچ لیا۔ اور وہ تخت زمین کے نیچے نیچے چل کر لمحہ بھر میں ایک دم حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا۔ تخت کو دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کہا کہ۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ؕ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ○
(النمل رکوع ۳ پارہ ۱۹)

یہ میرے رب کا فضل ہے۔ تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ اور جو شکر کرے وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرے۔ تو میرا رب بے پرواہ اور بڑی خوبیوں والا ہے۔

درس ہدایت:

اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بڑی بڑی روحانی طاقت وقوت عطا فرماتا ہے۔ دیکھ لیجئے حضرت آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے بھر کی مدت میں تخت بلقیس کو ملک سبا سے دربار سلیمان میں حاضر کر دیا۔ اور خود اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں اسی طرح بہت سے اولیاء کرام نے سینکڑوں میل کی دوری سے آدمیوں اور جانوروں کو لمحہ بھر میں بلا لیا ہے۔ یہ سب اولیاء کی اس روحانی طاقت کا کرشمہ ہے جو خداوند قدوس اپنے ولیوں کو عطا فرماتا ہے اس لیے خبردار۔ خبردار۔ کبھی ہرگز ہرگز اولیاء کرام کو اپنے جیسا نہ خیال کرنا اور نہ ان کے اعضاء کی طاقتوں و عام انسانوں کی طاقتوں پر قیاس کرنا۔ کہاں عوام؟ اور کہاں اولیاء؟ اولیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھ لینا یہ گمراہی کا سرچشمہ ہے۔ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں اسی مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　کم کسے زبدال حق آگاہ شد

یعنی تمام دنیا اس وجہ سے گمراہ ہوگئی کہ خدا کے اولیاء سے بہت کم لوگ آگاہ ہوئے۔

اولیاء راہمچو خود پند اشتند　　ہمسری باانبیاء برداشتند

لوگوں نے اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا اور انبیاء کے ساتھ برابری کر بیٹھے۔

این ندانستند الیشان ازعمی　　ہست فرقے درمیان بے انتہا

ان لوگوں نے اپنے اندھے پن سے یہ نہیں جانا کہ عوام اور اولیاء کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ اولیاء کرام کو ہرگز ہرگز عام انسانوں کی طرح نہیں سمجھنا

چاہیے۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھ کر اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے کہ ان لوگوں پر خداوند کریم کا خاص فضل عظیم ہے اور یہ لوگ بے پناہ روحانی طاقتوں کے بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے حکم سے بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں ٹال سکتے ہیں۔ اور ان کی قبروں کا بھی ادب رکھنا لازم ہے کہ اولیاء کی قبروں پر فیوض و برکات خداوندی کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جو عقیدت و محبت سے ان کی قبروں کی زیارت کرتا ہے۔ وہ ضرور ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوا کرتا ہے۔ اس زمانے میں فرقہ وہابیہ اولیاء کرام کی بے ادبی کرتے رہتے ہیں۔ میں اپنے سنی بھائیوں کو یہ نصیحت و وصیت کرتا ہوں کہ ان گمراہوں سے ہمیشہ دور رہیں۔ اور ان لوگوں کے ظاہری سادہ لباسوں اور وضو نمازوں سے فریب نہ کھائیں کہ ان لوگوں کے دل بہت گندے ہیں اور یہ لوگ نور ایمان کی تجلیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ (معاذ اللہ منہم)

(۴۹) حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثل وفات

ملک شام میں جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ گاڑا گیا تھا۔ ٹھیک اسی جگہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی۔ مگر عمارت پوری ہونے سے قبل ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آن پہنچا۔ اور آپ نے اپنے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمارت کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کی جماعت کو اس کام پر لگایا۔ اور عمارت کی تعمیر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا اور عمارت مکمل نہ ہو سکی۔ تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ الٰہی! میری موت جنوں کی جماعت پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ تاکہ وہ برابر عمارت کی تکمیل میں مصروف عمل رہیں۔ اور ان سبھوں کو جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ بھی باطل ٹھہر جائے۔ یہ دعا مانگ کر آپ محراب میں داخل ہو گئے اور اپنی عادت کے مطابق اپنی لاٹھی ٹیک کر عبادت میں کھڑے ہو گئے۔ اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی۔ مگر جن مزدور یہ سمجھ کر کہ آپ زندہ کھڑے ہوئے ہیں برابر کام میں مصروف رہے اور عرصہ دراز تک آپ کا اسی حالت میں رہنا جنوں کے گروہ کے لئے باعث حیرت اس لیے نہیں ہوا کہ وہ بارہا دیکھ چکے تھے کہ آپ ایک ایک ماہ بلکہ کبھی کبھی دو دو ماہ برابر عبادت میں کھڑے رہا کرتے ہیں۔ غرض ایک

سال تک وفات کے بعد آپ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ بحکم الٰہی دیمکوں نے آپ کی عصا کو کھا لیا اور عصا کے گر جانے سے آپ کا جسم مبارک زمین پر آ گیا۔ اس وقت جنوں کی جماعت اور تمام انسانوں کو پتہ چلا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرماتا ہے کہ۔

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَادَلَّهُمۡ عَلٰی مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ مَا لَبِثُوۡا فِی الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ ۝
(سباء رکوع ۲ پ ۲۲)

پھر جب ہم نے ان (حضرت سلیمان) پر موت کا حکم بھیجا۔ تو جنوں کو ان کی موت دیمک ہی نے بتائی جو ان کے عصا کو کھا رہی تھی۔ پھر جب حضرت سلیمان زمین پر آ گئے۔ تو جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت کے عذاب میں اتنی دیر تک نہ پڑے رہتے!

درس ہدایت

اس قرآنی واقعہ سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس بدن وفات کے بعد سڑتے گلتے نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ نے ابھی ابھی پڑھ لیا کہ ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ اور ان کے جسم مبارک میں کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا ان کی قبروں میں ہے کہ ان کے بدن کو مٹی کھا نہیں سکتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡكُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِيَاءِ فَنَبِىُّ اللّٰهِ حَیٌّ يُرۡزَقُ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۱ باب الجمعہ)

بیشک اللہ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔

اور حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے کہ ہر نبی کی یہی شان ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو روزی عطا فرماتا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں یہ جائز و درست

ہے (حاشیہ مشکوٰۃ ۱۲)

اسی لیے اہلسنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مقدس قبروں میں حیات جسمانی کے لوازم کے ساتھ زندہ ہیں وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مر کرمٹی میں مل گئے۔ اسی لیے یہ گستاخ فرقہ انبیاء کرام کی قبروں کو مٹی کا ڈھیر کہہ کر ان مقدس قبروں کی توہین اور ان کو منہدم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ حد ہوگئی کہ عالم السلام کی انتہائی بے چینی کے باوجود گنبد خضریٰ کو مسمار کر دینے کی اسکیمیں برابر حکومت سعودیہ میں بنتی رہتی ہیں۔ مگر خداوند کریم کا یہ فضل عظیم ہے کہ اب تک وہ اس پلان کو بروئے کار نہیں لا سکے ہیں۔ اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ان کا یہ شیطانی پلان پورا ہو سکے گا! کیونکہ۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو گھٹا سکتا ہے کون
جس کا حافظ ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف ۵۳ سال کی ہوئی۔ ۱۳ برس کی عمر میں آپ کو بادشاہی ملی۔ اور چالیس برس تک آپ تخت سلطنت پر جلوہ گر رہے آپ کا مزار اقدس بیت المقدس میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵۰) قارون کا انجام

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ''یصہر'' کا بیٹا تھا۔ بہت ہی شکیل اور خوبصورت آدمی تھا۔ اسی لیے لوگ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس کو ''منور'' کہا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ کمال بھی تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں ''تورات'' کا بہت بڑا عالم اور بہت ہی ملنسار او با اخلاق انسان تھا۔ اور لوگ اس کا بہت ہی ادب و احترام کرتے تھے!

لیکن بے شمار دولت اس کے ہاتھ آتے ہی اسی کے حالات میں ایک دم تغیر پیدا ہو گیا اور سامری کی طرح منافق ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن ہو گیا۔ اور اعلیٰ درجے کا متکبر اور مغرور ہو گیا۔ جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو یہ عہد کیا کہ وہ اپنے تمام مالوں میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ نکالے گا۔ مگر جب اس نے مالوں کا حساب لگایا تو ایک بہت بڑی رقم زکوٰۃ کی نکلی۔ یہ دیکھ کر اس پر ایک دم حرص

وبخل کا بھوت سوار ہو گیا۔ اور وہ نہ صرف زکوٰۃ کا منکر ہو گیا۔ بلکہ عام طور پر بنی اسرائیل کو بہکانے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بہانے تمہارے مالوں کو لے لینا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے اس خبیث نے یہ گندی اور گھناؤنی چال چلی کہ ایک عورت کو بہت زیادہ مال و دولت دے کر آمادہ کرلیا کہ وہ آپ پر بدکاری کا الزام لگائے۔ چنانچہ عین اس وقت جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے تھے۔ قارون نے آپ کو ٹوکا کہ فلانی عورت سے آپ نے بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عورت کو میرے سامنے لاؤ۔ چنانچہ وہ عورت بلائی گئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عورت! اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کے لیے پہاڑ کو پھاڑ دیا۔ اور عافیت وسلامتی کے ساتھ دریا کے پار کرا کر فرعون سے نجات دی سچ سچ کہہ دے کہ واقعہ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال سے عورت سہم کر کانپنے لگی اور اس نے مجمع عام میں صاف صاف کہہ دیا کہ اے اللہ کے نبی! مجھ کو قارون نے کثیر دولت دے کر آپ پر بہتان لگانے کے لیے آمادہ کیا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہو کر سجدہ شکر میں گر پڑے۔ اور بحالت سجدہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! قارون پر اپنا قہر وغضب نازل فرما دے۔ پھر آپ نے مجمع سے فرمایا کہ جو قارون کا ساتھی ہو وہ قارون کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ قارون سے جدا ہو جائے چنانچہ دو خبیثوں کے سوا تمام بنی اسرائیل قارون سے الگ ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! تو اس کو پکڑ لے۔ تو قارون ایک دم گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا پھر آپ نے دوبارہ زمین سے یہی فرمایا تو وہ کمر تک زمین میں دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر قارون رونے اور بلبلانے لگا۔ اور قرابت و رشتہ داری کا واسطہ دینے لگا۔ مگر آپ نے کوئی التفات نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں دھنس گیا۔ دو منحوس آدمی جو قارون کے ساتھی ہوئے تھے لوگوں سے کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ نے قارون کو اس لیے دھنسا دیا ہے کہ قارون کے مکان اور اس کے خزانوں پر خود قبضہ کرلیں۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ قارون کا مکان اور خزانہ بھی زمین میں دھنس جائے۔ چنانچہ قارون کا مکان جو سونے کا تھا اور اس کا سارا خزانہ بھی زمین میں دھنس گئے۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۷۷)

قارون کا خزانہ

اس کو قرآن کی زبان سے سنئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قارون کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں ایک مضبوط اور طاقتور جماعت بہ مشکل اٹھا سکتی تھی قرآن میں ہے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ (القصص ع ٨ پارہ ٢٠)

بیشک قارون حضرت موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ پھر اس نے ان پر ظلم کیا۔ اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے جنکی کنجیاں ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو جو نصیحت فرمائی۔ وہ یہ ہے۔ جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے۔ اسی خیر خواہی والی نصیحت کو سن کر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ غور کیجئے کہ کتنی مخلصانہ؟ اور کس قدر پیاری نصیحت ہے؟ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ساری قوم قارون کو سناتی رہی کہ۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ٥ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط
(القصص ع ٨ پارہ ٢٠)

جب قارون سے اس کی قوم نے کہا کہ اترا کر مت چل۔ بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔ اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور زمین میں فساد مت تلاش کر۔

قارون نے اپنے مال کے گھمنڈ میں اس مخلصانہ نصیحت کو ٹھکرا دیا۔ اور خوب بن سنور کر تکبر اور غرور سے اتراتا ہوا قوم کے سامنے آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدگوئی اور ایذا رسانی کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنئے اور خدا کی اس قاہرانہ گرفت پر خوف الٰہی سے تھراتے رہیئے۔ اللہ اکبر!

قارون زمین میں دھنس گیا

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝
(القصص رکوع ۸ پارہ ۲)

تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور وہ کوئی بدلہ نہ لے سکا۔

درس ہدایت:

یہ عبرتناک واقعہ ہمیں یہ درس ہدایت دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا فرمائے۔ تو اس فرض کو لازم جانے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ہرگز ہرگز اپنے مال و دولت پر غرور اور گھمنڈ کر کے نہ اترائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دولت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے پل بھر میں دولت چھین بھی لیتا ہے۔ ہر وقت اس کا دھیان رکھتے ہوئے تواضع اور انکساری کی عادت رکھے۔ اور ہرگز ہرگز کبھی انبیاء و اولیاء و صالحین کی ایذارسانی و بدگوئی نہ کرے کہ ان مقبولان بارگاہ الٰہی کی دعا اور بددعا سے وہ ہو جایا کرتا ہے۔ جس کا لوگ تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۵۱) رومی غالب ہو کر پھر مغلوب ہوں گے

فارس اور روم کی دونوں سلطنتوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے۔ اس لیے عرب کے مشرکین ان کا غلبہ پسند کرتے تھے۔ اور رومی چونکہ اہل کتاب تھے اس لیے مسلمانوں کو ان کا فتح یاب ہونا اچھا لگتا تھا۔ خسرو پرویز بادشاہ فارس اور قیصر روم دونوں بادشاہوں کی فوجیں سرزمین شام کے قریب معرکہ آرا ہوئیں اور گھمسان کی جنگ کے بعد اہل فارس غالب ہوئے مسلمانوں کو یہ خبر بڑی گراں گزری۔ اور کفار مکہ اس خبر سے مسرور ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور رومی نصاریٰ بھی اہل کتاب اور اہل فارس بھی آتش پرست اور ہم بھی بت پرست ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب ہو گئے۔ اگر ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو اسی طرح ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں غیب کی خبر دی گئی ہے کہ۔

الٓمّٓ o غُلِبَتِ الرُّوْمُ o فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ o فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ o

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں۔ اور اپنی مغلوبی کے بعد وہ عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔

(الروم رکوع ۱ پارہ ۲۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آیات کو سن کر کفار مکہ میں یہ اعلان کرا دیا کہ خدا کی قسم رومی اہل فارس پر غلبہ پائیں گے۔ لہٰذا اے اہل مکہ! تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوشی نہ مناؤ۔ چونکہ بظاہر رومیوں کے فتح یاب ہونے کے اسباب دور دور تک نظر نہ آتے تھے اس لیے ''ابی بن خلف'' آپ کے بالمقابل کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کے اور اس کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط لگ گئی کہ اگر نو سال کے اندر رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق ایک سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ جائیں تو ابی بن خلف ایک سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک جوا اسلام میں حرام نہیں ہوا تھا۔ خدا کی شان کہ سات ہی برس میں قرآن کی اس غیبی خبر کی صداقت کا ظہور ہو گیا۔ اور خالص صلح حدیبیہ کے دن ۶ ہجری میں رومی اہل فارس پر غالب ہو گئے اور رومیوں نے ''مدائن'' میں گھوڑے باندھے۔ اور عراق میں ''رومیہ'' نامی شہر بسایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط کے سو اونٹ ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لیے کیونکہ وہ اس کے درمیان میں مر چکا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ شرط کے اونٹوں کو جو انہوں نے ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کیے ہیں سب صدقہ کر دیں! اور اپنی ذات پر کچھ بھی صرف نہ کریں۔ (مدارک و خازن و خزائن العرفان)

درس ہدایت

فارس و روم کی جنگ میں رومی اس درجہ شکست کھا چکے تھے کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی تھی۔ اور بظاہر ان کے فتح یاب ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ مگر سات ہی برس میں رومیوں کو ایسی فتح حاصل ہو گئی کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر آپ کی صحت نبوت، اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ سبحان اللہ! سچ ہے۔

ہزار فلسفیوں کی چناں چنیں بدلی
خدا کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

(۵۲) غزوہ احزاب کی آندھی

"غزوہ احزاب" ۴ھ یا ۵ھ میں پیش آیا۔ اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ خندق" بھی ہے۔ جب "بنونضیر" کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ تو یہودیوں کے سرداروں نے مکہ جا کر کفار مکہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے چنانچہ ان یہودیوں نے کثیر تعداد میں ہتھیار اور رقم دے کر کفار مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے پر ابھار دیا اور ابوسفیان نے مشرکین و یہودیوں کے بہت سے قبائل کو جمع کر کے ایک عظیم فوج کے ساتھ مدینہ پر دھاوا بول کر حملہ کر دیا۔ مکہ سے قبیلہ "خزاعہ" کے چند لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ان تیاریوں کی اطلاع دے دی تو آپ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد ایک خندق کھدوانی شروع کر دی۔ اس خندق کو کھودنے میں مسلمانوں کے ساتھ خود رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کام کیا۔ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ مشرکین ایک لشکر جرار لے کر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ پر ہلہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور وشور کے ساتھ امنڈ پڑا کہ شہر مدینہ کی فضاؤں میں ہر طرف گرد وغبار کا طوفان اٹھ گیا۔ اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن کی زبان سے سنئے!

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (الاحزاب رکوع ۲ پارہ ۲۱)

جب کافر تم پر حملہ آور ہوئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللہ پر (امید و یاس) کے طرح طرح کے گمان کرنے لگے یہ وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کا امتحان ہوا اور خوب سختی سے وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔

اس لڑائی میں منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے ان

لشکروں کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا اور وہ جنگ سے جان چرا کر اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہنے کی اجازت طلب کرنے لگے لیکن اسلام کے پیچھے جان نثار مہاجرین و انصار اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ کوہ "سلع" اور کوہ "احد" کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمیوں اور جاں نثاریوں کو حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ ان فدا کاروں کی ایمانی جرات و اسلامی شجاعت کی تصویر صفحات قرآن پر بصورت تحریر دیکھئے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے۔ تو بول پڑے کہ یہ وہ ہے جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

کفار نے جب مدینہ کے گرد خندق کو حائل دیکھا تو حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ایسی تدبیر ہے کہ جس سے رب کے لوگ اب تک ناواقف تھے۔ بہر حال کافروں نے خندق کے کنارے سے مسلمانوں پر تیر اندازی اور سنگباری شروع کر دی۔ کہیں کہیں سے کافروں نے خندق کو پار بھی کر لیا اور جم کر لڑائی بھی ہوئی۔ مسلمان کافروں کے اس محاصرہ سے گو پریشان تھے۔ ان کے عزم و استقلال میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا وہ اپنے اپنے مورچوں پر جم کر دفاعی جنگ لڑتے رہے۔ اچانک ایک دم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس طرح مدد فرمائی کہ ناگہاں مشرق کی جانب سے ایک ایسی طوفان خیز اور ہلاکت انگیز شدید آندھی آئی جو قہر قہار و غضب جبار بن کر لشکر کفار پر خدا کی مار بن گئی، دیگیں، چولہوں سے الٹ پلٹ ہو کر ادھر ادھر لڑھک گئیں۔ خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا اور شدید سردی کی لہروں نے کافروں کو جھنجوڑ ڈالا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج بھیج دی جن کے رعب و دبدبہ سے کفار کے دل لرز گئے اور ان پر ایسی دہشت و وحشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ رہا چنانچہ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان نے ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے لشکر میں اعلان کرا دیا کہ راشن ختم ہو چکا اور موسم نہایت خراب ہے

اور یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہٰذا اب مدینہ کا محاصرہ بیکار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دیا اور بہت سا سامان چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور دوسرے قبائل بھی تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ گئے اور پندرہ یا چوبیس روز کے بعد مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷۲ و زرقانی ج ۲ ص ۱۱۲ تا ۱۱۸)

غزوۂ احزاب کی یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر خداوند قدوس نے قرآن میں اس طرح فرمایا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب ع ۲ پ ۲۱)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے۔ تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تم کو نظر نہ آئے۔

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب کفار کا مقابلہ جنگ میں ہو تو مسلمانوں کو کسی حال میں بھی ہرگز ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے اور یہ یقین رکھ کر مقابلہ پر ڈٹے رہنا چاہیے کہ ضرور ضرور نصرت خداوندی اور امداد غیبی مسلمانوں کی مدد کرے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ مسلمان ثابت قدم رہیں اور صبر و استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہیں۔ چنانچہ جنگِ بدر و جنگِ اُحد و جنگِ احزاب وغیرہ سینکڑوں کفر و اسلام کی لڑائیوں میں یہ منظر نظر آیا کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی جب مسلمان ثابت قدم رہے تو غیب سے نصرت خداوندی اور امداد غیبی نے اس طرح جلوہ دکھایا کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہو گئی اور کفار باوجود اپنی کثرت و شوکت کے شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۵۳) قوم سبا کا سیلاب

"سبا" عرب کا ایک قبیلہ ہے جو اپنے مورث اعلیٰ سبا بن یسجب بن یصرب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے اس قوم کی بستی یمن میں شہر "صنعاء" سے چھ میل کی دوری پر واقع

تھی۔ اس آبادی کی آب وہوا اور زمین اتنی صاف اور اس قدر لطیف و پاکیزہ تھی کہ اس میں مچھر نہ مکھی نہ پشو نہ کھٹمل نہ سانپ نہ بچھو۔ موسم نہایت معتدل نہ گرمی نہ سردی، یہاں کے باغات میں اس قدر کثیر پھل آتے تھے کہ جب کوئی شخص سر پر ٹوکرہ لئے گزرتا تو بغیر ہاتھ لگائے قسم قسم کے پھلوں سے اس کا ٹوکرہ بھر جاتا تھا۔ غرض یہ قوم بڑی فارغ البالی اور خوشحالی میں امن وسکون اور آرام و چین سے زندگی بسر کرتی تھی مگر نعمتوں کی کثرت اور خوشحالی نے اس قوم کو سرکش بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہدایت کے لئے یکے بعد دیگرے تیرہ نبیوں کو بھیجا جو اس قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلا دلا کر عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے مگر ان سرکشوں نے خدا کے مقدس نبیوں کو جھٹلا دیا اور اس قوم کا سردار جس کا نام ''حماد'' تھا وہ اتنا متکبر اور سرکش آدمی تھا کہ جب اس کا لڑکا مر گیا تو اس نے آسمان کی طرف تھوکا اور اپنے کفر کا اعلان کر دیا اور علانیہ لوگوں کو کفر کی دعوت دینے لگا اور جو کفر کرنے سے انکار کرتا اس کو قتل کر دیتا تھا اور خدا کے نبیوں سے نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کہتا تھا کہ آپ لوگ اللہ سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نعمتوں کو ہم سے چھین لے جب حماد اور اس کی قوم کا طغیان وعصیان بہت زیادہ بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیلاب کا عذاب بھیجا جس سے ان لوگوں کے باغات اور اموال و مکانات سب غرق ہو کر فنا ہو گئے اور پوری بستی ریت کے تودوں میں دفن ہو گئی اور اس طرح یہ قوم تباہ و برباد ہو گئی کہ ان کی بربادی ملک عرب میں ضرب المثل بن گئی۔ عمدہ اور لذیذ پھلوں کے باغات کی جگہ جھاؤ اور جنگلی بیروں کے خاردار اور خوفناک جنگل اگ گئے اور یہ قوم عمدہ اور لذیذ پھلوں کے لئے ترس گئی۔

سیلاب کس طرح آیا؟

قوم سبا کی بستی کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں بند باندھ کر ملکہ بلقیس نے تین بڑے بڑے تالاب نیچے اوپر بنا دیئے تھے۔ ایک چوہے نے خدا کے حکم سے بند کی دیوار میں سوراخ کر دیا اور وہ بڑھتے بڑھتے بہت بڑا شگاف بن گیا یہاں تک کہ بند کی دیوار ٹوٹ گئی اور ناگہاں زور دار سیلاب آ گیا۔ بستی والے اس سوراخ اور شگاف سے غافل تھے اور اپنے گھروں میں چین کی بانسری بجا رہے تھے کہ اچانک سیلاب کے دھاروں نے ان کی بستی کو غارت کر ڈالا اور ہر طرف بربادی اور ویرانی کا دور دورہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا

کے اس ہلاکت آفرین سیلاب کا تذکرہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِھِمْ اٰیَۃٌ ج جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ہ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَہٗ ط بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ہ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰھُمْ بِجَنَّتَیْھِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ہ ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِمَا کَفَرُوْا وَھَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْکَفُوْرَ ہ (السبا رکوع ۲ پارہ ۲۲)

بیشک قوم سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی۔ وہ باغ داہنے اور بائیں۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب تو انہوں نے (ایمان سے) منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دے۔ جن میں بھکٹا میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا میں اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیتے ہیں۔

درس ہدایت

قوم سبا کی یہ ہلاکت و بربادی ان کی سرکشی۔ اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کے سبب سے ہوئی۔ ان کی بداعمالیوں اور خدا کے نبیوں کے ساتھ بے ادبیاں اور گستاخیاں جب بہت بڑھ گئیں تو خداوند قہار و جبار کا قہر و غضب عذاب بن کر سیلاب کی صورت میں آ گیا اور ان کو تباہ و برباد کر گیا۔ سچ ہے نیکی کا اثر آبادی اور بدی کا اثر بربادی ہے۔ لہٰذا ہر نعمت پانے والی قوم کو لازم ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور سرکشی و گناہ سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کرے ورنہ خطرہ ہے کہ عذاب الٰہی نہ اتر پڑے کیونکہ جو قوم سرکشی اور بداعمالی کو اپنا طریقہ کار بنا لیتی ہے اس کا لازمی اثر یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم عذاب الٰہی کی مار سے برباد اور اس کی آبادیاں تہس نہس ہو کر ویرانہ بن جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

(۵۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین مبلغین

''انطاکیہ'' ملک شام کا ایک بہترین شہر تھا۔ جس کی فصیلیں سنگین دیواروں سے بنی ہوئی تھیں اور پورا شہر پانچ پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا اور شہر کی آبادی کا رقبہ بارہ میل تک پھیلا

ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں میں سے دو مبلغوں کو تبلیغ دین کے لئے اس شہر میں بھیجا۔ ایک کا نام ''صادق'' اور دوسرے کا نام ''مصداق'' تھا۔ جب یہ دونوں شہر میں پہنچے تو ایک بوڑھے چرواہے سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی جس کا نام ''حبیب نجار'' تھا۔ سلام کے بعد حبیب نجار نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور مقصد کیا ہے؟ تو ان دونوں صاحبان نے کہا کہ ہم دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے مبلغین ہیں اور اس بستی والوں کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت دینے آئے ہیں تو حبیب نجار نے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ جی ہاں۔ ہم لوگ مریضوں اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا کے حکم سے شفاء دیتے ہیں۔ یہ ان دونوں کی کرامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ یہ سن کر حبیب نجار نے کہا کہ میرا ایک لڑکا مدتوں سے بیمار ہے۔ کیا آپ لوگ اس کو تندرست کر دیں گے؟ ان دونوں نے کہا کہ جی ہاں اس کو ہمارے پاس لاؤ' چنانچہ ان دونوں نے اس مریض لڑکے پر اپنا ہاتھ پھرا دیا اور وہ فوراً ہی تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور بہت سے مریض جمع ہو گئے اور سب شفایاب بھی ہو گئے۔

اس شہر کا بادشاہ ''انطیخا'' نامی ایک بت پرست تھا۔ وہ اُن دونوں کی زبان سے توحید کی دعوت سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے دونوں مبلغوں کو گرفتار کر کے سو سو درے لگا کر جیل خانہ میں قید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے سردار حضرت ''شمعون'' کو انطاکیہ بھیجا۔ آپ کسی طرح بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے اور بادشاہ سے کہا کہ آپ نے ہمارے دو آدمیوں کو کوڑے لگا کر جیل خانہ میں قید کر دیا ہے۔ کم سے کم آپ ان دونوں کی پوری بات تو سن لیتے۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جیل خانہ سے بلوا کر گفتگو شروع کی تو ان دونوں نے کہا کہ ہم یہی کہنے کے لئے یہاں آئے ہیں کہ تم لوگ ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے بتوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ جب بادشاہ نے ان دونوں سے کوئی نشانی طلب کی تو ان دونوں صاحبوں نے ایک ایسے مادر زاد اندھے کو جس کے سر میں آنکھیں تھیں ہی نہیں ہاتھ پھرا دیا تو اس کی پیشانی میں آنکھوں کے دو سوراخ بن گئے پھر ان دونوں صاحبوں نے مٹی کے دو غلولے بنا کر ان سوراخوں میں رکھ کر دعا کر دی تو یہ دونوں غلولے آنکھیں بن کر

روشن ہو گئے اور مادر زاد انکھیارا بن گیا۔ حضرت شمعون نے فرمایا کہ اے بادشاہ! کیا تمہارے بتوں میں بھی یہ قدرت ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ نہیں تو حضرت شمعون نے فرمایا کہ پھر تم اس خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو ایسی قدرت والا ہے کہ اندھوں کو آنکھیں عطا فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ کیا تمہارا خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے؟ اگر وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو ایک مردے کو زندہ کر دے جو میرے ایک دہقان کا لڑکا ہے اور وہ کئی روز سے مرا پڑا ہے اور میں نے اس کے باپ کے انتظار میں ابھی تک اس کو دفن نہیں کیا ہے۔ بادشاہ ان تینوں صاحبان کو لے کر لڑکے کی لاش کے پاس گیا اور ان تینوں صاحبان نے دعا مانگی، تو خدا کے حکم سے وہ مردہ زندہ ہو گیا اور بلند آواز سے کہا کہ میں بت پرست تھا۔ تو میں مرنے کے بعد جہنم کی وادیوں میں داخل کیا گیا۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اور تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر ان تینوں مبلغین کی بات مان کر ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کیونکہ یہ تینوں صاحبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ان کے فرستادہ ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اور مردہ کی تقریر سن کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ اتنے میں حبیب نجار بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے اور انہوں نے بھی بادشاہ اور سارے شہر والوں کو مبلغین کی تصدیق کے لئے پر زور تقریر کر کے آمادہ کر لیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے تمام درباریوں نے ایمان کی دعوت قبول کر لی اور سب صاحب ایمان ہو گئے مگر چند منحوس لوگ جو بتوں کی محبت میں عقل و ہوش کھو چکے تھے وہ ایمان نہیں لائے۔ بلکہ حبیب نجار کو قتل کر دیا تو ان مردودوں پر عذاب آیا اور لوگ عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیئے گئے۔

(صاوی ج ۳ ص ۲۶۵)

اس واقعہ کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

(صادق و مصداق) کو بھیجا۔ تو لوگوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے (شمعون) کو ان دونوں کی مدد میں بھیجا تو ان تینوں نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تو وہ لوگ بولے کہ تم تو بس ہمارے ہی جیسے

وَمَآ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَکۡذِبُوۡنَ ۝ قَالُوۡا رَبُّنَا یَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَیۡکُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ۝ وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝ قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ وَلَیَمَسَّنَّکُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ قَالُوۡا طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ۝ وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۝

(یسین رکوع ۲ پارہ ۲۲)

آدمی ہو اور رحمٰن نے تو کچھ نازل ہی نہیں کیا ہے تم لوگ تو نرے جھوٹے ہی ہو۔ ان تینوں نے کہا کہ ہمارا خدا جانتا ہے کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو بس کھلی ہوئی تبلیغ ہے۔ وہ لوگ بولے کہ ہم تمہیں منحوس جانتے ہیں۔ اگر تم تبلیغ سے باز نہ آئے تو ضرور ہم تم لوگوں کو سنگسار کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت مار پڑے گی تو تینوں مبلغوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات پر بدلتے ہو کہ تمہیں سمجھایا جارہا ہے؟ یقیناً تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو اور شہر کے کنارے سے ایک مرد (حبیب نجار) دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے میری قوم! تم ان فرستادوں کی پیروی کرو۔ جو تم سے کچھ بھی نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں!

درسِ ہدایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تینوں مبلغین یعنی صادق و مصداق و شمعون کی سرگزشت اور تبلیغ دین کی راہ میں ان حضرات کی دشواریاں اور قید و بند کے مصائب اور ہوش ربا دھمکیوں کو دیکھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ تبلیغ دین کرنے والوں کی بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر جب آدمی اس راہ میں مستقل مزاج بن کر ثابت قدم رہتا ہے اور صبر و تحمل کے ساتھ اس دینی کام میں ڈٹا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی کامیابی کا سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ وہ مقلب القلوب اور ہادی ہے۔ وہ ایک لمحہ میں منکرین کے دلوں کو بدل دیتا ہے اور دلوں کی گمراہی دور فرما کر ہدایت کا نور بخش دیتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۵۵) پھولا باغ منٹوں میں تاراج

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے تھوڑے دنوں بعد کا واقعہ ہے کہ یمن میں ''صنعاء'' شہر سے دو کوس کی دوری پر ایک باغ تھا۔ جس کا نام ''صردان'' تھا۔ اس باغ کا مالک بہت ہی نیک نفس اور سخی آدمی تھا۔ اس کا دستور یہ تھا کہ پھلوں کو توڑنے کے وقت وہ فقیروں اور مسکینوں کو بلاتا تھا اور اعلان کر دیتا تھا کہ جو پھل ہوا سے گر پڑیں۔ یا ہماری جھولی سے الگ جا کر گریں وہ سب تم لوگ لے لیا کرو۔ اس طرح اس باغ کا بہت سا پھل فقراء و مساکین کو مل جایا کرتا تھا۔ باغ کا مالک مر گیا۔ تو اس کے تینوں بیٹے اس باغ کے مالک ہوئے۔ مگر یہ تینوں بہت بخیل ہوئے۔ ان لوگوں نے آپس میں طے کر لیا کہ اگر فقیروں مسکینوں کو ہم لوگ بلائیں گے تو بہت سے پھل یہ لوگ پا جائیں گے۔ اور ہم لوگوں کے اہل و عیال کی روزی میں تنگی ہو جائے گی۔ چنانچہ ان تینوں بھائیوں نے قسم کھا کر یہ طے کر لیا کہ سورج نکلنے سے قبل ہی چل کر ہم لوگ باغ کا پھل توڑ لیں۔ تا کہ فقراء و مساکین کو خبر ہی نہ ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کی بدنیتی کی نحوست نے یہ اثر بد دکھایا کہ ناگہاں رات ہی میں اللہ تعالیٰ نے باغ میں آگ بھیج دی جس نے پورے باغ کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا اور ان لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی یہ لوگ اپنے منصوبے کے مطابق رات کے آخری حصے میں نہایت خاموشی کے ساتھ پھل توڑنے کے لئے روانہ ہو گئے اور راستہ میں چپکے چپکے باتیں کرتے تھے تا کہ فقیروں اور مسکینوں کو خبر نہ مل جائے۔ لیکن یہ لوگ جب باغ کے پاس پہنچے تو وہاں جلے ہوئے درختوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ چنانچہ ایک بول پڑا کہ ہم لوگ راستہ بھول کر کہیں اور جگہ چلے آئے ہیں۔ مگر ان میں ایک کا جو بہ نسبت دوسرے بھائیوں کے کچھ نیک نفس تھا۔ اس نے کہا کہ ہم راستہ نہیں بھولے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو پھلوں سے محروم کر دیا ہے لہٰذا تم لوگ خدا کی تسبیح پڑھو۔ تو ان سبھوں نے یہ پڑھنا شروع کر دیا کہ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ یعنی ہمارے رب کے لیے پاکی ہے۔ ہم لوگ یقیناً ظالم ہیں کہ ہم نے فقراء مساکین کا حق مار لیا۔ پھر وہ تینوں بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ اور سب ہائے رے ہماری تباہی کہہ کہہ کر صدق دل سے توبہ و استغفار کرنے لگے اور آخر میں یہ کہنے لگے کہ۔

عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ (ن والقلم رکوع ا پارہ ۲۹)

عنقریب ہمارا رب ہم لوگوں کو اس سے بہتر باغ اس کے بدلے میں عطا فرمائے گا۔ ہم اپنے رب ہی سے توبہ قبول کرنے کے خواستگار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توبہ قبول فرمالی۔ اور پھر ان لوگوں کو اس کے بدلے ایک دوسرا باغ عطا فرمادیا جس میں بہت زیادہ اور بہت بڑے بڑے پھل آنے لگے۔ اس باغ کا نام ''حیوان'' تھا اور اس میں ایک ایک انگور اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر کا بوجھ ہو جایا کرتا تھا ابو خالد یمانی کا بیان ہے کہ میں اس باغ میں گیا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس باغ میں انگوروں کے خوشے حبشی آدمی کے قد کے برابر بڑے تھے۔

(صاوی ج ۴ ص ۱۹۸)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ سخاوت اور نیک نیتی کا اثر مال میں خیر و برکت اور مال کی فراوانی ہے۔ اور بخیلی و بدنیتی کا ثمرہ مال کے ہلاک و بربادی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سچی توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ زائل شدہ نعمت سے بڑی اور بڑھ کر نعمت عطا فرماتا دیا کرتا ہے۔ سچ ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ.

(۵۶) دربارِ داؤد علیہ السلام میں ایک عجیب مقدمہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک دوسری عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کو ایک مسلمان نے پہلے سے پیغام دے رکھا تھا۔ لیکن آپ کا پیغام پہنچنے کے بعد عورت کے اولیاء دوسرے کی طرف بھلا کب اور کیسے توجہ کر سکتے تھے؟ آپ سے نکاح ہو گیا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز تھی۔ نہ اس زمانے کے رسم و رواج کے خلاف تھی۔ لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ کام آپ کے منصب عالی کے مناسب نہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر متنبہ اور آگاہ کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کا ذریعہ یہ بنایا کہ فرشتے مدعی اور مدعا علیہ بن کو آپ کے دربار میں ایک مقدمہ لے کر آئے۔ اور بجائے دروازہ سے داخل ہونے کے دیوار پھاند کر مسجد میں آئے۔ آپ ان لوگوں کو دیوار پھاندتے دیکھ کر کچھ گھبرا گئے تو فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں۔ ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ لہٰذا آپ ٹھیک ٹھیک ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ اور ہمیں سیدھی راہ چلائیے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرا یہ بھائی اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہے۔ اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ تو اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور اس بات کے لیے مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فوراً یہ فیصلہ فرما دیا کہ بیشک یہ زیادتی ہے کہ وہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کو کہتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جو صاحب ایمان اور نیک عمل ہوں۔ اور ایسوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ سنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتھا ٹھنکا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس مقدمہ کی پیشی درحقیقت یہ میرا امتحان تھا۔ چنانچہ فوراً ہی آپ سجدہ میں گر پڑے۔ اور خدا سے معافی مانگنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (ص ع ۲ پ ۲۳)

تو ہم نے (حضرت داؤد) کو معاف کر دیا۔ اور بیشک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔ اے داؤد! بیشک ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے تو لوگوں میں ٹھیک فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے۔ ورنہ وہ آپ کو راہ سے بہکا دے گی۔

درس ہدایت

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی عظیم الشان ہے۔ اس لیے بہت ہی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی خداوند قدوس کی طرف سے ان حضرات کو آگاہی دی جاتی ہے۔ اور یہ نفوس قدسیہ بھی بارگاہ خداوندی میں اس قدر مطیع اور متواضع ہوتے ہیں کہ

فوراً ہی دربار خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر عفو تقصیر کی استدعا کرنے لگتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لیے خطاؤں کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیوں نہ ہو جن کے رتبے ہیں سوا۔ ان کو سوا مشکل ہے۔

(۵۷) انشاء اللہ چھوڑنے کا نقصان

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں رات بھر اپنی ننانوے بیویوں کے پاس دورہ کروں گا۔ اور سب کے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ تو میرے یہ سب لڑکے اللہ کی راہ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کریں گے۔ مگر یہ فرماتے وقت آپ نے ''انشاء اللہ'' نہیں کہا (غالباً آپ اس وقت کسی ایسے شغل میں تھے کہ اس کا خیال نہ رہا) اس ''انشاء اللہ'' کو چھوڑ دینے کا یہ اثر ہوا کہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی۔ اور اس کے بھی ایک ناقص الخلقت (کچا بچہ) ہوا۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''انشاء اللہ'' کہہ دیا ہوتا تو ان سب عورتوں کے لڑکے پیدا ہوتے۔ اور وہ سب خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔ (بخاری پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اجمالاً بہت مختصر طریقے پر اس طرح بیان فرمایا ہے کہ۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (ص ع ۳ پارہ ۲۳)

اور بے شک ہم نے حضرت سلیمان کا امتحان لیا۔ اور انکی کرسی پر ایک بے جان بدن (کچا بچہ) ڈال دیا۔ پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا اور عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو۔ بیشک تو ہی بہت زیادہ دینے والا ہے۔

درس ہدایت

اس قرآن واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو لازم ہے کہ آئندہ کے لیے جو کام جو

بھی کرنے کو کہے تو ''انشاء اللہ تعالیٰ'' ضرور کہہ دے۔ اس مقدس جملہ کی برکت سے بڑی امید ہے کہ وہ کام ہو جائے گا اور ''انشاء اللہ تعالیٰ'' چھوڑ دینے کا انجام سراسر نقصان اور ناکامی ومحرومی ہے۔ غور کیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو خداوند قدوس کے پیارے نبی ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثل بادشاہ بھی ہیں۔ مگر انہوں نے لاشعوری طور پر ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کہنا چھوڑ دیا تو ان کا مقصد جو اعلیٰ درجے کی عبادت تھی پورا نہیں ہوا۔ اور وہ اس بات پر نہایت متاسف اور رنجیدہ ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوئے وہ اپنی مغفرت کی دعا مانگنے لگے پھر بھلا ہم تم گنہگاروں کا کیا ٹھکانا ہے؟ کہ اگر ہم تم انشاء اللہ تعالیٰ کہنا چھوڑیں گے تو بھلا کس طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے؟ لہٰذا ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کہنا ضرور یاد رکھئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول مقبول حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ آئندہ کے لیے جو کام بھی کرنے کو کہیے تو ضرور ''انشاء اللہ تعالیٰ'' کہہ لیجئے!

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۫ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ

اور اے پیغمبر! ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ۔

(کہف ع ۴ پ ۱۵)

(۵۸) اصحاب الاخدود کے مظالم

''اصحاب الاخدود'' کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ اور ان کا کیا واقعہ تھا۔ اس بارے میں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک بادشاہ تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور ایک جادوگر اس کے دربار میں بہت ہی مقرب تھا۔ ایک دن جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ لہٰذا تم ایک لڑکے کو میرے پاس بھیج دو۔ تاکہ میں اس کو اپنا جادو سکھا دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک ہوشیار لڑکے کو جادوگر کے پاس بھیج دیا۔ لڑکا روزانہ جادوگر کے پاس آنے جانے لگا۔ لیکن راستہ میں ایک ایماندار راہب رہتا تھا۔ لڑکا ایک دن اس راہب کے پاس بیٹھا۔ تو اس کی باتیں

لڑکے کو بہت پسند آ گئیں۔ چنانچہ لڑکا جادوگر کے پاس آنے جانے میں روزانہ راہب کے پاس بیٹھنے لگا اور ایک دن لڑکے نے دیکھا کہ ایک بڑا اور مہیب جانور کھڑا انسانوں کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ لڑکے نے یہ منظر دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ آج یہ ظاہر ہو جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ لڑکے نے ایک پتھر اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر تیرے دربار میں یہ مذہب جادوگر سے زیادہ مقبول و محبوب ہو تو اس جانور کو اسی پتھر سے مقتول فرما دے۔ یہ دعا کر کے لڑکے نے جانور کو پتھر سے مار دیا۔ تو یہ بہت بڑا جانور ایک چھوٹے سے پتھر سے قتل ہو کر مر گیا۔ اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔

لڑکے نے راہب سے یہ پورا واقعہ بیان کیا۔ تو راہب نے کہا کہ اے لڑکے! خدا کے دربار میں تیرا مرتبہ بلند ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب تو عنقریب امتحان میں ڈالا جائے گا۔ اس لیے کسی کو میرا پتہ نہ بتانا۔ اور امتحان کے وقت صبر کرنا۔ اس کے بعد یہ لڑکا اس قدر صاحب کرامت ہو گیا کہ اس کی دعاؤں سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی شفا پانے لگے۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے دربار میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ تو بادشاہ کا ایک بہت مقرب ہم نشین جو اندھا ہو گیا تھا۔ اس لڑکے کے پاس بہت سے ہدایا اور تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اور اپنی بصارت کے لیے دعا کا طالب ہوا۔ تو لڑکے نے کہا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں تیرے لیے دعا کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ایمان لایا اور لڑکے نے اس کے لیے دعا کر دی تو فوراً ہی وہ انکھیارا ہو گیا اور بادشاہ کے دربار میں گیا۔ تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں میں بصارت کیسے آ گئی؟ تو مقرب ہم نشین نے کہا کہ میرے رب نے مجھے بصارت عطا فرما دی۔ بادشاہ نے غضب ناک ہو کر کہا میرے سوا بھی تمہارا کوئی رب ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں۔ اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا دونوں کا رب ہے۔ بادشاہ نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دے کر پوچھا کہ کس نے تجھے یہ بتایا ہے؟ تو اس لڑکے کا نام بتا دیا۔ پھر بادشاہ نے لڑکے کو قید کر کے اس کو اس قدر مارا پیٹا کہ اس نے راہب کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے راہب کو گرفتار کر کے اس سے کہا کہ تم اپنے عقیدہ کو چھوڑ دو۔ مگر راہب نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے اس عقیدہ پر آخری دم تک قائم رہوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس نے راہب کے سر پر آرہ چلوا کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے مقرب ہمنشین کے سر پر بھی آرہ چلوا دیا۔ پھر لڑکے کو سپاہیوں کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ اس کو پہاڑ

کی چوٹی پر چڑھا کر اوپر سے نیچے لڑھکا دو۔ لڑکے نے پہاڑ پر چڑھ کر دعا مانگی تو ایک زلزلہ آیا۔ اور بادشاہ کے سپاہی زلزلہ کے جھٹکوں سے ہلاک ہو گئے اور لڑکا سلامتی کے ساتھ پھر بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا پھر بادشاہ نے غیظ و غضب میں بھر کر حکم دیا کہ اس لڑکے کو کشتی پر بٹھا کر سمندر میں لے جاؤ۔ اور سمندر کی گہرائی میں لے جا کر اس کو سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ بادشاہ کے سپاہی اس کو کشتی میں بٹھا کر لے گئے۔ پھر جب لڑکے نے دعا مانگی تو کشتی غرق ہو گئی۔ اور سب سپاہی ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحت و سلامتی کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا۔ اور بادشاہ حیران رہ گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھ کو شہید کرنا چاہتا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ مجھ کو سولی میں لٹکا کر اور یہ پڑھ کر مجھے تیر مار کہ میں شہید ہو جاؤں۔

چنانچہ اسی ترکیب سے بادشاہ نے اس لڑکے کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ہزاروں کے مجمع نے بلند آواز سے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ غصہ میں بوکھلا گیا۔ اور اس نے گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی۔ جب آگ کے شعلے خوب بلند ہونے لگے تو اس نے ایمانداروں کو پکڑوا کر اس آگ میں ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ستتر ۷۷ مومنین کو اس نے آگ میں ڈالا۔ آخر میں ایک ایمان والی عورت اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے آئی۔ اور جب بادشاہ نے اس کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ کچھ گھبرائی۔ تو اس کے دودھ پیتے بچے نے کہا کہ اے میری ماں! صبر کر۔ تو حق پر ہے۔ بچے کی آواز سن کر اس کی ماں کا جذبہ ایمانی بیدار ہو گیا۔ اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر ظالم بادشاہ نے اس مومنہ کو اس کے بچے کے ساتھ آگ میں پھنک دیا۔

بادشاہ اور اس کے ساتھی خندق کے کنارے مومنین کو آگ میں جلنے کا منظر کرسیوں پر بیٹھ کر دیکھ رہے تھے اور اپنی کامیابی پر خوشی منا رہے تھے۔ اور قہقہے لگا رہے تھے کہ ایک دم الٰہی قہر نے ظالموں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور وہ اس طرح کہ خندق کی آگ کے شعلے اس قدر بھڑک کر بلند ہوئے کہ بادشاہ اور اس کے سب ساتھیوں کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سب کے سب لمحہ بھر میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور باقی تمام دوسرے مومنین کو اللہ تعالیٰ نے کافر اور ظالم کے شر سے بچا لیا۔ (تفسیر صاوی ج ۴، ص ۲۵۷ و ص ۲۵۸)

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا کہ۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ (البروج پ ۳۰)	خندق والو پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والوں پر جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ اور وہ خود گواہ ہیں کہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔

درس ہدایت

اس واقعہ سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ عموماً خدا کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور بوقت امتحان مومنوں کو بلاؤں اور مصیبتوں پر صابر و شاکر رہنا یہی اس امتحان کی کامیابی ہے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کامل کی یہی نشانی ہے کہ مومن خدا کی راہ میں پڑنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھبرا کر کبھی بھی اس میں تذبذب نہیں پیدا ہوتا بلکہ مومن خواہ پھولوں کے ہار کے نیچے ہو یا تلوار کے نیچے، پانی میں غرق کیا جائے یا آگ کے شعلوں میں جلایا جائے۔ ہر حال میں بہر صورت وہ اپنے ایمان پر استقامت و استقلال کے ساتھ پہاڑ کی طرح قائم رہتا ہے۔ اور اس کا خاتمہ ایمان ہی پر ہوتا ہے۔ یہ وہ سعادت عظمیٰ ہے کہ جس کو نصیب ہو جائے اس کی خوش بختیوں کی معراج ہو جاتی ہے۔ اور وہ خدا و رسول کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل کر لیتا ہے کہ آسمانوں کے فرشتے اس کے اعلیٰ مراتب کی سربلندیوں کے مداح اور ثنا خواں بن جاتے ہیں۔

(۵۹) چار قابل عبرت عورتیں!

واہلہ

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ اس کو ایک نبی برحق کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور برسوں یہ اللہ کے نبی کی صحبت سے سرفراز رہی مگر اس کی بدنصیبی قابل عبرت ہے کہ اس کو ایمان نصیب نہیں ہوا بلکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دشمنی اور توہین و بے ادبی کے سبب سے بے ایمان ہو کر مر گئی۔ اور جہنم میں داخل ہوئی۔

یہ ہمیشہ اپنی قوم میں جھوٹا پروپیگنڈہ کرتی رہتی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام مجنوں اور پاگل ہیں۔ لہٰذا ان کی کوئی بات نہ مانو!

واعلہ

یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے۔ یہ بھی اللہ کے ایک جلیل القدر نبی کی زوجیت و صحبت سے برسوں سرفراز رہی۔ مگر اس کے سر پر بدنصیبی کا ایسا شیطان سوار ہوا تھا کہ سچے دل سے کبھی ایمان نہیں لائی۔ بلکہ عمر بھر منافق رہی اور اپنے نفاق کو چھپاتی رہی۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں اور مومنین کو ساتھ لے کر بستی سے باہر چلے گئے "واعلہ" بھی آپ کے ساتھ تھی۔ آپ نے فرما دیا تھا کہ کوئی شخص بستی کی طرف نہ دیکھے ورنہ وہ بھی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کے ساتھ والوں میں سے کسی نے بھی بستی کی طرف نہیں دیکھا اور سب عذاب سے محفوظ رہے۔ لیکن واعلہ چونکہ منافق تھی اس نے حضرت لوط علیہ السلام کے فرمان کو ٹھکرا کر بستی کی طرف دیکھ لیا اور شہر کو الٹ پلٹ ہوتے دیکھ کر چلانے لگی کہ "یا قوماہ" ہائے رے میری قوم! یہ زبان سے نکلتے ہی ناگہاں عذاب کا ایک پتھر اس کو بھی لگا اور یہ بھی ہلاک ہو کر جہنم رسید ہو گئی۔

آسیہ

حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ فرعون کی بیوی ہیں۔ فرعون تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا۔ لیکن حضرت آسیہ نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے دیکھ لیا تو فوراً ان کے دل میں ایمان کا نور چمک اٹھا۔ اور وہ ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس ظالم نے ان پر بڑے بڑے عذاب کئے۔ بہت زیادہ زدوکوب کے بعد چومیخا کر دیا۔ یعنی چار کھونٹیاں گاڑ کر حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چاروں ہاتھوں پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر چاروں کھونٹوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں اور بھاری پتھر سینہ پر رکھ کر دھوپ کی تپش میں ڈال دیا۔ اور دانہ پانی بند کر دیا۔ لیکن ان مصائب و شدائد کے باوجود وہ اپنے ایمان پر قائم و دائم رہیں اور فرعون کے کفر سے خدا کی پناہ اور جنت کی دعائیں مانگتی

رہیں۔ اور اسی حالت میں ان کا خاتمہ بالخیر ہوگیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں اور ابن کیسان کا قول ہے کہ وہ زندہ ہی اٹھا کر جنت میں پہنچا دی گئیں۔

مریم

حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس لئے ان کی قوم نے طعن اور بدگوئیوں سے ان کو بڑی بڑی ایذائیں پہنچائیں۔ مگر یہ صابر رہ کر اتنے بڑے بڑے مراتب و درجات سے سرفراز ہوئیں کہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ان کی مداح وثناء کا بار بار خطبہ ارشاد فرمایا۔ ان چاروں عورتوں کے بارے میں قرآن مجید سے سورہ تحریم میں فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی مثال دیتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی عورت (واہلہ) اور حضرت لوط علیہ السلام کی عورت (واعلہ) یہ دونوں ہمارے دو مقرب بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے ان دونوں سے دغا کی۔ تو وہ دونوں پیغمبر ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آئے۔ اور ان دونوں عورتوں کے بارے میں خدا کا یہ فرمان ہو گیا کہ تم دونوں جہنمی عورتوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے۔ فرعون کی بیوی (آسیہ) جب انہوں نے عرض کی اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔ اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے۔ اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔ تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔ اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور فرمان برداروں میں سے ہوئی! (التحریم رکوع ۲ پارہ ۲۸)

درس ہدایت

واہلہ اور واعلہ دونوں نبی کی بیویاں ہو کر کفر و نفاق میں گرفتار ہو کر جہنم رسید ہوئیں۔ اور فرعون جیسے کافر کی بیوی حضرت ''آسیہ'' ایمان کامل کی دولت پا کر جنت میں داخل ہوئیں۔ اور حضرت آسیہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اس طرح ایمان لائیں کہ فرعون کے گھر کے سب آرام و راحت کو ٹھکرا دیا۔ اور بے پناہ تکلیفوں اور ایذاؤں کے باوجود اپنے ایمان پر

قائم رہیں۔ بلاشبہ یہ باتیں قابل عبرت ہیں!

(۶۰) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین روزے

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے۔ تو حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرت فضہ رضی اللہ عنہا نے ان شاہزادوں کی صحت کے لیے تین روزوں کی منت مانی اللہ تعالیٰ نے دونوں شاہزادوں کو شفاء دے دی۔ جب نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا۔ لیکن جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن مسکین ایک دن یتیم اور ایک دن قیدی دروازے پر آ گئے۔ اور روٹیوں کا سوال کیا۔ تو تینوں دن سب روٹیاں ان سائلوں کو دے دی گئیں۔ اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ حضرت فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں۔ (خزائن العرفان ۸۴۳) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کے گھر کی اس سرگزشت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

(الدھر رکوع ۱ پ ۲۹)

اور (اہل بیت) کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

درس ہدایت

سبحان اللہ اس واقعہ سے اہل بیت نبوت کی سخاوت کا عجیب و غریب اور عدیم المثال حال معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل تین روزے اور سحری و افطار میں صرف پانی پی کر روزے رکھنا اور خود بھوکے رہ کر روٹیاں سائلوں کو دے دینا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ اکبر۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

(۶۱) شداد کی جنت

یہ آپ ''قوم عاد کی آندھی'' کے عنوان میں پڑھ چکے ہیں کہ قوم عاد کا مورث اعلیٰ عاد بن عوص بن ارم بن نوح ہے۔ اس عاد کے بیٹوں میں ''شداد'' بھی ہے۔ یہ بڑی شان و شوکت کا بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے اپنے وقت میں تمام بادشاہوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے سب کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنالیا تھا۔ اس نے پیغمبروں کی زبان سے جنت کا ذکر سن کر براہ سرکشی دنیا میں جنت بنانی چاہی۔ اور اس ارادہ سے ایک بہت بڑا شہر بنایا جس کے محل سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیے گئے۔ اور زبرجد اور یاقوت کے ستون اور اس کی عمارتوں میں نصب کیے گئے۔ اور ایسے ہی فرش مکانوں میں بنائے گئے۔ سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے۔ ہر محل کے گرد جواہرات پر نہریں جاری کی گئیں۔ قسم قسم کے درخت زینت اور سائے کے لئے لگائے گئے۔ الغرض اس سرکش نے اپنے خیال سے جنت کی تمام چیزیں اور ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان اس شہر میں جمع کر دیے۔ جب یہ شہر مکمل ہوا تو شداد بادشاہ اپنے اعیان سلطنت کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوا۔ جب ایک منزل کا فاصلہ باقی رہ گیا تو آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے شداد اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور وہ اپنی بنوائی ہوئی جنت کو دیکھ بھی نہ سکا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں حضرت عبداللہ بن قلابہ اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن سے گزر کر اس شہر میں پہنچے۔ اور اس کی تمام زینتوں اور آرائشوں کو دیکھا مگر وہاں کوئی رہنے بسنے والا انسان نہیں ملا۔ یہ تھوڑے سے جواہرات وہاں سے لے کر چلے آئے۔ جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے عبداللہ بن قلابہ کو بلا کر پورا حال دریافت کیا اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''کعب احبار'' کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر موجود ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا لیکن یہ

سب عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے۔ اور اس قوم میں سے کوئی ایک آدمی بھی باقی نہیں رہا۔ اور آپ کے زمانے میں ایک مسلمان جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر ایک تل ہوگا۔ اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس ویران شہر میں داخل ہوگا۔ اتنے میں عبداللہ بن قلابہ آ گئے۔ تو کعب احبار نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بخدا وہ شخص جو شداد کی بنائی ہوئی جنت کو دیکھے گا وہ یہی شخص ہے۔ (خزائن العرفان ص ۸۶۴)

قوم عاد اور دوسری قوموں کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ٥ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ٥ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ٥ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ٥ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ٥ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ٥ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ٥ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ٥ (الفجر پارہ ۳۰)

کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ وہ حد سے زیادہ طول والے "عاد ارم" کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اور قوم ثمود جنھوں نے وادی میں پتھر کی چٹانوں کو تراشا۔ اور فرعون جو کہ چومیخا کی سزا دیا کرتا تھا۔ انہی لوگوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ پھر انہوں نے شہروں میں بہت زیادہ فساد پھیلایا۔ تو ان لوگوں پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔

درس ہدایت

اللہ تعالیٰ کو بندوں کی سرکشی اور تکبر و غرور بیحد ناپسند ہے اس لیے خداوند قدوس کا دستور ہے کہ ہر سرکش اور متکبر قوم جس نے زمین میں اپنی سرکشی اور ظلم و عدوان سے فساد پھیلایا۔ اس قوم کو قہر الٰہی نے کسی نہ کسی عذاب کی صورت میں ظاہر ہوکر ہلاک و برباد کر دیا۔ شداد اور قوم عاد کے دوسرے افراد سب اپنی سرکشی اور تکبر کی وجہ سے خدا کے مبغوض ٹھہرے۔ اور جب ان لوگوں کا تمرد اور ظلم و عدوان اس درجہ بڑھ گیا کہ روئے زمین کا ذرہ ذرہ ان کے گناہوں اور بداعمالیوں سے بلبلا اٹھا۔ تو خداوند قہار و جبار کے عذابوں نے اس سب سرکشوں اور ظالموں کو تباہ و برباد کر کے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ لہٰذا ان قوموں کے عروج و زوال اور ان لوگوں کے عذاب الٰہی سے پامال ہونے کی داستانوں سے

عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ان اقوام کے انجام کے ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ اہل قرآن ان کی داستان سن کر عبرت پکڑیں۔ اور خوف الٰہی سے ہر دم لرزہ براندام رہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کریں اور ان کا ترجمہ بھی پڑھا کریں اور ان اقوام کی ہلاکت سے عبرت حاصل کریں۔ اور ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہیں اور ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے ہمیشہ بچتے رہیں اور اعمال صالحہ کی کوشش کرتے رہیں اور خبردار خبردار مال و دولت کے غرور اور گھمنڈ میں سرکشی و تکبر نہ کریں۔ بلکہ ہمیشہ دل میں خوف خدا رکھ کر تواضع و انکسار کو اپنی عادت بنائیں اور جہاں تک ہو سکے اپنی زندگی میں اچھے اعمال کرتے رہیں۔

(۶۲) اصحابِ فیل و لشکر ابابیل

یمن و حبشہ کا بادشاہ ''ابرہہ'' تھا۔ اس نے شہر ''صنعاء'' میں ایک گرجا گھر بنایا تھا۔ اور اس کی خواہش تھی کہ حج کرنے والے مکہ مکرمہ کے صنعاء میں آئیں اور اسی گرجا گھر کا طواف کریں اور یہیں حج کا میلہ ہوا کرے۔ عرب خصوصاً قریشیوں کو یہ بات بہت شاق گزری۔ چنانچہ قریش کے قبیلہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے آپے سے باہر ہو کر صنعاء کا سفر کیا اور ابرہہ کے گرجا گھر میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کر دیا۔ اور اس کے در و دیوار کو نجاست سے آلودہ کر ڈالا۔ اس حرکت پر ابرہہ بادشاہ کو بہت طیش آیا۔ اور اس نے کعبہ معظمہ کو ڈھا دینے کی قسم کھالی۔ اور اس ارادہ سے اپنا لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں بہت سے ہاتھی تھے اور ان کا پیش رو ایک بہت بڑا پیکر ہاتھی تھا۔ جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ نے اپنی فوج لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر دی اور اہل مکہ کے سب جانوروں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ جس میں عبدالمطلب کے اونٹ بھی تھے۔ یہی عبدالمطلب جو ہمارے حضور خاتم النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔ خانہ کعبہ کے متولی اور اہل مکہ کے سردار تھے۔ یہ بہت ہی رعب دار اور نہایت ہی جسیم و باشکوہ آدمی تھے۔ یہ ابرہہ کے پاس آئے۔ ابرہہ نے ان کی بہت تعظیم کی اور آنے کا مقصد پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم میرے اونٹوں کو مجھے واپس دے دو۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہو رہا ہے کہ میں تو

تمہارے کعبہ کو ڈھانے کے لیے فوج لے کر آیا ہوں جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ایک بہت مقدس و محترم مقام ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں تو کچھ بھی مجھ سے نہیں کہا۔ صرف اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ میں اپنے اونٹوں ہی کا مالک ہوں۔ اس لیے اونٹوں کے لیے کہہ رہا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا مجھے اس کی کوئی فکر نہیں۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹوں کو واپس کر دیا۔ پھر آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں پر پناہ گزین ہو جاؤ۔ چنانچہ قریش نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کے لئے خوب رو رو کر دعا مانگی۔ اور دعا سے فارغ ہو کر آپ بھی اپنی قوم کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو لیکر کعبہ مقدسہ پر دھاوا بول دینے کا حکم دے دیا۔ اور ہاتھیوں کو چلنے کے لیے اٹھایا۔ لیکن ہاتھیوں کا پیش رو محمود جو سب سے بڑا تھا وہ کعبہ کی طرف نہ چلا۔ جس طرف اس کو چلاتے تھے چلتا تھا۔ مگر کعبہ مکرمہ کی طرف جب اس کو چلاتے تھے تو وہ بیٹھ جاتا تھا اتنے میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی جانب سے پرندوں کا لشکر بھیج دیا اور ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں۔ ابابیلوں کے اس لشکر نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور سے سنگباری کی کہ ابرہہ کی فوج بدحواس ہو کر بھاگنے لگی۔ مگر کنکریوں تو چھوٹی چھوٹی سی تھیں لیکن وہ قہر الٰہی کے پتھر تھے کہ پرندے جب ان کنکریوں کو گراتے تو وہ سنگریزے فیل سواروں کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ہاتھی کے بدن کو چھیدتے ہوئے زمین پر گرتے تھے۔ ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ابرہہ کا پورا لشکر ہلاک و برباد ہو گیا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔ یہ واقعہ جس سال وقوع پذیر ہوا اس سال کو اہل عرب ''عام الفیل'' (ہاتھی والا سال) کہنے لگے۔ اور اس واقعہ سے پچاس روز کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ (خزائن العرفان و سیرۃ المصطفیٰ وغیرہ)

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرماتے ہوئے ایک سورہ نازل فرمائی جس کا نام ہی ''سورہ الفیل'' ہے یعنی۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ○ (الفیل پارہ ۳۰)

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کر دیا۔ کیا ان کی خفیہ تدبیر کو تباہی میں نہ ڈال دیا۔ اور ان پر پرندوں کے لشکروں کو بھیج دیا کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں۔ تو انہیں ایسا کر ڈالا۔ جیسے کھائی ہوئی کھیتی کی پتی۔

درس ہدایت:

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی طرح کعبہ معظمہ کی حفاظت کا ذمہ بھی خداوند قدوس نے اپنے ذمہ کرم پر رکھا ہے۔ کہ کوئی طاغوتی طاقت نہ قرآن مجید کو فنا کر سکتی ہے۔ نہ کعبہ کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتی ہے۔ کیونکہ خداوند کریم ان دونوں کا محافظ و نگہبان ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۶۳) فتح مکہ کی پیشین گوئی

ہجرت کے وقت انتہائی رنجیدگی کے عالم میں حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے یار غار صدیق جان نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے۔ ''کہ اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا''

اس وقت کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مکہ کو اس بے سروسامانی کے عالم میں خیر باد کہنے والا صرف آٹھ ہی برس بعد ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی مکہ میں نزول اجلال فرمائے گا۔ اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمائے گا۔

لیکن ہوا یہ کہ اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اور صلح نامہ سے بیزاری کر کے ''عہد شکنی'' کے مرتکب ہو گئے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیف بنوخزاعہ کو مکہ والوں نے بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ بے چارے بنوخزاعہ اس ظالمانہ حملے کی تاب نہ لا کر

حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لیے بھاگے تو ان درندہ صفت انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا۔ اور حرم کعبہ میں بھی ظالمانہ طور پر بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ اس حملہ میں بنو خزاعہ کے تیئس ۲۳ آدمی قتل ہو گئے۔ اس طرح اہل مکہ نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

چنانچہ ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکر پرانوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام روزہ دار تھے۔ لیکن جب آپ مقام ''کدید'' میں پہنچے تو پانی مانگا۔ اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دیکھا کہ آپ نے پانی نوش فرمایا۔ اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ وزرقانی ج ۲ ص ۳۰۰ وسیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)

غرض فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام ''حجون'' (جنتہ المعلیٰ) کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بلائی حصہ یعنی ''کدا'' کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۱۳)

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان شاہی جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں کہ۔

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لیے امان ہے!

جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لیے امان ہے!

جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے۔!

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو سفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لیے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ۔

''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے!''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی ''قصواء'' پر سوار تھے اور آپ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر ''مغفر'' تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری جانب اسید بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا۔ جس کے درمیان کوکبہ نبوی تھا۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہ رسالت کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہ عظمت میں اپنے عجز ونیاز مندی کا اظہار کرنے کے لیے تھی۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۲۰ و ص ۳۲۱)

بیت اللہ میں داخلہ

پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید کو اونٹنی کے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن طلحہ حجی کعبہ کے کلید بردار بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا۔ اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۴)

کعبہ کے اندرون حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے۔ اور ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' کی آیت تلاویت فرماتے تھے یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۴ فتح مکہ)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم فرمایا جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا۔ تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان بن طلحہ حجی کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی پڑھی۔

(بخاری ج ا ص 218 و بخاری ج ۲ ص ۶۱۴)

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی ان کے ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ (خُذُوْھَا خَالِدَۃ تالدۃ لا ینزعھا مِنکُمْ اِلَّا ظَالِم ") یعنی لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم لوگوں میں رہے گی۔ یہ کنجی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۲۹)

شہنشاہ دو عالم کا دربار عام

اس کے بعد حرم الٰہی میں آپ نے سب سے پہلا دربار عام منعقد فرمایا جس میں افواج اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے عوام و خواص کا ایک زبردست اژدحام تھا۔ اس دربار میں آپ نے خطبہ دیا اور پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا کہ بولو۔ تم کو معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے تمام مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر سب یک زبان ہو کر بولے کہ "اَخٌ کَرِیْمٌ اِبْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ" یعنی آپ کرم والے بھائی، اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کا فاتح مکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ۔

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ — آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ! تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رحمت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں، اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در و دیوار پر بارش انوار ہونے لگی۔ مجرموں کی نظر میں ناگہاں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا۔ فضا ہی پلٹ گئی۔ اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ۔

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

فتح مکہ کی تاریخ

اس میں بڑا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ کون سی تاریخ میں فتح ہوا؟ امام بیہقی نے ۱۳

رمضان، امام مسلم نے ۱۶ رمضان، امام احمد نے ۱۸ رمضان بتایا۔ مگر محمد بن اسحٰق نے اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ۲۰ رمضان ۸ ہجری کو مکہ فتح ہوا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (زُرقانی ج ۲ ص ۲۹۹)

فتح مکہ کی پیشین گوئیاں اور بشارتیں قرآن کریم کی چند آیتوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے سورہ نصر بھی ہے۔ چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ○ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا○ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا○

(سورۃ نصر پارہ ۳۰)

جب اللہ کی مدد اور فتح (مکہ) آ جائے اور اے محبوب! آپ دیکھ لیں کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں۔ اور اس سے بخشش طلب کریں۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے!

درس ہدایت

فتح مکہ کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع پر عفو و درگزر اور رحم و کرم کا جو اعلان و اظہار فرمایا۔ تاریخ عالم میں کسی فاتح کی زندگی میں اس کی مثال نہیں مل سکتی!

غور فرمائیے کہ اشرف قریش کے ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھر کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بارہا آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید، اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں، اور شرمناک گالیوں سے آپ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک اور درندہ صفت بھی تھے جو آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم وستم کے مجسمے، اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ کے در و دیوار ہل

چکے تھے۔ وہ ستمگار بھی تھے جنہوں نے حضور الصلوٰۃ والسلام کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ اور ان کی ناک کان کاٹنے والے' ان کی آنکھیں پھوڑنے والے' ان کا جگر چبانے والے بھی مجمع میں موجود تھے۔ وہ بے رحم بھی تھے جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال' حضرت صہیب' حضرت عمار' حضرت خباب' حضرت خبیب' حضرت زیاد بن وشنہ رضی اللہ عنہم کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر' جلتی ریتوں پر لٹایا تھا۔ کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا۔ کس کو سولی پر لٹکا کر شہید کر دیا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور سرکشی وطغیان کے وبال سے شرمناک مظالم اور خوفناک جرموں کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین وانصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے۔ اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی۔ اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں نہلا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی۔ اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر دیں گی۔ مگر ان سب مجرمین کو رحمت عالم نے یہ کہہ کر معاف فرما دیا کہ انتقام تو کیسا؟ بدلا تو کہاں کا؟ آج تم پر کوئی ملامت بھی نہیں۔ اے آسمان بول' اے زمین بتا' اے چاند و سورج تم بولو' کیا تم نے روئے زمین پر ایسا فاتح اور ایسا رحم دل شہنشاہ کبھی دیکھا ہے؟ یا کبھی سنا ہے؟ سن لو تمہارے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی فاتح نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر کمال میں بے مثل و بے مثال ہیں!

مسلمانو! یہ ہے ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور سیرت مبارکہ۔ لہٰذا ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے پیارے رسول کے اسوہ حسنہ اور سیرت مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں سے بدلہ اور انتقام لینے کا جذبہ اپنے دل سے نکال کر اپنے دشمنوں کو درگزر کرنے اور معاف کر دینے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ لوگوں کی تقصیرات اور

خطاؤں کو معاف کر دینا یہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اور یہی امت کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم بھی ہے۔ جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں یہ حدیث پڑھ چکے ہیں کہ ''صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ کَ'' یعنی جو تم سے تعلق کاٹے تم اس سے میل ملاپ رکھو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیا کرو۔ اور جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے تم اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرو۔ اور قرآن مجید میں بھی عفو تقصیر اور دشمنوں سے درگزر کر دینے والوں کو بڑے بڑے درجات و مراتب بیان کئے گئے ہیں ارشاد ربانی ہے کہ ''وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ'' یعنی لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دینے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں۔ اور بڑے درجات والے ہیں۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور سیرت مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(۶۴) جادو کا علاج

روایت ہے کہ لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا جس کا اثر حضور کے جسم مبارک پر نمودار ہوا۔ لیکن آپ کے قلب اور عقل و اعتقاد پر کچھ بھی اثر نہیں ہو سکا۔ چند روز کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک یہودی نے آپ پر جادو کر دیا ہے۔ اور جادو کا کچھ سامان ہے وہ فلاں کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے کنوئیں کا پانی نکال کر پتھر اٹھایا۔ تو اس کے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی۔ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک جو کنگھی سے ٹوٹے تھے۔ اور کنگھی کے ٹوٹے ہوئے کچھ دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اور ایک موم کا پتلا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں۔ یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا اور یہ سب سامان حضور کی خدمت میں لایا گیا۔

اس کے بعد قرآن مجید کی دونوں سورتیں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' اور ''قُلْ اَعُوْذُ

بِرَبِّ النَّاسِ'' نازل ہوئیں۔ ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ ہر ایک آیت کے پڑھنے سے ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالکل شفایاب ہو گئے (تفسیر خزائن العرفان) اور جادو کا سارا سامان زیر زمین دفن کر دیا گیا۔

درس ہدایت:

تعویذات اور عملیات جس میں کوئی لفظ کفر یا شرک کا نہ ہو جائز ہیں اسی طرح گنڈے بنانا اور ان پر گرہیں لگا کر آیات قرآن اور اسماء الٰہیہ پڑھ کر پھونک مارنا بھی جائز ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین اسی پر ہیں۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اس پر دم فرماتے تھے' اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو جب بستر مبارک پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع فرما کر سورہ قل ھو اللہ وسورہ قل اعوذ برب الفلق وسورہ قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھوں پر دم فرمایا کرتے اور اپنے سر سے پاؤں تک پورے جسم مبارک پر اپنے ہاتھوں کو پھرایا کرتے تھے۔ جہاں تک دست مبارک پہنچ سکتے۔ یہ عمل تین مرتبہ فرماتے!

خلاصہ یہ ہے کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ دونوں سورتیں جن وشیاطین اور نظر بد و آسیب اور تمام امراض خصوصاً جادو ٹونے کا مجرب علاج ہیں۔ ان کو لکھ کر تعویذ بنائیں اور گلے میں پہنائیں۔ اور ان کو بار بار پڑھ کر مریض پر دم کریں اور کھانے پانی اور دواؤں پر پڑھ کر پھونک ماریں اور مریض کو کھلائیں پلائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر مرض خصوصاً جادو ٹونا دفع ہو جائے گا۔ اور مریض شفایاب ہو جائے گا۔

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری تمام سورتوں کے خصوصی خواص ہیں۔ جن کو ہم نے اپنی کتاب ''جنتی زیور'' میں تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔ اور ان اعمال کی ہر سنی مسلمان پابند شریعت کو ہم نے اجازت بھی دے دی ہے۔ لہٰذا سنی مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ان اعمال قرآنی کے فوائد و منافع سے خود بھی فیضیاب ہوں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ'' یعنی بہترین آدمی وہ

ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ترجمہ سورۃ الفلق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ (الفلق ۳۰)

اے محبوب! تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔

ترجمہ سورۃ الناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِکِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (الناس پارہ ۳۰)

اے محبوب! تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو سب لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ، سب لوگوں کا خدا ہے۔ اس کے شر سے جو دل میں برے خیالات ڈال کر دبک رہے۔ وہ (شیاطین) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ کچھ جن ہیں اور کچھ انسان ہیں۔

(۶۵) حضرت خضر کی بتائی ہوئی دعاء

حضرت علامہ محمد بن سماک بہت جلیل القدر محدث اور باکرامت ولی تھے۔ ایک مرتبہ یہ بہت سخت بیمار ہو گئے تو ان کے متوسلین ان کا قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس چلے۔ راستے میں ان لوگوں کو ایک بہت ہی خوش پوشاک بزرگ ملے جن کے بدن سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد بن سماک بہت سخت علیل ہیں یہ ان کا قارورہ ہے جس کو ہم فلاں طبیب کے پاس لے کر جا رہے ہیں۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ سبحان اللہ۔ ایک اللہ کے ولی کے لیے تم لوگ ایک اللہ کے دشمن سے مدد طلب کر رہے ہو؟ قارورہ پھینک کر واپس جاؤ۔ اور محمد بن

سماک سے کہہ دو کہ مقام درد پر وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ پڑھ کر دم کریں۔ یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ اور لوگوں نے واپس آ کر حضرت محمد بن سماک سے ذکر کیا۔ تو آپ نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر آیت کے ان دونوں جملوں کو پڑھا تو فوراً ہی آرام ہو گیا۔

پھر حضرت محمد بن سماک نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ بزرگ جنہوں نے تم لوگوں کو یہ وظیفہ بتایا تمہیں یہ خبر ہے کہ وہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جی نہیں۔ ہم لوگوں نے انہیں نہیں پہچانا۔ تو حضرت محمد بن سماک نے فرمایا کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ السلام تھے۔ (مدارک التنزیل ج ۲ ص ۳۲۰)

قرآن مجید کی آیت کا اتنا سا ٹکڑا ہر مرض کی مکمل دوا اور مجرب علاج ہے۔ مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ دیا جائے تو بیماری دور ہو جاتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا پابند شریعت اور صدق مقال و رزق حلال پر کاربند ہو۔ بلاشبہ یہ آیت شفاء امراض کے لیے قرآن مجید کے عجائب میں سے ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

تلاوت کی اہمیت و آداب

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٌ" وَحَرَامٌ" وَمُحْكَمٌ" وَمُتَشَابِهٌ" وَاَمْثَالٌ" وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ (مشکوۃ ج ۱ ص ۳)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پانچ طریقوں پر نازل ہوا۔ حلال و حرام و محکم و متشابہ اور امثال۔ تو تم لوگ حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام جانو اور محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ اور مثلوں (گزشتہ امتوں کے قصوں اور مثالوں سے عبرت حاصل کرو!

قرآن عظیم کے مذکورہ بالا پانچوں مضامین پر مطلع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن پاک کو بغور اور بار بار سمجھ کر پڑھا جائے۔ اسی لیے تلاوت قرآن مجید کا اس قدر زیادہ ثواب ہے کہ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں یعنی مثلاً کسی نے صرف الم پڑھا

اور اس کی تلاوت مقبول ہوگئی تو اس کو تین نیکیاں ملیں گی کیونکہ اس نے قرآن کے تین حرفوں کو پڑھا ہے۔

تلاوت کے چند آداب:

(۱) مسواک کر کے صحیح طریقے سے وضو کر لے اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر الفاظ و معانی میں غور وفکر کرتے ہوئے دل کو پوری طرح متوجہ کر کے خضوع و خشوع اور نہایت عجز و انکساری کے ساتھ تلاوت میں مشغول ہو۔ اور نہ بہت بلند آواز سے پڑھے اور نہ بہت پست آواز کرے۔ بلکہ درمیانی آواز سے پڑھے۔

(۲) بہتر یہ ہے کہ دیکھ کر تلاوت کرے کیونکہ قرآن مجید کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور دو عبادتوں میں ثواب بھی دو گنا ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی اس کے لیے دو ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے زبانی پڑھا اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۷۷ ۴)

(۳) تین دن سے کم میں قرآن کریم نہ ختم کرے بلکہ کم از کم تین دن یا ساتھ دن یا چالیس دن میں قرآن کریم ختم کرے تا کہ معنی و مطالب کو سمجھ کر تلاوت کرے۔

(۴) ترتیل کے ساتھ اطمینان سے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرے ارشاد ربانی ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً۔ یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید کو پڑھو۔ اس میں کئی فائدے ہیں اولاً تو اس سے قرآن مجید کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ثانیاً قرآن کریم کے عجائب وغرائب کو سوچنا اور معانی کو سمجھنا ہی تلاوت کا مقصود اعظم ہے اور یہ ترتیل کے بغیر دشوار ہے۔

(۵) بوقت تلاوت ہر لفظ کے معانی پر نظر رکھے اور وعد و وعید کو سمجھنے کی کوشش کرے اور ہر خطاب میں اپنے کو مخاطب تصور کر لے اور امر و نہی اور قصص و حکایات میں اپنے آپ کو مرجع خطاب سمجھے اور احکام پر عمل پیرا ہونے اور ممنوعات سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کر لے۔

(۶) دوران تلاوت جس جگہ جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر آئے یا حفظ و امان اور سلامتی ایمان یا کسی بھی پسندیدہ چیز کا ذکر آئے تو ٹھہر کر دعا کرے اور جس جگہ جہنم اور اس

کے عذابوں کا ذکر آئے ان جیسی کسی بھی باعث خوف چیز کا تذکرہ آئے تو ٹھہر کر ان چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے اور خوف الٰہی سے رو پڑے۔ اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنالے۔

(۷) رات کے وقت تلاوت کی کثرت کرے کیونکہ اس وقت ذہن پرسکون اور دل مطمئن ہوتا ہے تلاوت کے لیے سب سے افضل وقت سال بھر میں رمضان شریف کے آخری دس ایام اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ اس کے بعد جمعہ پھر دوشنبہ پھر پنجشنبہ اور رات کو تلاوت کا بہترین وقت مغرب اور عشاء کے درمیان ہے اور اس کے بعد نصف شب کے بعد اور دن میں سب سے عمدہ صبح کا وقت ہے۔

(۸) خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ حروف کی صحیح ادائیگی اور اوقات کی رعایت کرتے ہوئے تلاوت کرے مگر اس کا لحاظ رہے کہ خوش الحانی کے لیے قواعد موسیقی اور گانے کے لہجوں کا ہرگز ہرگز استعمال نہ کرے۔

(۹) تلاوت کے وقت قرآن کریم کی عظمت پر نظر رکھے اور آیت کریمہ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ یعنی اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے دیکھتے کہ وہ جھک کر اللہ کے خوف سے پاش پاش ہو جاتا۔ آیت کے اس مضمون کو بوقت تلاوت اپنے ذہن میں حاضر رکھے اور خوف الٰہی سے بھرپور ہو کر نہایت عاجزی کے ساتھ تلاوت کرے۔

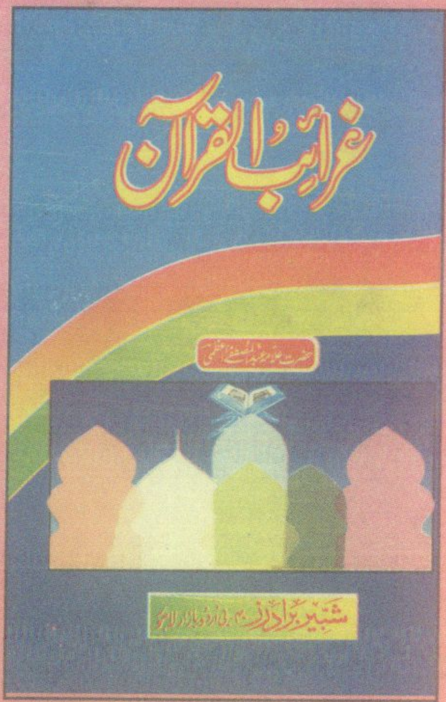
(۱۰) جو آیتیں اپنے حال کے مطابق ہوں۔ ان کو بار بار پڑھنا چاہیے اور قرآن عظیم پڑھتے وقت یہ خیال جمائے کہ گویا خداوند تعالیٰ کے حضور میں پڑھ رہا ہے جب اس منزل پہ پہنچ جائے تو یہ تصور لیا جائے کہ گویا رب کریم مجھ ہی سے خطاب فرما رہا ہے اور اس ترقی کی انتہا یہ ہے کہ یہ تصور پیدا ہو جائے کہ قرآن عظیم پڑھنے والا گویا اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات و افعال کو اس کے کلام میں دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ بلند مرتبہ صدیقین کے لیے مخصوص ہے ہر کسی و ناکس کو یہ حاصل نہیں ہوتا۔

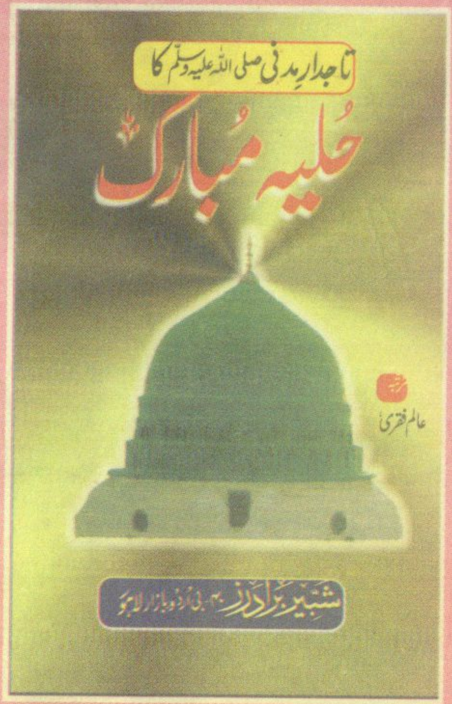
(۱۱) جب تنہائی میں ہو تو درمیانی آواز سے تلاوت کرنا بہتر ہے لیکن اگر بلند آواز سے تلاوت کرنے میں ریاکاری کا خوف ہو یا کسی نمازی کی نماز میں خلل کا اندیشہ ہو یا کچھ لوگ گفتگو میں مصروف ہیں۔ اور ان کے تلاوت نہ سننے کا گمان ہو تو ان صورتوں میں قرآن

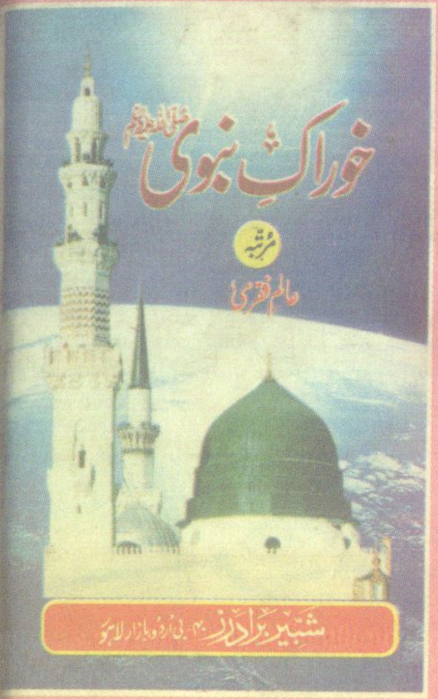
مجید کو آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔ ایسے ہی مواقع کے لیے حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ "پوشیدہ عمل" ظاہری عمل سے ستر گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

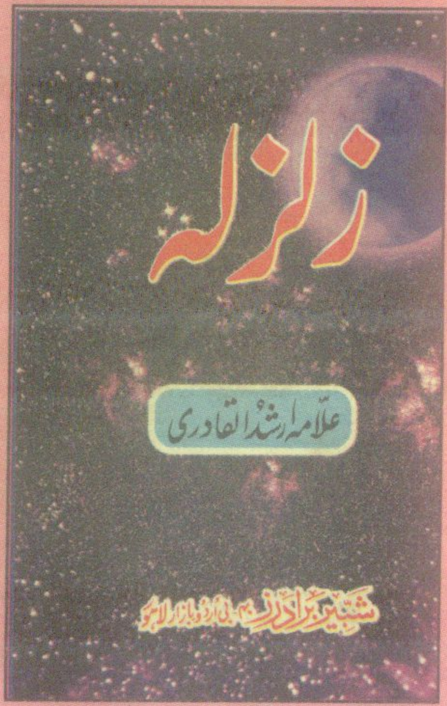
بہرحال قرآن مجید کی تلاوت کے وقت آداب کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ دین و دنیا کی بے شمار برکتیں حاصل ہوں۔ اور ہرگز ہرگز آداب سے غفلت نہ ہونے پائے کہ یہ غفلت برکات دارین سے بہت بڑی محرومی کا سبب ہے۔

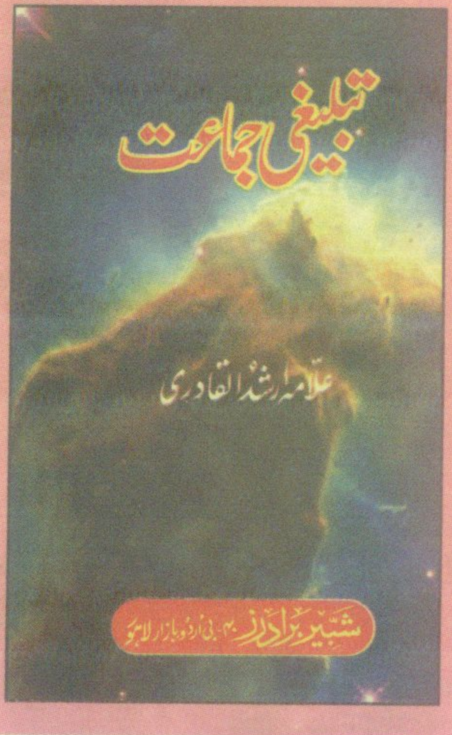
اللھم اجعلنا من الصدیقین ولا تجعلنا من الغافلین امین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین.

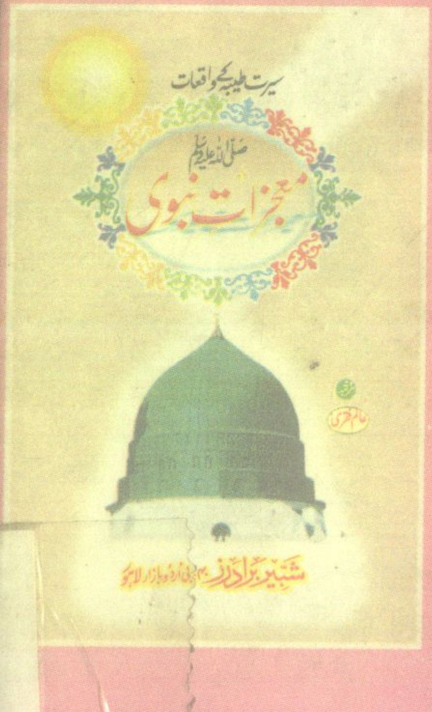

غرائب القرآن
شبیر برادرز

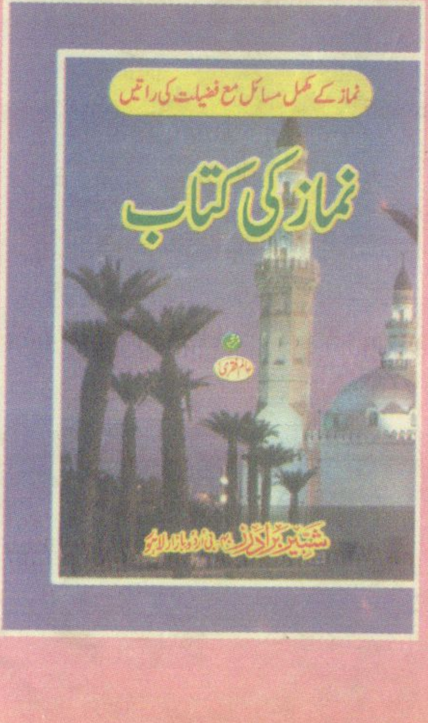

تاجدارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا
حلیہ مبارک
مرتبہ
عالم فقری
شبیر برادرز


خوراکِ نبوی ﷺ
مرتبہ
عالم فقری
شبیر برادرز


زلزلہ
علامہ ارشد القادری
شبیر برادرز


تبلیغی جماعت
علامہ ارشد القادری
شبیر برادرز


سیرت طیبہ کے واقعات
معجزات نبوی ﷺ
عالم فقری
شبیر برادرز


نماز کے مکمل مسائل مع فضیلت کی راتیں
نماز کی کتاب
عالم فقری
شبیر برادرز